غرناطہ سے زمینیس کی غیر حاضری کے دنوں میں مسلمان اس خوش فہمی میں مبتلا تھے کہ بادشاہ نے گورنر کی شکایت پر اسے واپس بلالیا ہے۔ چنانچہ انھوں نے کشادہ دلی کا مظاہرہ کیا اور گورنر کے بال بچوں کو عزت سے واپس بھیج دیا اور اپنے چار قیدیوں کی رہائی کا مسئلہ حکومت پر چھوڑ دیا۔

پھر ایک شام انھیں زمینیس کی واپسی کی اطلاع ملی اور اگلی صبح قید خانے سے باہر ایک کشادہ میدان میں چاروں قیدی صلیبوں پر لٹکے ہوئے تھے۔

گلیوں اور بازاروں میں مسلح دستے گشت کر رہے تھے۔ خوف و ہراس کی اس فضا میں مسلمانوں کی چیخیں ان کے سینوں میں دب کر رہ گئیں۔

پھر زمینیس نے شہر کے اکابر کو البیسین کے اسی چوراہے میں جمع ہونے کا حکم دیا، جہاں کتابوں کے انبار جلائے گئے تھے اور انھیں ننگی تلواروں کے پہرے میں یہ حکم سنایا گیا کہ تم یا تو عیسائی ہو جاؤ ورنہ سزا بھگتنے کے لیے تیار ہو جاؤ!

اس کے بعد ان لوگوں کی گرفتاریاں شروع ہوئیں جن پر کلیسا کے جاسوسوں نے یہ الزام عاید کیا تھا کہ وہ مسلمانوں کو بغاوت پر اکساتے ہیں۔ پھر ان علما اور فقہا کی باری آئی، جنھیں عیسائیت کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ سمجھا جاتا تھا اور بالآخر ظلم و تشدد کا طوفان ان لوگوں پر ٹوٹ پڑا جنھیں عامۃ الناس قابلِ عزت سمجھتے تھے۔

چند دن کے اندر اندر ہزاروں انسان تنگ و تاریک قید خانوں میں ٹھونسے جا چکے تھے۔

مساجد کی طرف آنے جانے والوں کو راستے میں زد و کوب کیا جاتا تھا ہر گلی کوچے کے سرکردہ لوگوں کی تلاشیاں لی جاتی تھیں۔ ان کا اسلحہ ضبط کر لیا جاتا تھا اور قرآنِ پاک کے وہ نسخے جو بعض لوگوں نے ابھی تک چھپا رکھے تھے، انھیں اذیتیں دے کر برآمد کیے جاتے تھے۔

مسلمان بند دروازوں کے پیچھے صلح کے معاہدے کی شرائط کے متعلق باتیں کیا کرتے تھے، لیکن کسی نصرانی کے سامنے انھیں یہ کہنے کی بھی جرأت نہ تھی کہ تم نے ہمارے ساتھ کوئی معاہدہ کیا اور تمھارے بادشاہ نے یہ حلف اٹھایا تھا کہ اس معاہدے کی خلاف ورزی نہیں ہوگی ———

اب غرناطہ ان کا وطن نہیں تھا بلکہ کلیسا کے بھیڑیوں کی شکار گاہ بن گیا تھا۔ وہ ایک دوسرے سے پوچھتے تھے کہ غرناطہ کا گورنر کہاں ہے؟ بشپ تلاویرا کہاں ہے؟ ہمیں کس جرم کی سزا مل رہی ہے؟ اور ان سوالات کے جواب میں انھیں اپنے گھروں سے باہر سڑکوں اور بازاروں میں نہتے اور بے بس مسلمانوں کی چیخیں اور انھیں زد و کوب کرنے والوں کے وحشیانہ قہقہے سنائی دیتے تھے۔

گورنر مینڈوزا اس صورتِ حال کا ایک بے بس تماشائی تھا۔ وہ ہر روز فرڈی نینڈ کو تازہ حالات کے بارے میں لکھتا، لیکن زمینیس طلیطلہ کے دربار سے جو تازہ اختیارات لے کر آیا تھا، اُن کے پیشِ نظر اسے کوئی عملی قدم اُٹھانے کی جرأت نہ ہوئی۔ اس نے کئی بار مستعفی ہونے کا فیصلہ کیا لیکن ایک سیاست دان کی مصلحتیں اس کے ضمیر کی پکار پر غالب آگئیں۔ وہ بشپ تلاویرا کو سمجھاتا "مقدس باپ! یہ کیا ہو رہا ہے؟ زمینیس کو سمجھائیے! اسے آگ کے ساتھ کھیلنے سے روکیے!"

اور تلادیرہ شرم و ندامت سے سر جُھکا لیتا ——— "اس کو کون سمجھا سکتا ہے؟ میں اُن اختیارات میں کیسے مداخلت کر سکتا ہوں جو اسے محتسبِ اعظم نے عطا کیے ہیں۔ جب بادشاہ نے آپ کے خطوط کا جواب دینے کی بھی ضرورت محسوس نہیں کی تو میری بات وہاں کون سُنے گا۔"

"بادشاہ ملکہ کی وجہ سے خاموش ہے۔ وہ اُسے ناراض کرنے کا خطرہ مول نہیں لے سکتا، لیکن ظلم کی یہ آگ کب تک جلتی رہے گی؟"

"آگ کو صرف ایندھن کی ضرورت ہوتی ہے اور زیمینیس ایندھن مہیا کرنا جانتا ہے۔ جب سُوکھے ہوئے درخت اس آگ میں بھسم ہو جائیں گے تو وہ سرسبز درختوں کو کاٹ کر اس جہنم میں پھینک دے گا ——— آج کلیسا کے اذیت خانوں میں بے گناہ مسلمانوں کی چیخیں سُن کر میں یہ محسُوس کرتا ہوں کہ کسی دن یہ لوگ ختم ہو جائیں گے تو عیسائیوں کی باری آئے گی اور ہماری آئندہ نسلیں اپنے بے گناہ بھائیوں اور بیٹوں کی چیخیں سُنیں گی ——— ایذا رسانی کے جو ماہرین زیمینیس کے بعد محکمۂ احتساب کے فرائض سنبھالیں گے، وہ اُس سے زیادہ ظالم اور بااختیار ہوں گے اور وہ جوان مظالم کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے، ہم سے زیادہ بے بس ہوں گے ——— ہمیں محکمۂ احتساب کی مرضی کے خلاف کوئی بات کہنے سے خوف محسُوس ہوتا ہے اور وہ کوئی بات سوچتے ہوئے بھی اس سے زیادہ خوف محسُوس کریں گے۔"

"لیکن میرا خیال تھا کہ آپ فادر زیمینیس کی پارسائی سے بہت مرعوب ہیں اور آپ نے اسے کسی مرحلے پر بھی ٹوکنے کی ضرورت محسُوس نہیں کی۔"

"جناب! آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ میں ایک کمزور آدمی ہوں اور اُن آلام و مصائب سے بچنا چاہتا ہوں جو کلیسا سے بگاڑ کی صورت میں مجھ پر نازل ہو سکتے

ہیں۔ میں زیمینیس کو خوش کرنے کی کوشش کرتا ہوں، لیکن میرا دل یہ گواہی دیتا ہے کہ وہ مجھ سے خوش نہیں ہو سکتا ——— کبھی کبھی مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ کسی دن اچانک مجھ پر محکمۂ احتساب کا عتاب نازل[1] ہو گا اور جس طرح آج حامیانِ کلیسا مسلمانوں کو اذیتیں دے کر خوش ہوتے ہیں، اسی طرح وہ میری مظلومیت اور بے بسی پر خوش ہوں گے۔"

اور مینڈونا اسے تسلی دینے کی کوشش کرتا "مقدس باپ! آپ کو پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ عوام آپ سے محبت کرتے ہیں اور بادشاہ کے دل میں آپ کی بڑی عزت ہے۔ وہ صرف اس وقت تک خاموش ہیں جب تک کہ ملکہ کے دل میں زیمینیس کی کارگزاری کے خطرناک نتائج کا احساس پیدا نہیں ہوتا۔ غرناطہ کے ہزاروں مسلمان اپنے گھر بار چھوڑ کر پہاڑوں میں پناہ لے رہے ہیں

---

[1] اپنے مستقبل کے بارے میں ان لوگوں کے خدشات بے بنیاد نہ تھے جو محکمۂ احتساب کے مظالم میں حصہ دار بننے کی بجائے اس کو اعتدال کا راستہ دکھایا کرتے تھے۔ چنانچہ ان واقعات سے کوئی سات سال بعد ۱۵۰۶ء میں قرطبہ کے محتسب لوسیرد نے تلادیرہ پر یہ الزام عاید کیا کہ وہ اور اس کا پورا خاندان عیسائیت سے منحرف ہو چکا ہے۔ لوگ اس اسّی سالہ بوڑھے پادری کے متعلق ایسی بات ماننے کے لیے تیار نہ تھے۔ لیکن لوسیرد کو محتسبِ اعظم کی تائید حاصل تھی۔ اس نے تلادیرہ پر ہاتھ ڈالنے سے پہلے قرطبہ میں اس کی بہن، بھانجے اور بھانجیوں کو گھیر لیا۔ نوکروں کو گرفتار کر لیا اور ان کی جائیدادیں ضبط کر لیں۔ تلادیرہ مسلسل ایک سال تک قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرتا رہا۔ بالآخر مئی ۱۵۰۷ء میں پاپائے رُوم کی مداخلت سے اسے رہائی نصیب ہوئی، لیکن ایک سال کی ذہنی اور جسمانی اذیتوں کے باعث اس کی صحت اِس

(جاری ہے)

اور مجھے یقین ہے کہ ملکہ اپنی سلطنت کے سب سے بڑے اور سب سے خوب صورت اور خوش حال شہر کو قبرستان بنانا پسند نہیں کریں گی۔"

"فی الحال فرڈی نینڈ ارغون کا اتحاد برقرار رکھنے کے لیے ملکہ کی ناز برداری پر مجبور ہے لیکن جب زیمینیس کی کارگزاری کے نتائج سامنے آئیں گے تو ملکہ کو اس کے متعلق اپنی رائے تبدیل کرنے میں دیر نہیں لگے گی۔"

تلاویرہ نے کہا "لیکن مجھے یقین ہے کہ اب بادشاہ بھی ملکہ کا ہم خیال بن چکا ہے اور زیمینیس اسے یہ اطمینان دلا چکا ہے کہ غرناطہ کے مسلمان اب سر اُٹھانے کے قابل نہیں رہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ زیمینیس ہر روز ملکہ کو یہ اطلاع بھیجتا ہے کہ آج اتنے مسلمان عیسائی ہو چکے ہیں اور اتنے غرناطہ سے

بقیہ حاشیہ صفحہ ٢٣١

قدر تباہ ہو چکی تھی کہ رہائی سے چند روز بعد اس کا سفرِ حیات ختم ہو چکا تھا۔

تلاویرہ کی موت پر فوج کا ایک جرنیل گونزالودی آیورا بادشاہ کے سیکرٹری کے نام اپنے خط میں محکمۂ احتساب کے افسروں کی کارگزاری پر اظہارِ تاسف کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ "ان کے ہاتھوں سلطنت تباہ ہو رہی ہے۔ عیسائیت کی اس سے بڑی توہین اور کیا ہو سکتی ہے کہ لوٹ مار اور قتل و غارت کے علاوہ کسی دوشیزہ یا کسی کی بیوی کی عزت محفوظ نہیں" ــــــ یہ عجیب اتفاق ہے کہ تلاویرہ کی موت سے ایک سال بعد اسی محکمۂ احتساب کے حکم سے ایک طرف بے گناہ قیدی آزاد کیے جا رہے تھے اور دوسری طرف قرطبہ کا محتسب لوسیرو جس کے حکم سے انھیں قید کیا گیا تھا، پابہ جولاں برگس کا رُخ کر رہا تھا اور اسے ہانکنے والے وہی راہب تھے جنھیں اس نے بذاتِ خود بے گناہ لوگوں پر جھوٹے مقدمات بنانے کی تربیت دی تھی۔

فرار ہو چکے ہیں ــــــ ملکہ کھُلے دربار میں اس کی تعریف کرتی ہیں اور طلیطلہ کے امرا اور محتسبِ اعظم کی طرف سے اسے مبارکباد کے پیغام آ چکے ہیں۔ کلیسا کے پادری اس بات سے خوش ہیں کہ مسلمانوں کی تمام مساجد گرجوں میں تبدیل کر دی جائیں گی اور حکومت کے اہلکاروں کو امید ہے کہ وہ مسلمانوں کے اُجڑے ہوئے گھروں پر قبضہ کر لیں گے۔ آپ مجھے یہ تسلی دیا کرتے تھے کہ آپ کی فوج شہر کے حالات خراب نہیں ہونے دے گی، لیکن اب یہ حالت ہے کہ آپ کی فوج پر بھی زیمینیس کا حکم چلتا ہے اور انھیں لُوٹ مار کی کھلی آزادی ہے۔"

مینڈوزا نے جواب دیا "میری مجبوری یہ ہے کہ جو راہب مسلمانوں پر دست درازی کرتے ہیں، ان کی حفاظت فوج کے ذمے ہے اور میں انھیں ان راہبوں کی لُوٹ مار میں حصہ دار بننے سے نہیں روک سکتا۔ سونے اور چاندی کے لیے میرے سپاہیوں کی بھوک کلیسا کے پادریوں سے کم نہیں ہو سکتی۔ کسی اور سے میں شاید ایسی بات نہ کر سکوں لیکن آپ کے سامنے مجھے یہ اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ میں بے بس ہوں اور مجھے اس بات پر شرم محسوس ہوتی ہے کہ میں غرناطہ کا گورنر ہوں۔"

تلاویرہ نے کہا "ہم دونوں بے بس ہیں اور ہماری طرح اسپین کا ہر باضمیر انسان بے بس ہے۔"

وہ کچھ دیر خاموشی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے۔ اچانک زیمینیس ہانپتا ہوا کمرے میں داخل ہوا ــــــ وہ مؤدب کھڑے ہو گئے۔ مینڈوزا نے پوچھا:

"مقدس باپ! خیریت تو ہے۔ آپ بہت پریشان نظر آتے ہیں؟"

زیمینیس نے جواب دیا "میں قطعاً پریشان نہیں ہوں اور آپ کو یہ بتانے

آیا ہوں کہ میں پانچ ہزار مسلمانوں کو اصطباغ دے چکا ہوں۔"

تلاویرہ نے کہا "یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ میرا مطلب ہے کہ پانچ ہزار..."

زمینیس نے جلدی سے بات کاٹتے ہوئے کہا "آپ کا مطلب ہے کہ میں اتنی جلدی پانچ ہزار آدمیوں کو کیسے اصطباغ دے سکتا ہوں ——— لیکن مجھے وقت ضائع کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ میں نے سب پر ایک ہی دفعہ مقدس پانی چھڑک دیا تھا۔ آپ کو میرے طریقِ کار پر کوئی اعتراض ہے؟"

تلاویرہ نے جواب دیا "اگر وہ ہمارے دین کی صداقت پر دل سے ایمان لا چکے ہیں تو مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔"

"میرے پاس اتنا وقت نہیں کہ میں ان کے دل کا حال معلوم کر سکوں۔ انھیں صرف یہ بتانے کی ضرورت تھی کہ اب تم عیسائی ہو اور اگر تم دینِ مسیح سے منحرف ہو گئے تو تمھیں محکمۂ احتساب کو جواب دینا پڑے گا۔"

"مقدس باپ! تشریف رکھیے!" مینڈوزا نے بجھی ہوئی آواز میں کہا۔

"نہیں! میں آپ کو یہ بتانے آیا ہوں کہ آج آٹھ ہزار آدمی شہر سے نکل گئے ہیں۔"

"میں اس دوہری کامیابی پر آپ کو مبارکباد دیتا ہوں۔"

"لیکن مجھے معلوم ہوا ہے کہ اُن کے ساتھ ایک ہزار ایسے لوگ بھی چلے گئے ہیں جنھیں اصطباغ دیا جا چکا تھا ——— میں نے سپاہیوں سے کہا تھا کہ وہ ان کا پیچھا کریں اور انھیں باندھ کر واپس لے آئیں، لیکن فوج کے افسروں نے مجھ سے تعاون نہیں کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ وہ آپ کے حکم کے بغیر انھیں غرناطہ سے باہر گرفتار نہیں کر سکتے۔"

"لیکن وہ آٹھ ہزار آدمیوں کے قافلے سے آپ کے مطلب کے ایک

ہزار آدمیوں کو کیسے چھانٹ سکتے تھے اور انھیں یہ کیسے معلوم ہو سکتا تھا کہ اُن میں سے عیسائی کون ہیں؟"

"میں نے سپاہیوں کو یہ حکم دیا تھا کہ ان سب کو گھیر کر واپس لے آئیں تاکہ میرے آدمی اطمینان سے چھان بین کے بعد اصطباغ لینے والوں کو روک لیں۔ میں نے سپاہیوں کو اس کام پر آمادہ کر لیا تھا لیکن ان کے افسروں نے انھیں روک لیا ہے۔"

مینڈوزا نے جواب دیا "خدا کا شکر ہے کہ کم از کم فوج کے افسروں کو اپنی ذمہ داریوں کا احساس ہے۔"

زمینیس نے تلملا کر کہا "ان کی پہلی ذمہ داری یہ ہے کہ اس ملک میں کلیسا کی توہین نہ ہو اور کلیسا کی اس سے زیادہ توہین کیا ہو سکتی ہے کہ ایک ہزار آدمی عیسائی ہونے کے بعد پھر مسلمان ہو جائیں۔ یہ مسئلہ بہت سنگین ہے۔"

"فادر زمینیس! آپ کو معلوم ہے کہ غرناطہ سے نکلنے والے عام طور پر الفجارہ یا سیرانویدہ کے دوسرے علاقوں کا رخ کرتے ہیں۔"

"مجھے معلوم ہے، اسی لیے میں بھاگتا ہوا یہاں پہنچا ہوں کہ وہ زیادہ دور نہ نکل جائیں۔"

"آپ نے یہ کوہستانی علاقے دیکھے ہیں؟" مینڈوزا نے سوال کیا۔

"میں ان علاقوں کی طرف اس وقت توجہ دوں گا جب غرناطہ میں میرا کام ختم ہو جائے گا۔"

"آپ کو معلوم ہے کہ اگر میرے سپاہی قافلے کا پیچھا کرتے تو انھیں صرف چند میل دور جا کر کس تباہی کا سامنا کرنا پڑتا؟ غرناطہ کے چوراہے میں کتابیں جلانا آسان ہے۔ بالخصوص اس صورت میں جب کہ آپ کے راہبوں کی حفاظت

کے لیے فوج کے مسلح دستے موجود ہوں۔ یہاں لوگوں کے ہجوم پر پانی چھڑک کر یہ اعلان کر دینا بھی آسان ہے کہ اب تم اصطباغ پا چکے ہو ـــــ لیکن کوہستان کے جنگجو مسلمان اہلِ غرناطہ سے مختلف ہیں۔"

"وہ سب ہمارے غلام ہیں اور میں کسی غلام سے نہیں ڈرتا۔"

"لیکن میں ڈرتا ہوں۔ بادشاہ سلامت ان کے ساتھ اُلجھنا پسند نہیں کرتے اور میرا خیال ہے کہ ملکۂ عالیہ بھی یہ پسند نہیں کریں گی کہ انھیں ایک جیتی ہوئی جنگ دوبارہ لڑنی پڑے ـــــ آپ اس لیے نہیں ڈرتے کہ آپ فوجی مسائل کو بھی ایک راہب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ـــــ لیکن میں بدقسمتی سے غرناطہ کا گورنر ہوں اور اگر کوہستان میں بغاوت کی آگ سلگ اٹھی تو اس کی ساری ذمہ داری مجھ پر ڈال دی جائے گی ـــــ اب بھی میں یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ آیندہ چند ہفتوں یا مہینوں تک غرناطہ کے واقعات کا ردِ عمل کیا ہوگا، لیکن ایک بات یقینی ہے کہ اگر ان لوگوں نے بغاوت کر دی تو میری فوج انھیں دبانے کے لیے کافی نہیں ہوگی اور بادشاہ سلامت شاید مزید افواج بھیجنا پسند نہ کریں گے۔"

زمینیس کچھ دیر غم و غصے کی حالت میں مینڈوزا کی طرف دیکھتا رہا اور پھر نڈھال ہو کر کرسی پر بیٹھ گیا۔

ابُوالحسن کے دوست

ایک صبح حبشی غلام ابو یعقوب، جو چند برس میں ایک قوی ہیکل جوان بن چکا تھا، بھاگتا ہوا مصعب کے کمرے میں داخل ہوا اور اس نے کہا "آقا! نیچے دو آدمی آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔ ان کا لباس کسانوں جیسا ہے، لیکن وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم ابوالحسن کے دوست ہیں اور آپ کو بھی جانتے ہیں۔"

مصعب مضطرب ہو کر بولا "ابوالحسن کے متعلق وہ کیا خبر لائے ہیں؟"

"جناب! میں ابُوالحسن کا نام سُنتے ہی اُوپر بھاگ آیا تھا۔"

مصعب جلدی سے اُٹھ کر کمرے سے نکلا اور تھوڑی دیر بعد وہ صحن میں دو آدمیوں کے سامنے کھڑا تھا، جن میں سے ایک کی عمر چالیس سال سے اوپر معلوم ہوتی تھی اور دوسرا تئیس چوبیس سال کا نوجوان دکھائی دیتا تھا۔

بڑی عمر کے آدمی نے مصعب کی پریشان صورت دیکھ کر کہا:

"مصعب! میرا نام یوسف ہے اور میرا خیال ہے آپ مجھے پہچانتے ہیں۔"

"یوسف!" مصعب نے توقف کے بعد مصافحہ کرتے ہوئے کہا "لیکن آپ اس لباس میں؟"

یوسف نے جواب دیا "ان دنوں سفر کرنے کے لیے یہ لباس زیادہ محفوظ ہے۔ (دوسرے آدمی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) یہ عثمان ہے۔"

مصعب نے عثمان سے مصافحہ کرنے کے بعد ہچکچاتے ہوئے پوچھا:

"خدا کے لیے سب سے پہلے مجھے یہ بتایئے کہ آپ ابوالحسن کے متعلق کیا خبر لائے ہیں؟"

"ابوالحسن کے متعلق؟" یوسف حیران ہو کر اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولا "ہم اس کے متعلق صرف یہ جانتے ہیں کہ وہ سلطان کو ساحل پر پہنچا کر آپ کے پاس واپس آ گیا تھا۔"

مصعب نے مایوس ہو کر کہا "تو آپ کو یہ معلوم نہیں کہ وہ کہاں ہے؟"

"بالکل نہیں! سلطان نے مجھ سے اُس کا ذکر کیا تھا کہ عبیداللہ کا بیٹا ابوالحسن زخمی حالت میں اُن کے پاس آیا تھا۔ وہ یہ بھی کہتے تھے کہ اُس نے غرناطہ کے راستے میں وزیر ابوالقاسم کو اپنی آنکھوں سے قتل ہوتے دیکھا تھا اور سلطان نے اسے اپنے پاس ٹھہرا لیا تھا ——— پھر چند دن بعد جب سلطان نے ہجرت کی تو وہ انھیں ساحل ہی پر چھوڑ کر واپس آ گیا تھا۔ ملکہ نے میری بیوی کو بتایا تھا کہ اس کی شادی آپ کے خاندان کی ایک نیک دل لڑکی سے ہونے والی تھی اور انھیں یہ امید تھی کہ شادی کے بعد وہ اپنی بیوی کے ساتھ مراکش پہنچ جائے گا۔ لیکن آپ بہت پریشان معلوم ہوتے ہیں؟"

مصعب نے کہا "معاف کیجیے! مجھے یہ بھی احساس نہیں ہوا کہ آپ یہاں کھڑے ہیں۔ تشریف لایئے! ہم اطمینان سے باتیں کریں گے۔"

تھوڑی دیر بعد وہ بالائی منزل کے ایک کشادہ کمرے میں بیٹھے ہوئے تھے اور مصعب انھیں ابوالحسن کی سرگزشت سنا رہا تھا۔ سعاد اور اس کی خالہ

برابر کے کمرے میں ایک نیم وا دروازے کے پیچھے کھڑی تھیں۔

آخر میں یوسف نے پوچھا "آپ کو یقین ہے کہ وہ زندہ ہے؟"

مصعب نے جواب دیا "مجھے تو یقین نہیں، لیکن سعاد کو یقین ہے کہ وہ ضرور واپس آئے گا۔ یہی وجہ ہے کہ ان گنت خطرات کے باوجود وہ یہاں سے ہجرت کرنے کے لیے تیار نہیں۔"

"حارث نے آپ کو یہ نہیں بتایا کہ نصرانی اسے کہاں لے گئے ہیں؟"

"نہیں! وہ ہمیشہ مجھے یہ کہہ کر ٹال دیتا ہے کہ ڈان لوئی اسے کسی دن ضرور رہا کر دے گا۔ میں اس بات پر اصرار نہیں کرتا کہ وہ کہاں ہے، کیونکہ اگر مجھے معلوم بھی ہو جائے تو بھی میں اس کے لیے کچھ نہیں کر سکتا ——— اگر وہ حارث کے قلعے کے کسی تہہ خانے میں پڑا ہوا ہو، تو بھی میں اس کی مدد نہیں کر سکتا۔"

یوسف نے کہا "وہ قلعہ ہم راستے میں دیکھ چکے ہیں اور اگر اس بات کا ذرا بھی شک ہو کہ ابوالحسن وہاں ہے، تو ایک ہفتے کے اندر اندر وہ اور آپ سب ہمارے ساتھ جہاز پر مراکش کا رُخ کر رہے ہوں گے۔"

"وہ الفجارہ میں نہیں ہے۔ نصرانی اسے کسی ایسی جگہ لے گئے ہیں جہاں ہماری رسائی نہیں ہو سکتی، اور حارث قسمیں کھاتا ہے کہ اسے کچھ معلوم نہیں۔"

اچانک سعاد چہرے کا نقاب درست کرتی ہوئی کمرے میں داخل ہوئی اور اس نے کہا "حارث کو ہم سچ بولنے پر مجبور نہیں کر سکتے، لیکن ابوالحسن کے متعلق حارث سے پوچھے بغیر بھی یہ معلوم کیا جا سکتا ہے کہ وہ کہاں ہیں۔ اُنھیں سلطان کے ایک نوکر پر شبہ تھا کہ وہ نصرانیوں کا جاسوس ہے اور جب ابوالحسن سلطان کو ساحل پر پہنچا کر واپس آئے تھے تو وہ اُن کے ساتھ

تھا۔ اس کا نام ابوعامر ہے ——— اور حارث نے سلطان کے کئی اور نوکروں کی طرح اسے بھی ملازم رکھ لیا تھا ——— وہ قلعے میں کام کرتا ہے لیکن اس کا گھر پاس ہی ایک گاؤں میں ہے۔ میں ابویعقوب سے اس کے گھر کا پتہ معلوم کرنے کے بعد اُس کی بیوی کے پاس گئی تھی اور پھر وہ میرے پاس یہ اطلاع لے کر آئی تھی کہ ابوالحسن زندہ ہے لیکن اس کے خاوند نے اسے یہ نہیں بتایا کہ وہ کہاں ہے۔ اس کے باوجود مجھے یقین ہے کہ وہ بہت کچھ جانتا ہے ——— ابوالحسن کی گرفتاری کے بعد وہ چند ماہ کے لیے لاپتہ ہوگیا تھا اور اس کی بیوی کو بھی اس بات کا علم نہیں کہ وہ کہاں گیا تھا؟ میرا تو خیال تھا کہ اس سے اچھی طرح پوچھنے کی کوشش کی جائے، لیکن خالو جان یہ کہتے تھے کہ اگر وہ جاسوس ہے تو اس سے کوئی بات کرنا سُودمند نہیں ہوگا۔"

مصعب نے کہا "میں واقعی یہ بات محسوس کرتا ہوں کہ اگر اُس نے ابوالحسن کو گرفتار کروایا ہے، تو اس کا پیچھا کرنے سے ہم سب پر مصیبت آ جائے گی۔ سعاد کا اس کی بیوی کے پاس جانا بھی مناسب نہ تھا۔"

"ابویعقوب کون ہے؟" یوسف نے سوال کیا۔

مصعب نے جواب دیا "وہ ہمارا ایک انتہائی وفادار نوکر ہے۔"

یوسف نے سعاد کی طرف دیکھا اور کہا "بیٹی! بیٹھ جاؤ!! اگر حارث یا اُس کے کسی نوکر کو یہ معلوم ہے کہ ابوالحسن کہاں ہے تو ہم اس کا پتا لگائے بغیر واپس نہیں جائیں گے۔ پھر اگر اس کے قید خانے تک میری رسائی ہوسکی، تو اس کی رہائی کی پوری کوشش کی جائے گی اور اگر اسے کسی ایسی جگہ بھیجا جاچکا ہے جہاں ہم فوراً نہ پہنچ سکیں تو تمھیں کچھ عرصہ انتظار کرنا پڑے گا۔ ہم بہت

جلد واپس جارہے ہیں، اور یہ اب حالات پر منحصر ہے کہ ہم کتنی جلدی ابوالحسن کی رہائی کی مہم کے لیے تیار ہوسکیں گے۔"

سعاد کی آنکھوں میں تشکر کے آنسو جھلک رہے تھے۔

یوسف نے قدرے توقف کے بعد مصعب کی طرف متوجہ ہوکر کہا:

"یہاں آکر مجھے غرناطہ کے بارے میں جو معلومات حاصل ہوئی ہیں، اُن سے میرا اندازہ ہے کہ الفجارہ کے مسلمان زیادہ دیر اطمینان کا سانس نہیں لے سکیں گے ——— غرناطہ سے سینکڑوں نئے مہاجر یہاں پہنچ چکے ہیں۔ ان حالات میں میرا مشورہ یہی ہے کہ آپ ہمارے ساتھ چلیں، آج سے سات دن بعد ہمارا جہاز پہنچ جائے گا۔"

سعاد اپنے آنسو پونچھتے ہوئے بولی "مجھے یقین ہے کہ وہ یہاں ضرور آئے گا، اور میں مرتے دم تک اس کا یہیں انتظار کروں گی۔"

عثمان جو اب تک خاموش بیٹھا تھا، مصعب سے مخاطب ہوا:

"آپ ابویعقوب کو یہ ہدایت کردیں کہ ہمارے کہنے پر عمل کرے۔ انشاءاللہ رخصت ہونے سے پہلے ہم آپ کو یہ بتا سکیں گے کہ ابوالحسن کہاں ہے اور اس کے دوست کب اور کس حد تک اس کی مدد کرسکتے ہیں۔ اگر آپ کی اس بات سے کچھ تسلی ہوسکتی ہے تو میں یہ بتا سکتا ہوں کہ ابوالحسن کا ایک بہی خواہ بحیرۂ روم میں ترکی بیڑے کے امیرالبحر کا ایک نائب ہے اور اُندلس کے ساحلی علاقے کی کوئی آبادی ہمارے جنگی جہازوں سے محفوظ نہیں۔"

سعاد نے پُرامید ہوکر کہا "ابویعقوب کے متعلق آپ مطمئن رہیں، وہ ہمارے لیے بڑی سے بڑی قربانی بھی دے سکتا ہے۔"

○

چاند کی دسویں رات تھی۔ غروبِ آفتاب سے ایک ساعت بعد ابو عامر حسبِ معمول اپنے کام سے فارغ ہو کر قلعے سے نکلا اور اپنے گاؤں کی طرف چل پڑا۔ ہوا خوشگوار تھی اور اس نے کچھ دیر آہستہ آہستہ گنگنانے کے بعد کوئی گیت گانا شروع کر دیا۔ اس کی رفتار کبھی تیز اور کبھی سست ہو رہی تھی۔ نصف گھنٹہ بعد اس نے گاؤں کی ایک کشادہ گلی کے بائیں ہاتھ پہلے مکان کے دروازے پر دستک دی۔ کسی نے اندر سے کنڈی کھولی اور اس نے اندر داخل ہوتے ہی کہا "عمارہ! مبارک ہو!! حارث نے وعدہ کیا ہے کہ جب مصعب ہجرت کرے گا تو ابو القاسم کی زمین کی تقسیم سے ہمیں بھی حصہ ملے گا۔"

اچانک یوسف نے اپنے آہنی ہاتھوں سے اس کا گلا دبوچ لیا اور اسے عمارہ کی بجائے بارُعب مردانہ آواز سُنائی دی "مصعب ابھی ہجرت نہیں کرے گا۔"

خوف اور اپنے گلے پر آہنی گرفت کے باعث اُس کے حلق سے کوئی اور آواز نہ نکل سکی ——— وہ اپنے سامنے ایک دراز قامت آدمی کو دیکھ رہا تھا۔

یوسف نے اپنے ہاتھوں کی گرفت قدرے ڈھیلی کرتے ہوئے کہا "تم ہماری حراست میں ہو، اگر چلانے کی کوشش کی تو تمھاری پہلی چیخ، آخری چیخ ہو گی۔"

اس نے سہمی ہوئی آواز میں کہا "میری بیوی اور بچے کہاں ہیں؟"

"وہ گاؤں سے باہر تمھارا انتظار کر رہے ہیں۔ اگر تم ان کی زندگی چاہتے

ہو تو ہمارے ساتھ چلو!"

"لیکن آپ کون ہیں اور کیا چاہتے ہیں؟"

یوسف نے اسے جھنجھوڑنے کے بعد اپنا خنجر نکال کر اس کی گردن پر رکھتے ہوئے کہا "بے وقوف! آہستہ بولو، ورنہ یہ خنجر بہت تیز ہے۔ اگر تمھیں اپنی جان عزیز نہیں تو اپنے بیوی بچوں کی سلامتی کے لیے میرے ساتھ چلو۔ ہم کسی محفوظ جگہ پہنچ کر تم سے چند باتیں پوچھنا چاہتے ہیں اور تمھاری زندگی کا انحصار اس بات پر ہو گا کہ تم کس حد تک سچ بولتے ہو ——— تمھاری بیوی اور بچے بہرحال محفوظ رہیں گے۔ ہم انھیں تمھارے جرائم کی سزا نہیں دے سکتے۔"

ابو عامر خاموشی سے اس کے ساتھ چل دیا۔ یوسف نے ایک ہاتھ سے اُس کا بازو پکڑ رکھا تھا۔

گاؤں سے باہر نکل کر یوسف نے اِدھر اُدھر دیکھ کر کہا "ابو عامر! اب تمھارے اطمینان کے لیے میں تمھیں یہ بات بتا سکتا ہوں کہ تمھاری بیوی اور بچے اس وقت اُس آدمی کی پناہ میں ہیں، جو اپنی شادی کے دن گرفتار ہوا تھا، اور ایک طویل قید کا اُس پر اتنا اثر ہوا ہے کہ وہ کسی شوہر اور بیوی کی جُدائی برداشت نہیں کر سکتا، ورنہ اِس وقت تم زندہ نہ ہوتے۔"

"ابو الحسن!" اس نے تڑپ کر کہا "لیکن..... لیکن وہ تو...."

"ہاں! ہاں!! تم خاموش کیوں ہو گئے؟ شاید وہ تمھیں یہی بتانے آیا ہو کہ وہ قید سے کیسے فرار ہوا اور یہاں کیسے پہنچ گیا! اور کسی کے خوف سے تمھارے گھر میں بات کرنا مناسب نہ سمجھتا ہو ——— ہم مصعب کے گھر جانے کی بجائے سیدھے تمھارے گھر آئے ہیں۔"

"لیکن مصعب کے گھر کا راستہ تو دوسری طرف ہے۔ آپ مجھے کہاں لیے جا رہے ہیں؟"

"بے وقوف! ابو الحسن مصعب کے گھر جانے سے پہلے یہ تسلی کرنا چاہتا ہے کہ تم اسے دوبارہ تو گرفتار نہیں کرا دو گے ــــــ میں تم سے یہ بات اس لیے کہہ رہا ہوں کہ تم اس کے ساتھ سوچ سمجھ کر بات کرو۔ اگر تم اپنے جرم کا اعتراف کر لو گے تو ممکن ہے کہ ابو الحسن تمھیں اور تمھارے بچوں کو تمھاری بیوی کے سامنے قتل کرنا پسند نہ کرے۔"

ابو عامر نے ڈوبتی ہوئی آواز میں کہا "خدا کے لیے میری مدد کیجیے! میں آپ کو سب کچھ بتا دوں گا۔"

"کیا یہ بہتر نہیں ہو گا کہ ابو الحسن کا سامنا کرنے سے پہلے تم مجھے اصل واقعات بتا دو۔ ہو سکتا ہے اپنے جرم کے اعتراف سے تمھاری جان بچ جائے ــــــ جہاں تک میں سمجھ سکا ہوں، ابو الحسن کی نگاہ میں بھی تم ایک چھوٹے مجرم ہو ــــــ بڑا مجرم حارث ہے اور تم اس کے جاسوس ہو۔"

ابو عامر نے قدرے توقف کے بعد کہا "مجھ سے ایک گناہ ہو گیا تھا، اور اب میں بہت پچھتا رہا ہوں۔ اگر ڈان لوئی ابو الحسن کو بلنسیہ نہ بھیج دیتا تو میں اس کی بیوی اور مصعب کو ضرور اُس کے متعلق اطلاع دیتا ــــــ غرناطہ میں شاید کوئی اس کی مدد کر سکتا، لیکن بلنسیہ تک کسی کی رسائی ممکن نہ تھی۔ اُس کا، کاؤنٹ ڈان لوئی کی قید سے نکلنا اور یہاں پہنچ جانا ایک معجزہ ہے۔ میں وہ جگہ دیکھ چکا ہوں جہاں اُس کے غلام رہتے ہیں۔ میں سمندر کے کنارے اس کا قلعہ اور محل بھی دیکھ چکا ہوں۔ ڈان لوئی کے انتظامات ایسے ہیں کہ کسی غلام کے فرار ہونے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔"

"تم بلنسیہ تک ابو الحسن کے ساتھ گئے تھے؟"

"یہ ایک مجبوری تھی۔ مجھے حارث نے رات کے وقت یہاں سے اُن کی راہنمائی کے لیے روانہ کیا تھا، اور وہ مجھے غرناطہ لے گئے، پھر مجھے اُن کے سپاہیوں کے ساتھ جانا پڑا جو ڈان لوئی کے غلاموں کو اُس کی جاگیر تک پہنچانے گئے تھے۔"

"تم کتنے دن وہاں ٹھہرے تھے؟"

"مجھے انھوں نے چھ ماہ کے لیے روک لیا تھا۔"

"تمھیں ڈان لوئی کے قید خانے کا محلِ وقوع یاد ہے؟"

"ہاں! وہ صرف اس حد تک قید خانہ ہے کہ رات کو دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور سپاہی پہرا دیتے ہیں۔ دن کے وقت کسی کے بھاگ نکلنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اب تک جتنے غلاموں نے بھاگ نکلنے کی کوشش کی ہے، وہ سب پکڑے گئے ہیں۔ میں نے دو غلام ایسے دیکھے ہیں جن کے نصف پاؤں کٹے ہوئے تھے ــــــ"

یوسف نے پوچھا "سمندر وہاں سے کتنی دُور ہے؟"

"اس کا محل خلیج کے سرے پر ہے جو ساحل سے کوئی چار میل تک اندر چلی گئی ہے۔ بلنسیہ کی بندرگاہ وہاں سے تین منزل دُور ہے۔"

"غلام اس کے کھیتوں میں کام کرتے ہیں؟"

"ہاں! ابو الحسن نے آپ کو سب کچھ بتا دیا ہو گا۔"

"ابو الحسن نے مجھے کچھ نہیں بتایا۔"

ابو عامر حیرت سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔

"میں سچ کہتا ہوں" یوسف نے کہا "ادھر دیکھو! اُس درخت کے

قریب تمھاری بیوی اور لڑکے تمھارا انتظار کر رہے ہیں، اُنھیں یہ سمجھاؤ کہ اگر انھیں تمھاری زندگی مطلوب ہے تو خاموشی سے ہمارے ساتھ چلتے رہیں۔ آگے ایک بستی سے ان کے لیے سواری کا انتظام ہو جائے گا۔"

"لیکن آپ نے وعدہ کیا تھا کہ میں سچ بول کر اپنی جان بچا سکتا ہوں۔"

"میں اپنے وعدے پر قائم ہوں۔"

"آپ ابوالحسن سے میری جان بخشی کروانے کا وعدہ کرتے ہیں؟ مجھے اس کا سامنا کرتے ہوئے خوف محسوس ہو رہا ہے۔"

"بے وقوف! جب تم ابوالحسن کا سامنا کرو گے تو تم اس کی پناہ میں ہو گے۔ اس وقت تم میری پناہ میں ہو۔"

"آپ کا مطلب ہے کہ ابوالحسن یہاں نہیں ہے؟"

"نہیں!"

"آپ ہمیں کہاں لیے جا رہے ہیں؟"

"کسی ایسی جگہ جو تمھارے بچوں کے لیے البجارہ سے زیادہ محفوظ ہے اور تم وہاں ہمارے قیدی نہیں ہو گے۔ اگر تم رضاکارانہ طور پر اپنے گناہوں کی تلافی کے لیے آمادہ ہو گئے تو تمھاری بیوی اور بچے اپنے آپ کو خوش نصیب سمجھیں گے۔"

وہ درخت کے قریب پہنچے۔ عمارہ نے اپنے شوہر کو دیکھ کر اطمینان سے کہا "آپ فکر نہ کریں! ہمیں ان سے کوئی خطرہ نہیں۔"

ابوعامر نے اپنے چھوٹے لڑکے کو اُٹھا کر گلے لگایا اور بڑا لڑکا بھی اُس کے ساتھ چمٹ گیا۔

یوسف نے حبشی ملازم سے مخاطب ہو کر کہا "ابوالیعقوب! تم واپس

جاؤ اور انھیں یہ بتاؤ کہ ہمیں ابوالحسن کا سُراغ مل گیا ہے اور ہم اسے گرفتار کروانے والے کو اپنے ساتھ سمندر پار لیے جا رہے ہیں۔ ساحل سے حارث کو یہ اطلاع بھیج دی جائے گی کہ وہ ہجرت کر کے افریقہ جا رہا ہے اور جب تم مصعب کو سارے حالات بتاؤ گے تو وہ سمجھ جائے گا کہ ہم اس سے دوبارہ ملاقات کیے بغیر کیوں جا رہے ہیں۔ ہمیں ابوالحسن کے متعلق تمام باتیں معلوم ہو چکی ہیں اور ابوعامر اب ہمارا ساتھی بن چکا ہے۔ ہمیں توقع سے زیادہ کامیابی ہوئی ہے اور ہم اس کامیابی سے پورا فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں۔"

عثمان نے کہا "تم ابوالحسن کی بیوی کو میری طرف سے یہ پیغام دو کہ میں ابوالحسن کو اپنا بھائی سمجھتا ہوں ——— اور میں اس کے لیے بڑے سے بڑا خطرہ مول لینے کے لیے تیار ہوں۔"

یوسف نے کہا "اب جاؤ اور مصعب کے گھر سے باہر کسی دوسرے آدمی سے ان باتوں کا ذکر نہ کرنا۔"

"جی! میں بے وقوف نہیں ہوں ——— خدا آپ کا حامی و ناصر ہو! میں آپ کی راہ دیکھا کروں گا۔" ابوالیعقوب یہ کہہ کر وہاں سے چل دیا۔

عثمان نے ابوعامر سے مخاطب ہو کر کہا "تم سب خاموشی سے ہمارے ساتھ چلتے رہو۔ اگر کوئی پوچھے تو اسے کہو کہ ہم غرناطہ کے مہاجر ہیں۔ میرے پاس دو طمنچے اور ایک خنجر ہے اور ذرا سی غلطی تمھارے لیے جان لیوا ثابت ہو سکتی ہے۔"

وہ خاموشی سے اُن کے ساتھ چل دیے۔

کچھ فاصلہ طے کرنے کے بعد یوسف نے کہا "ابوعامر! تم اپنے بچوں کو یہ تسلی دے سکتے ہو کہ راستے میں اُن کے لیے سواری کا انتظام

ہو جائے گا اور پھر ہم اطمینان سے جہاز پر سفر کر سکیں گے۔"

آدھی رات کے قریب وہ ایک بستی میں رُکے، جس کا رئیس یوسف کا پُرانا دوست تھا۔ اُس نے انھیں ٹھہرانے پر اصرار کیا، لیکن یوسف نے کہا "ان قیدیوں کی وجہ سے میں چند میل دُور جا کر آرام کروں گا۔ راستے میں کئی اور دوست ہیں جن کے پاس مجھے رُکنا پڑے گا۔ آپ صرف اگلی منزل تک ہمارے لیے سواریوں کا انتظام کر دیں"۔۔۔۔۔۔

تھوڑی دیر بعد ابو عامر اور اس کی بیوی ایک ایک بچے کے ساتھ خچروں پر اور یوسف اور عثمان گھوڑوں پر سفر کر رہے تھے۔ بستی کے تین چار نوجوانوں نے خچروں کی باگیں پکڑ رکھی تھیں۔

الفجارہ سے الجزائر تک

سات دن بعد مہاجرین سے بھرا ہوا ایک ترکی جہاز جس پر مراکش کا جھنڈا نصب تھا، افریقہ کا رُخ کر رہا تھا اور عثمان ایک کسان کی بجائے بحری افسر کے لباس میں ملاحوں کو ہدایات دے رہا تھا۔۔۔۔۔۔

ابو عامر کی بیوی اور بچے مہاجرین کے ساتھ بے تکلفی سے باتیں کر رہے تھے۔ یوسف اور عثمان نے کسی کو یہ احساس نہیں ہونے دیا تھا کہ ابو عامر اور اُس کے بچے جہاز پر قیدیوں کی حیثیت سے جا رہے ہیں۔

عمارہ پہلے دن ہی کئی عورتوں کے ساتھ باتیں کر چکی تھی اور اس کے دل میں اگر کوئی خوف تھا تو وہ دُور ہو چکا تھا ۔۔۔۔۔۔ ابو عامر کو اب تک اپنے مستقبل کے متعلق اطمینان نہیں تھا۔ وہ اس بات سے ڈرتا تھا کہ یوسف اور عثمان کی نرمی کسی وقت بھی سختی میں تبدیل ہو سکتی ہے۔ تاہم جب وہ یہ سوچتا کہ اس کی بیوی اور بچے ترکوں کی پناہ میں جا رہے ہیں تو اسے ایک گونہ اطمینان محسوس ہوتا۔

سفر کی دوسری شام عثمان اور یوسف جہاز کے عرشے پر کھڑے آپس میں باتیں کر رہے تھے، ابو عامر جھجکتے ہوئے ان کے قریب پہنچا اور سہمی ہوئی آواز میں بولا "جناب! میں آپ سے کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔"

"کہو!" یوسف نے کہا۔

"جناب! میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ مجھے آپ ابوالحسن کی رہائی کے بارے میں ہر وقت جان کی بازی لگانے کے لیے تیار پائیں گے۔ میرے لیے اس سے بڑا اطمینان اور کیا ہو سکتا ہے کہ میرے بعد میرے بچے بے سہارا نہیں ہوں گے ——— مجھے امید ہے کہ آپ مجھے اپنے گناہوں کا کفارہ ادا کرنے کا موقع دیں گے۔"

یوسف نے کہا "اس بات کا فیصلہ تمھاری بیوی اور بچوں کو الجزائر پہنچانے کے بعد کیا جائے گا کہ تم ابوالحسن کی رہائی کے لیے کیا کر سکتے ہو۔"

"میرا خیال تھا کہ آپ مراکش جا رہے ہیں۔"

"یہ جہاز مراکش سے ہو کر جائے گا اور میں وہیں رہتا ہوں۔"

عثمان نے کہا "جب تمھارا خوف دُور ہو جائے گا تو ہم کسی دن اطمینان سے باتیں کریں گے۔ میں الجزائر میں اپنے افسروں سے مشورہ کرنے کے بعد ہی تمھیں یہ بتا سکتا ہوں کہ تم سے کیا کام لیا جا سکتا ہے۔ ممکن ہے کہ نائب امیرالبحر ہمیں راستے میں ہی مل جائیں اور ہماری توقع سے پہلے ہی تمھیں مہم پر بھیج دیا جائے! لیکن بلنسیہ کے ساحل پر اتارنے سے پہلے تمھیں کافی تربیت دی جائے گی۔ تم اسپینی زبان جانتے ہو؟"

"جی ہاں! مرسیہ سے غرناطہ فرار ہونے سے قبل میں ایک نصرانی کا غلام تھا ——— پھر قلعے میں حارث کے ساتھ چند عیسائی بھی ملازم تھے اور میں ان کے ساتھ ہمیشہ اسپینی زبان میں گفتگو کیا کرتا تھا۔ زبان کا مسئلہ میرے لیے رکاوٹ نہیں بن سکتا۔"

عثمان نے کہا "تمھیں یہ سمجھنے میں کافی دن لگ جائیں گے کہ تم کو بلنسیہ

کیسے پہنچنا ہے اور وہاں جا کر کیا کرنا ہے۔"

ابو عامر نے کہا "آپ کو میری باتوں پر یقین نہیں آئے گا۔ کبھی کبھی آپ کا نیک سلوک دیکھ کر مجھے خیال آتا ہے کہ میں سمندر میں چھلانگ لگا دوں ——— میں محسوس کرتا ہوں کہ ابوالحسن کو واپس لائے بغیر مجھے چین نصیب نہیں ہو گا ——— اس لیے میں چاہتا ہوں کہ الجزائر پہنچ کر آپ مجھے کسی تاخیر کے بغیر اس مہم پر بھیج دیں ——— میرے اضطراب کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ڈان لوئی کے متعلق میں نے سُنا تھا کہ جب اس کے پاس غلاموں کی تعداد زیادہ ہو جاتی ہے تو وہ اُن میں سے بعض کو مغرب کی نئی دُنیا کے آبادکاروں کے ہاتھ فروخت کر دیتا ہے، لیکن جو لوگ زیادہ تندرست ہوتے ہیں، انھیں وہ کسی قیمت پر فروخت نہیں کرتا ——— وہاں ایک یہودی غلام نے مجھے یہ بھی بتایا تھا کہ وہ بذاتِ خود نئی دنیا میں آباد ہونا چاہتا ہے اور اس کی خواہش ہے کہ وہاں اس کی جاگیر آباد کرنے کے لیے بہترین آدمی ہوں۔ ابوالحسن کو بلنسیہ گئے ایک مدّت گزر چکی ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ ڈان لوئی نے اسے نئی دنیا[1] روانہ نہ کر دیا ہو۔"

عثمان نے کہا "اس صورت میں ہم شاید دعاؤں کے سوا کچھ نہ کر سکیں۔"

ابو عامر نے کہا "مجھے ایک اور خطرہ ہے۔"

"وہ کیا؟" عثمان نے پوچھا۔

---

[1] امریکہ — کرسٹوفر کولمبس سقوطِ غرناطہ سے چند ماہ بعد مغرب کی نئی دنیا دریافت کر چکا تھا۔ اس نے سینٹا فے میں فرڈی نینڈ اور ملکہ ازابیلا سے ملاقات کی تھی اور اس ملاقات میں بادشاہ اور ملکہ نے اسے بحری مہم کیلیے مدد دینے کا وعدہ کیا تھا، جس کے نتیجے میں امریکہ دریافت ہوا تھا۔

”بلنسیہ کے حالات غرناطہ سے یکسر مختلف ہیں۔ وہاں جو ظلم پہلے یہودیوں پر ہوتا تھا، اس سے زیادہ اب مسلمانوں پر ہو رہا ہے۔ پادری اور لارڈ بشپ تورکیمیڈا کے اس حکم پر سختی سے عمل کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ مسلمانوں کو جبراً عیسائی بنا لیا جائے۔ بلنسیہ کے بڑے بڑے زمیندار جن کی خوشحالی کا انحصار اپنے مسلمان کاشتکاروں، نوکروں اور غلاموں کی محنت پر ہے، یہ نہیں چاہتے کہ اُن پر سختی کر کے انھیں فرار ہونے پر مجبور کر دیا جائے ——— وہ حتی الامکان انھیں پناہ دینے کی کوشش کرتے ہیں لیکن کلیسا کے جاسوس ہر جگہ موجود ہیں اور جب کسی پر یہ الزام لگا دیا جاتا ہے کہ اس سے دانستہ دینِ مسیحؑ کے خلاف کوئی گستاخی ہوئی ہے تو جاگیردار اسے سزا دینے پر مجبور ہو جاتے ہیں ——— پہلی بار اسے کوڑے مارنے پر اکتفا کیا جاتا ہے اور اس کے بعد اگر اس کے خلاف کلیسا کو کوئی شکایت ہو تو اسے انکوی زیشن کے حوالے کر دیا جاتا ہے اور انکوی زیشن کی سزائیں ایسی ہوتی ہیں کہ انسان ہر لحہ موت کی تمنا کرتا ہے ——— میری موجودگی میں ابوالحسن نے ایک بار دس کوڑے کھائے تھے۔ وہ نماز پڑھ رہا تھا اور پادری کو یہ بات پسند نہیں تھی۔ وہ کہتا تھا کہ میں تمام قیدیوں پر متبرک پانی چھڑک چکا ہوں، اس لیے مسلمان قیدیوں کے متعلق بھی یہی سمجھا جائے گا کہ وہ اصطباغ پا چکے ہیں ——— ابوالحسن نے نماز پڑھتے ہوئے کوڑے کھائے تھے اور پادری کی یہ کوشش تھی کہ اسے انکوی زیشن کے سپرد کر دیا جائے، لیکن ڈان لوئی کے کارندے نے شاید پادری کو کچھ دے کر یہ معاملہ رفع دفع کر دیا۔ مجھے بار بار خیال آتا ہے کہ اب حالات زیادہ خراب ہو گئے ہوں گے۔ ابوالحسن جان دے دے گا لیکن اپنا دین چھوڑنا پسند نہیں کرے گا ——— ابوالحسن کاؤنٹ ڈان لوئی اور اُس کے کارندے کو اس لیے پسند

ہے کہ وہ سرکش گھوڑوں کو ٹھیک کرنے کے علاوہ ان کی بہت سی بیماریوں کا علاج بھی جانتا ہے، لیکن مجھے ڈر ہے کہ وہ اُسے زیادہ عرصہ پادری کے عتاب سے نہیں بچا سکے گا۔“

عثمان بولا ”تمھاری باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ڈان کوئی اور حارث، دونوں تمھیں قابلِ اعتماد سمجھتے ہیں؟“

”ہاں جناب! میں حارث کے جرائم میں شریک ہوں اور ڈان لوئی مجھے نصرانی حکومت کا وفادار سمجھتا ہے۔“

”چھ مہینے کافی لمبا عرصہ ہوتا ہے اور میرا خیال ہے کہ تم ڈان لوئی کے قلعے، محل اور غلاموں کی رہائش گاہوں کے متعلق کافی واقفیت حاصل کر چکے ہو گے؟“

”جناب! میں کبھی کبھی اُن کے گھر میں غرناطہ کے کھانے بھی پکایا کرتا تھا اور مجھے ہر جگہ گھومنے پھرنے کی عام آزادی تھی ——— جب ڈان لوئی نے مجھے ابوالحسن کو غرناطہ سے بلنسیہ پہنچانے والے سپاہیوں کا ساتھ دینے کا حکم دیا تھا تو اس کی یہ خواہش تھی کہ میں غلاموں پر جاسوسی کرنے کے لیے وہیں رہوں۔ اُس نے مجھے بہت اچھی تنخواہ دینے کا وعدہ کیا تھا، لیکن میں نے منت سماجت کے بعد اس شرط پر جان چھڑالی کہ جب میں الفجارہ چھوڑنے کی ضرورت محسوس کروں گا تو اپنی بیوی اور بچوں کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں گا۔ پھر بھی مجھے چھ ماہ ڈان لوئی کی جاگیر پر رہنا پڑا۔ اس کے بعد انھوں نے مجھ پر یہ احسان کیا کہ مجھے دس دوکٹ انعام دیے اور جہاز کے ذریعے واپس بھیج دیا۔“

”اس کا مطلب ہے کہ تم وہاں کے حالات سے واقف ہو اور حارث کے ایلچی بن کر وہاں جا سکتے ہو؟“

"ہاں جناب! ——— اگر میں اسے یہ بتا دوں کہ اب ایسے
حالات ہو گئے ہیں کہ الفجارہ کے کئی لوگ نئی دنیا میں آباد ہونے کے لیے تیار
ہیں یا چند آدمیوں کو جبراً پکڑا جا سکتا تو اسے میری باتوں پر یقین آ جائے گا
لیکن مجھے بار بار یہ خدشہ محسوس ہوتا ہے کہ ہماری طرف سے کوئی اعانت ملنے سے
قبل ابوالحسن نئی دنیا نہ پہنچ چکا ہو!"

یوسف نے مداخلت کرتے ہوئے کہا "جب قدرت کسی کی مدد کرنا
چاہتی ہے تو حالات خود بخود پیدا ہو جاتے ہیں۔ مراکش میں سلطان اور ملکہ سے
میری ملاقات کے دوران ابوالحسن کا ذکر آ گیا تھا، پھر میں اسے تلاش کرتا رہا،
لیکن جو نئے مہاجرین آئے تھے، ان میں سے کوئی اُس کا پتا نہ دے سکا۔
اس کے بعد میں اپنے رفیقوں سے ملنے الجزائر گیا۔ وہاں نائب امیر البحر
سلمان، عثمان اور ابوالحسن کے چند اور دوستوں سے ملاقات ہوئی ——— وہ
اسے بہت یاد کرتے تھے اور جب میں نے انھیں یہ بتایا کہ میں الفجارہ کے
حالات معلوم کرنے کے لیے چند دنوں تک وہاں جانا چاہتا ہوں تو سلمان نے نہ
صرف یہ تاکید کی کہ میں ابوالحسن کا پتا لگا کے آؤں بلکہ مجھے اُندلس کے ساحل پر اُتارنے
کے لیے ایک جہاز بھی بھیج دیا ——— عثمان اس جہاز کے کپتان کا نائب
ہے۔ اسے الفجارہ کے سفر میں میرا ساتھ دینے کی اجازت مل گئی تھی ———
پھر تمھارا قلعے کے اندر رہنے کی بجائے ایک گاؤں میں سکونت اختیار کرنا، غروبِ
آفتاب کے بعد ہمیں اس بات کا موقع مل جانا کہ تمھاری بیوی اور بچوں کو گاؤں سے
باہر لے جائیں، پھر تمھارا آرام سے گرفتار ہو جانا اور بالآخر اتنی جلدی راہِ راست
پر آ جانا، یہ تمام باتیں بے مقصد نہیں ہو سکتیں ——— مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے
کہ اللہ نے اس معصوم لڑکی کی دعائیں سن لی ہیں اور وہ تمھیں اپنے جرم کی تلافی کا

موقع دینا چاہتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ تمھاری ذہنی کایا پلٹ میں تمھاری بیوی کی
دعاؤں کا بھی دخل ہو ——— وہ مجھے ایک اچھی لڑکی معلوم ہوتی ہے۔"

ابوعامر نے کہا "جب سے ابوعبداللہ نے ہجرت کی ہے، وہ ہمیشہ یہ دعا
کیا کرتی ہے کہ اللہ ہمیں بھی ہجرت کا موقع دے۔ اس شام جب آپ نے مجھے
گرفتار کر لیا تھا، میں گھر میں داخل ہوتے ہی اسے یہ مژدہ سنانا چاہتا تھا کہ زمین
مل جانے کے بعد ہم اتنے خوش حال ہو جائیں گے کہ تم ہجرت کے متعلق سوچنا
بھی پسند نہیں کرو گی۔"

عثمان نے کہا "اگر تم نیک نیتی کے ساتھ اپنے بچوں کا مستقبل مسلمانوں
کے ساتھ وابستہ کر سکتے ہو، تو تمھیں افریقہ یا مشرقی یورپ کے کسی ملک
میں بہترین زمین مل سکے گی۔ فی الحال تم الجزائر میں ایسے لوگوں کے مہمان ہو گے
جنھوں نے غرناطہ میں ابوالحسن کے خاندان کی میزبانی دیکھی ہے اور میں تمھیں یہ
احساس نہیں ہونے دوں گا کہ تم بے کار ہو ——— تمھیں پیراکی اور کشتی کھینا
سکھایا جائے گا ——— تمھیں ان لوگوں سے ملایا جائے گا جو نصرانیوں کی مذہبی
رسومات میں اس قدر ماہر ہو چکے ہیں کہ وہ بے دھڑک گرجوں اور محکمۂ احتساب
کے اذیت خانوں میں داخل ہو سکتے ہیں ——— ان لوگوں کی تربیت سے
تم ہمارے لیے ایک نہایت کارآمد آدمی بن سکو گے ——— میں تم سے
بلنسیہ کے قلعے میں ڈان لوئی کی جائے قیام کے متعلق کئی اور سوال پوچھوں گا۔
اور جب ہم سلمان کے پاس پہنچیں گے تو میرے پاس آس پاس کے ساحلی
مقامات، بالخصوص اس خلیج کا مکمل نقشہ ہو گا جہاں سے ڈان لوئی کے قلعے پر
کامیاب حملہ ہو سکتا ہو، تاہم تمھیں مہم پر روانہ کرنے کا انحصار حالات پر ہے
——— اگر امیر البحر کمال رئیس نے وینشیا کے جنگی بیڑے کے ساتھ فوری

تصادم کی ضرورت محسوس نہ کی تو ہمیں بلنسیہ ایک چھوٹی سی مہم بھیجنے کی اجازت بہت جلد مل جائے گی، ورنہ ہمیں موزوں حالات کا انتظار کرنا پڑے گا۔"

○

شام کی خوشگوار فضا میں اسماءؔ جو اب سولہ سال کی تندرست اور صحت مند لڑکی بن چکی تھی، ایک کشادہ مکان کے صحن کے دروازے سے باہر جھانک رہی تھی۔ اُس کے پیچھے صحن کے درمیان بدریہ اور اُس کا شوہر سلمان کرسیوں پر بیٹھے ہوئے تھے اور ان کا چار سالہ بیٹا برآمدے میں توپ کی شکل کا ایک کھلونا گھسیٹ رہا تھا۔

یہ مکان خلیج کے کنارے ایک ٹیلے پر تھا اور اسماءؔ کی نگاہیں سمندر سے خلیج میں داخل ہونے والے جہازوں پر مرکوز تھیں۔

سلمان کی کنپٹیوں پر چند سفید بال دکھائی دیتے تھے تاہم اُس کا چہرہ تندرست اور بشاش تھا اور بدریہ پہلے سے زیادہ صحت مند اور زیادہ خوبصورت معلوم ہوتی تھی۔ ان کے کمسن لڑکے کا نام خالد تھا ——— وہ اچانک اپنا کھلونا چھوڑ کر والدین کے پاس آیا اور منہ بسورتے ہوئے سلمان سے مخاطب ہوا "ابا جان! باجی میرے ساتھ نہیں کھیلتی۔"

بدریہ نے کہا "بیٹا! اُس کے ساتھ باہر نکل کر سمندر کا نظارہ کرو۔ وہاں کئی جہاز کھڑے ہیں اور نئے جہاز بھی آ رہے ہیں۔"

"باجی کہتی تھیں کہ بھائی منصور آج آئیں گے۔ میں کئی بار جا کر دیکھ چکا ہوں اور اب تھک گیا ہوں ——— ابا جان! مجھے قلعے میں لے چلیں، میں وہاں بڑی بڑی توپیں دیکھنا چاہتا ہوں ——— امی کہتی ہیں کہ جہازوں کی

توپیں قلعے کی توپوں سے بہت چھوٹی ہوتی ہیں۔"

سلمان نے اسے پکڑ کر گود میں بٹھلاتے ہوئے جواب دیا "جنگ سے واپس آ کر میں تمھیں قلعے میں لے چلوں گا۔" پھر قدرے توقف کے بعد اُس نے دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے اسماءؔ کو آواز دی "بیٹی! اِدھر آؤ!"

اسماءؔ نے حکم کی تعمیل کی اور ماں کے اشارے سے ان کے سامنے بیٹھ گئی۔

سلمان نے کہا "بیٹی! اگر منصور کو ایک دن گھر ٹھہرنے کی اجازت ملتی تو وہ دوپہر تک یہاں پہنچ چکا ہوتا۔ اب میرا خیال ہے کہ امیرالبحر کھلے سمندر میں قیام کریں گے اور اسے رخصت نہیں مل سکے گی اور ایک یا دو دن کے اندر اندر ہمیں بھی کوچ کا حکم مل جائے گا ——— میں کل اپنے جہاز پر چلا جاؤں گا۔"

○

کسی نے صحن کے دروازے پر دستک دی، پھر ایک ثانیے بعد جھجکتا ہوا اندر داخل ہوا اور السلام علیکم کہہ کر آگے بڑھا۔

"ارے عثمان! آؤ! ہم تمھارا انتظار کر رہے تھے۔ یوسف کہاں ہے؟"

"جناب! وہ مراکش میں اُتر گیا تھا۔"

"بیٹھ جاؤ عثمان! اس گھر میں تمھیں تکلف کرنے کی ضرورت نہیں۔"

عثمان ایک خالی کرسی پر بیٹھ گیا اور اُس نے کہا "خدا کا شکر ہے کہ میں وقت پر پہنچ گیا ہوں، ورنہ مجھے ساری عمر یہ ملال رہتا کہ میں ایک اہم بحری جنگ میں حصہ نہ لے سکا۔ منصور کہاں ہے؟"

"منصور کو امیر البحر نے اپنے ذاتی عملے میں شامل کر لیا ہے۔ وہ بہت خوش قسمت ہے۔ انشاء اللہ بہت جلد ترقی کر جائے گا۔ امیر البحر اسے ایک بیٹے کی طرح عزیز رکھتے ہیں۔ تم بھی جلدی ترقی کر جاؤ گے۔ وینشیا کی مہم کے بعد میری یہ کوشش ہوگی کہ تمھیں جنگی جہاز کی کمان مل جائے۔"

بدریہ نے کہا "عثمان! ہم تمھارے سفر کے حالات سننے کے لیے بے چین ہیں۔ ابوالحسن کا کچھ پتا چلا؟"

"جی ہاں! وہ بدنصیب شادی کے دن گرفتار ہو گیا تھا اور اب بلنسیہ کے ساحل پر ایک کاؤنٹ کی جاگیر میں غلام کی حیثیت سے کام کر رہا ہے۔ اُس کی شادی جس لڑکی سے ہوئی تھی، ہم اس سے مل چکے ہیں اور جس آدمی نے ابوالحسن کو قید کروانے کے بعد بلنسیہ پہنچایا تھا' ہم اسے بیوی اور دو بچوں سمیت پکڑ کر یہاں لے آئے ہیں۔"

سلمان اور بدریہ کے سوالات پر عثمان نے اپنی پوری سرگزشت سُنا دی۔ اختتام پر کچھ دیر سوچنے کے بعد سلمان نے کہا "تمھاری باتیں سن کر مجھے یہ اطمینان محسوس ہوتا ہے کہ ابو عامر پر اعتماد کیا جا سکتا ہے لیکن بلنسیہ کوئی مہم بھیجنے سے پہلے مجھے امیر البحر سے اجازت لینی پڑے گی۔ مجھے یقین ہے کہ وینشیا کی مہم سے فارغ ہونے کے بعد وہ میری درخواست رد نہیں کریں گے ____ میں بذاتِ خود عبید اللہ کے بیٹے کی مدد کے لیے جانا چاہوں گا ____ ہماری کامیابی کا انحصار اس بات پر ہوگا کہ ابوالحسن کا قید خانہ ساحل سے زیادہ دُور نہ ہو۔"

عثمان نے کہا "ڈان لوئی کا قلعہ' قید خانہ اور پڑوس کی بستیاں ہمارے جہازوں کی توپوں کی زد میں ہوں گی۔ ابو عامر چھ ماہ وہاں ٹھیرا تھا اور میں سفر

کے دوران اُس سے اتنے سوالات پوچھ چکا ہوں کہ اس علاقے کے سارے خدوخال میرے ذہن میں محفوظ ہو گئے ہیں اور میں نے حملہ کرنے والے جہازوں کی رہنمائی کے لیے ایک تفصیلی نقشہ بھی تیار کر رکھا ہے۔"

"وہ جاسُوس کہاں ہے؟"

"جناب! میں اسے جہاز کے کپتان کے پاس چھوڑ آیا ہوں۔"

بدریہ نے کہا "تم اُس کی بیوی اور بچوں کو ہمارے پاس لے آؤ۔ پیچھے نوکروں کے دو تین کمرے خالی ہیں اور ہم انھیں وہاں جگہ دے سکتے ہیں۔"

"یہ تو بہت اچھا ہوگا۔ ہم ابو عامر کو جو مہم سونپیں گے' اسے سر انجام دینے کے لیے شاید اسے اپنی جان پر کھیلنا پڑے، اس لیے اُس کے دل میں یہ خیال نہیں آنا چاہیے کہ ہم اسے حقیر سمجھتے ہیں یا کسی وجہ سے اُس سے نفرت کرتے ہیں۔"

بدریہ نے کہا "میں اس کی بیوی کی دلجوئی کر سکوں گی اور اس کے بچے خالد کے ساتھ کھیلا کریں گے، اور نوکروں کو بھی ہدایت کر دی جائے گی کہ ابو عامر کو کوئی تکلیف نہ ہو۔"

عثمان نے کہا "میں ان سب باتوں کے باوجود یہ احتیاط ضروری سمجھتا ہوں کہ نوکروں میں سے ایک ہوشیار آدمی کو اس کی نقل و حرکت پر نظر رکھنی چاہیے' ورنہ قلعے سے ایک آدمی یہاں بھیجا جا سکتا ہے۔"

سلمان بولا "میرے خیال میں اس کی ضرورت نہیں۔ نوکروں کو یہ حکم دے دیا جائے گا کہ وہ ابو عامر کو اس ٹیلے کی حدود سے باہر نہ جانے دیں۔"

اگلی صبح ابو عامر اپنی بیوی اور بچوں سمیت جہاز سے سلمان کے مکان کے پچھلے حصے میں منتقل ہو چکا تھا ____ تیسرے روز سلمان خلیج میں جمع

ہونے والے بیڑے کے ساتھ روانہ ہو چکا تھا۔



چالیس دن بعد علی الصباح ایک خوش وضع نوجوان، ایک ترک بحری افسر کے لباس میں ہانپتا ہوا ٹیلے کے اوپر پہنچا اور دستک دینے کے بعد جواب کا انتظار کیے بغیر مکان کے اندر داخل ہو گیا:

"اسماء! اسماء!!" اُس نے آواز دی۔

اسماء کمرے سے نمودار ہوئی۔

نوجوان نے کہا "اسماء! میں سب سے پہلے تمھیں یہ خبر سنانا چاہتا ہوں کہ اللہ نے ہمیں فتح دی ہے اور ہم نے وینشیا کا بیڑہ تباہ کر دیا ہے۔"

بدریہ دوسرے کمرے سے باہر نکلی اور اس نے آگے بڑھ کر پیار سے اُس نوجوان کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا "منصور بیٹا! مبارک ہو ـــــ اسماء کے اباجان کہاں ہیں؟"

"وہ قلعے میں رک گئے ہیں۔ عثمان بھی اُن کے ساتھ ہے۔ بس تھوڑی دیر تک وہ آجائیں گے۔"

بدریہ کمرے کے اندر جا کر دوبارہ قرآن مجید کھول کر بیٹھ گئی اور منصور نے اسماء سے مخاطب ہو کر دبی زبان میں کہا "اسماء! میں نے تم سے وعدہ کیا تھا کہ میں ایک بہت بڑا جہازران بنوں گا، اور آج میں تمھیں یہ خوشخبری سنانا چاہتا ہوں کہ وینشیا کی جنگ میں میرے جہاز کی توپوں نے دشمن کے دو جہاز غرق کیے تھے اور امیر البحر مجھ سے بہت خوش تھے ـــــ انھوں نے کہا میں اعلیٰ تربیت کے لیے تمھیں مزید ایک سال کے لیے استنبول کی بحری درسگاہ میں بھیجنا چاہتا ہوں

ـــــ وہاں کوئی ایسی بات تو نہیں ہوگی جو میں امیر البحر کے پاس رہ کر نہیں سیکھ سکتا، لیکن ان کا یہ خیال ہے کہ وہاں رہ کر مجھے حکومت کے طبقۂ اعلیٰ سے واقفیت حاصل کرنے کا موقع مل جائے گا اور یہ تعلقات مستقبل میں میرے کام آئیں گے۔"

"مبارک ہو!" اسماء نے منہ پھیرتے ہوئے بجھی ہوئی آواز میں کہا: "بڑے خاندانوں سے تعلقات پیدا کرنا واقعی سود مند ہوتا ہے، لیکن...."

"لیکن کیا؟"

"کچھ نہیں!"

"دیکھو اسماء! تمھیں کوئی بات اپنے دل میں نہیں رکھنی چاہیے۔ میں تمھارے چہرے پر غم و غصے کی لہریں دیکھ چکا ہوں۔"

"تم جانتے ہو کہ مجھے تم پر غصہ نہیں آتا۔"

"تو پھر تم مغموم کیوں ہو گئیں؟"

"اگر تم استنبول میں کسی بڑے خاندان سے تعلقات پیدا کرلو تو مجھے خوشی ہوگی ـــــ اور مجھے اس بات کا قطعاً غم نہیں ہوگا کہ تم دنیا کے ایک انتہائی خوبصورت شہر میں رہ کر ہمیں بھول چکے ہو۔"

منصور نے پوچھا "اسماء! تمھیں معلوم ہے کہ دنیا کی کونسی جگہ سب سے خوبصورت ہے؟"

اسماء نے جواب دیا "پہلے غرناطہ بہت خوب صورت تھا۔ اب مجھے معلوم نہیں، لیکن اباجان کہتے ہیں کہ استنبول بہت خوب صورت ہے۔"

"میں بتاؤں؟"

"بتائیے!"

"تمھیں میری بات کا یقین آجائے گا؟" منصور مسکرا رہا تھا۔

"ہاں! ہاں!! کیوں نہیں!!!"

"اسماؑ! اس وقت دنیا میں سب سے خوبصورت جگہ وہ ہے جہاں تم کھڑی ہو' اور مجھے یقین ہے کہ جس جگہ بھی میں تمھیں دیکھا کروں گا' وہ مجھے بہت خوبصورت نظر آیا کرے گی۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ جب ہم دونوں استنبول جائیں تو میں یہ محسوس کروں کہ استنبول پہلے سے زیادہ خوب صورت ہو چکا ہے ——— اسماؑ! تمھارے بغیر میں زندگی کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔"

اسماؑ کا چہرہ مسرت سے چمک اٹھا ——— بدریہ برآمدے سے نمودار ہوئی:

"باتونی لڑکی!" اس نے کہا "تم نے منصور کو ابھی تک باہر کھڑا رکھا ہے اور ناشتے کے متعلق بھی نہیں پوچھا۔"

"خالہ جان! میں ناشتا کر کے آیا ہوں۔"

"تو اندر آکر آرام سے بیٹھو!"

وہ ایک کشادہ کمرے میں آکر بیٹھ گئے تو منصور نے کہا "خالہ جان! مجھے عثمان سے ابوالحسن کے متعلق معلوم ہوا ہے اور میری خواہش ہے کہ جب اس کی رہائی کے لیے کوئی مہم بھیجی جائے تو میں اس کے ساتھ جاؤں۔ میرے ناموں پر ان کے بہت احسانات تھے۔"

"بیٹا! ہم سب پر اُن کے احسانات تھے۔ میرا خیال ہے کہ اگر اجازت ملی تو اسماؑ کے ابا جان بذاتِ خود اس مہم پر جانا پسند کریں گے اور ممکن ہے کہ وہ تمھیں بھی ساتھ لے جائیں۔"

عثمان اور ابوعامر کی مہم

آدھی رات کے وقت ایک کشتی جس کے چپو چار ملاح کھینچ رہے تھے' کھلے سمندر سے ایک تنگ کھاڑی میں داخل ہوئی اور تھوڑی دور چلنے کے بعد گھٹنے گھٹنے پانی میں رُک گئی۔ عثمان نے کشتی سے اُتر کر کنارے پر پہنچتے ہوئے کہا "تم یہیں ٹھہرو! میں سامان چھپانے کے لیے کوئی موزوں جگہ دیکھتا ہوں۔"

ابوعامر نے اُٹھ کر کہا "میں آپ کے ساتھ چلتا ہوں۔"

"بہت اچھا' تم کچھ سامان اُٹھالو اور ایک کدال بھی ساتھ لے آؤ!"

ابوعامر نے لکڑی کا ایک بیرل جس میں بارود بھرا ہوا تھا' اُٹھا کر کندھے پر رکھ لیا اور ایک ہاتھ سے کدال اٹھا کر اس کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔

عثمان نے ایک ٹیلے پر کھڑے ہو کر چاروں طرف نگاہ دوڑانے کے بعد کہا "یہاں آس پاس آبادی کے کوئی آثار نہیں اور نقشے کے مطابق یہ مقام اس خلیج سے چھ سات میل سے زیادہ دور نہیں ہونا چاہیے جو کاؤنٹ ڈان لوئی کے قلعے تک جاتی ہے۔ ہمیں اس ٹیلے سے نیچے کسی جگہ نرم مٹی دیکھ کر صبح کی روشنی سے پہلے اپنا اسلحہ اور بارود چھپا دینا چاہیے۔ ضرورت کے وقت ہم اسے کسی موزوں جگہ لے جائیں گے۔"

ابو عامر نے ٹیلے سے اتر کر ایک جگہ رُک کر کہا "ہمیں زمین کھودنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ یہ دیکھیے، اس چھوٹے سے کھڈ میں ہم اپنا سامان رکھ سکتے ہیں۔ چھپانے کے لیے اوپر صرف پتھر اور ریت ڈالنے کی ضرورت ہوگی۔"

عثمان نے کھڈ کا معاینہ کرنے کے بعد کہا "تم یہیں ٹھہرو! میں ابھی آتا ہوں۔"

چند منٹ بعد ملاح بارُود کے چار اور بیرل، بندوقیں، طمنچے اور تلواریں کھڈ کے اندر ڈھیر کر رہے تھے اور ڈیڑھ گھنٹے کے اندر اندر اس سامان کو اچھی طرح ڈھانپا جا چکا تھا اور پھر ملاح کشتی لے کر واپس جا رہے تھے اور عثمان اور ابو عامر کنارے پر کھڑے انھیں خدا حافظ کہہ رہے تھے ——— جب کشتی ان کی نگاہوں سے اوجھل ہوگئی تو وہ واپس آ کر ٹیلے پر بیٹھ گئے۔

عثمان نے کہا "ابو عامر! اگر تمھیں نیند آ رہی ہے تو سو جاؤ! ہم صبح کی روشنی سے پہلے کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے۔"

ابو عامر نے کہا "ان حالات میں مجھے نیند کیسے آ سکتی ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ ہم کسی غلط جگہ پر نہ اُتر گئے ہوں اور ہمیں یہ سامان کوسوں پیچھے نہ چھوڑنا پڑے۔"

عثمان نے کہا "اگر تمھارے بیانات صحیح تھے تو صبح کی روشنی میں تم یقیناً ڈان لوئی کا محل دیکھ سکو گے۔ سلمان نے اپنے ہاتھ سے نقشے پر جو نشان لگائے تھے، وہ کبھی غلط نہیں ہو سکتے۔ انشاء اللہ ہم صبح ہوتے ہی ڈان لوئی کی بستی میں ہوں گے۔ اس کے بعد ہماری مہم کی کامیابی یا ہماری گرفتاری اور اذیت ناک موت کا انحصار اس بات پر ہوگا کہ تم کس قدر ہوشیاری

سے کام لیتے ہو۔"

ابو عامر بولا "آپ مطمئن رہیں۔ مجھے اپنی جان کم عزیز نہیں۔ میں آپ کو پھر ایک بار یہ تاکید کرتا ہوں کہ آپ کو کسی راہب کے ساتھ بحث میں نہیں اُلجھنا چاہیے۔ کسی مسلمان کو گرفتار کرنے کے لیے ان کا آسان ترین حربہ یہ ہوتا ہے کہ اسے گالیاں دے کر چڑایا جائے۔"

"یہ باتیں میں کئی بار سُن چکا ہوں۔"

"میں آپ کو یہ بھی بتا چکا ہوں کہ ڈان لوئی کے غلاموں میں چند یہودی بھی ہیں۔ اگر ان میں سے کسی کو ہم پر شبہ ہوگیا تو وہ فوراً ڈان لوئی کے کارندے کو خبر کرے گا۔ وہ اچھا کام کرنے والے غلاموں کے کھانے پینے کا بہت خیال رکھتا ہے، لیکن حکم عدولی پر نہایت عبرت ناک سزا بھی دیتا ہے ———"

عثمان نے کہا "دوست! یہ بات بھی تم کئی بار کر چکے ہو۔"

ابو عامر نے عاجز ہو کر جواب دیا "اس مہم میں میرے ذہن میں کوئی نئی بات کیسے آ سکتی ہے۔"

○

صبح کی روشنی میں عثمان اور اُس کا ساتھی شمال کی طرف بلند ٹیلے پر ڈان لوئی کے قلعے اور محل کا منظر دیکھ رہے تھے۔ ان کے دائیں ہاتھ پر سمندر تھا اور ساحل کی چٹانوں سے ذرا ہٹ کر بائیں جانب ایک سرسبز وادی تھی ——— مغرب کی طرف ایک میل دُور باغات کے درمیان ایک گاؤں دکھائی دیتا تھا۔

ابو عامر نے کہا "خدا کی قسم ہم ڈان لوئی کی جاگیر میں ہیں۔ میں یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ آپ رات کی تاریکی میں منزل سے اتنا قریب پہنچ جائیں گے ——— ادھر دیکھیے! وہ ڈان لوئی کے مسلمان کسانوں کی بستی معلوم ہوتی

ہے۔ میرا مطلب ہے وہ مسلمان، جو پہلے اس علاقے کے مالک تھے اور اب عیسائی زمینداروں کے مزارع بن چکے ہیں ــــــ جب میں نے غرناطہ سے یہاں تک خشکی کے راستے سفر کیا تھا تو راستے میں کئی مقامات پر میں نے نارنگی کی مختلف اقسام اور زیتون کے باغات دیکھے تھے ــــــ ان باغات کے آس پاس قدیم بستیوں کی عمارات کے کھنڈر بھی یہ گواہی دیتے تھے کہ انھیں مسلمانوں نے آباد کیا تھا۔ اندلس میں شہتوت کے بےشمار درخت بھی مسلمانوں کی نشانیاں ہیں، کیوں کہ کسانوں کی عورتیں گھروں میں بےکار بیٹھنے کی بجائے ریشم کے کیڑے پالتی تھیں ــــــ چلیے! پہلے ہم اُس بستی میں چلتے ہیں۔ مجھے بھوک لگ رہی ہے۔ وہاں ہمیں کھانے کو بہت کچھ مل جائے گا، لیکن اس بات کا خیال رکھیے کہ وہ لوگ کسی سے بات کرتے ہوئے ڈرتے ہیں ــــــ عام طور پر ہر اجنبی کو کلیسا کا جاسوس سمجھا جاتا ہے۔"

○

بستی کے قریب پہنچ کر انھیں زیتون کے باغ کے اندر ایک مکان سے دُھواں اُٹھتا دکھائی دیا اور تھوڑی دیر بعد وہ اس مکان کے دروازے پر دستک دے رہے تھے۔ ایک عمر رسیدہ آدمی دروازہ کھول کر باہر نکلا اور پریشان ہو کر ان کی طرف دیکھنے لگا۔ ابو عامر نے السلام علیکم کہا۔ لیکن عمر رسیدہ آدمی کچھ کہنے کی بجائے جواب طلب نگاہوں سے ان کی طرف دیکھ رہا تھا۔

ابو عامر نے کہا "ہم غرناطہ سے آئے ہیں۔ آپ عربی جانتے ہیں؟"

بوڑھے نے اِدھر اُدھر دیکھنے کے بعد عربی میں جواب دیا "ایک غلام کا کوئی وطن یا زبان نہیں ہوتی۔ اُس کو تو اُس زبان میں گفتگو کرنی پڑتی ہے، جو

اس کے آقا کو پسند ہو۔ تم کہتے ہو کہ تم غرناطہ سے آئے ہو لیکن موجودہ دور میں جنوب کے مسافر شمال کا رُخ نہیں کرتے ــــــ راستے میں کئی ایسے مقام آتے ہیں کہ اگر کوئی مسافر خواب کی حالت میں بھی عربی کے چند الفاظ بول دے تو کلیسا کا کوئی جاسُوس اسے پکڑ کر محکمۂ احتساب کے کسی اذیت خانے میں لے جائے گا۔"

ابو عامر نے جواب دیا "ہمارے آقا نے ہمیں ڈان لوئی کے پاس بھیجا ہے۔"

"تم اپنی منزل کے قریب پہنچ چکے ہو، لیکن اصل راستے سے کچھ دور آ گئے ہو۔"

عثمان نے جواب دیا "ہم نے برشلونہ جانے والے جہاز پر سفر کیا تھا اور کپتان نے گزشتہ رات ہمیں ایک ویران جگہ اُتار دیا تھا ــــــ وہ کہتا تھا کہ کاؤنٹ ڈان لوئی کی بستی زیادہ دُور نہیں۔ میرا خیال ہے رات کے وقت اُس سے غلطی ہو گئی تھی ــــــ ہم پچھلے پہر وہاں سے ساحل کے ساتھ ساتھ چل پڑے۔ صبح کی روشنی میں یہ سرسبز وادی دیکھی تو اس طرف آ گئے۔ خیال یہی تھا کہ شاید یہاں کوئی اپنا مسلمان بھائی مل جائے۔"

بوڑھے نے عثمان کا ہاتھ پکڑ کر کہا "آؤ! تھوڑی دیر آرام کرو۔ تم بہت تھکے ہوئے ہو۔"

عثمان اور ابو عامر اس کے ساتھ صحن عبور کرنے کے بعد کونے کے ایک کشادہ کمرے میں داخل ہوئے اور بوڑھے نے انھیں ایک پُرانے قالین پر بٹھاتے ہوئے کہا "میرا نام ابراہیم ہے۔"

یہ سُن کر ابو عامر بولا "میرا نام ابو عامر ہے اور یہ میرا بھائی عُثمان ہے۔"

"جمیلہ! جمیلہ!!" بوڑھے نے آواز دی تو ایک صحت مند عورت جس کی عمر تیس سال کے لگ بھگ معلوم ہوتی تھی، اپنے چہرے کا نقاب درست کرتی ہوئی دروازے کے سامنے نمودار ہوئی۔

بوڑھے نے کہا "بیٹی! مہمانوں کے لیے کھانے کا انتظام کرو۔ یہ بہت دُور سے آئے ہیں۔"

عثمان نے کہا "معاف کیجیے! ہم آپ کو تکلیف نہیں دینا چاہتے۔"

بوڑھے نے کہا "ایک عرب کو اس وقت تکلیف ہوتی ہے جب کوئی مہمان اس کے گھر سے بھوکا چلا جائے کسی مصیبت میں ہم شاید آپ کی کوئی مدد نہ کرسکیں اور خطرے کے وقت شاید ہم اس بات سے بھی منکر ہو جائیں کہ ہم آپ سے متعارف ہو چکے ہیں، لیکن یہ مطالبہ ابھی تک ہم سے نصرانیوں نے بھی نہیں کیا کہ ہم اپنے بھائیوں کو کھانا نہ کھلائیں، جمیلہ بیٹی! جلدی کرو۔"

عثمان نے کہا "لیکن ہمیں اپنے دروازے پر دیکھ کر آپ کچھ پریشان ہو گئے تھے۔"

ابراہیم نے جواب دیا "ان دنوں ہر آدمی کسی اجنبی کو دیکھ کر گھبرا جاتا ہے محکمۂ احتساب نے ہمیں اس قدر خوف زدہ کر رکھا ہے کہ ہمیں اپنے سائے سے بھی خوف محسوس ہوتا ہے۔"

ابوعامر نے کہا "خدا کا شکر ہے کہ ابھی تک بلنسیہ میں محکمۂ احتساب کا باقاعدہ دفتر قائم نہیں ہوا اور لوگ پُرامید ہیں کہ باقی علاقوں میں بھی مسلمانوں کے ساتھ یہودیوں جیسا سلوک نہیں کیا جائے گا۔"

بوڑھے نے ابوعامر کو مشکوک نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا "آپ یا تو بلنسیہ کے حالات سے واقف نہیں یا عمداً مجھ سے چھپا رہے ہیں۔ کیا آپ کو

یہ بتانے کی ضرورت ہے کہ محکمۂ احتساب کی بے قاعدہ کارروائیاں باقاعدہ کارروائیوں سے زیادہ اذیت ناک ہوتی ہیں۔"

ایک نوجوان کمرے میں داخل ہوا اور اس نے کہا "نانا جان! ہمیں یہ فیصلہ سزا پانے والوں پر چھوڑ دینا چاہیے کہ محکمۂ احتساب کی کون سی کارروائی کم یا زیادہ تکلیف دہ ہے۔ بہرحال ہمیں اس حقیقت کا اعتراف کر لینا چاہیے کہ یہودیوں کے بعد اُندلس کے مسلمان محکمۂ احتساب کے نرغے میں آچکے ہیں اور جو لوگ انسانوں کا خون پینے کے عادی ہو جاتے ہیں۔ ان کی پیاس کبھی نہیں بجھتی۔"

بوڑھے نے کہا "عبید! تمہیں گفتگو کرتے ہوئے ذرا محتاط رہنا چاہیے۔"

عبید نے کہا "نانا جان! میں ساری رات کام کرنے کے بعد لیٹ کر ذرا اُونگھ رہا تھا کہ مہمانوں کی آوازیں سنائی دیں اور میں نے ایسا محسوس کیا کہ شاید ہمارے کوئی عزیز مراکش سے واپس آگئے ہیں۔"

"تم نے اپنا کام ختم کر لیا ہے؟"

"ہاں! اور میرا یہ کام دیکھ کر کاؤنٹس یقیناً خوش ہو جائے گی، اسے میں نے اپنے وعدے سے ایک دن پہلے ہی ختم کر لیا ہے ______ میں کھانا کھاتے ہی زین لے کر اُس کی طرف روانہ ہو جاؤں گا اور اب مجھے وہاں سے معاوضہ کے علاوہ معقول انعام بھی ملے گا!"

بوڑھے نے کہا "عبید میرا نواسہ ہے اس کا باپ بلنسیہ شہر میں زین سازی کا کام کرتا ہے۔ وہاں عبید نے ایک زین کاؤنٹ کے لیے بنائی تھی اس نے باپ کے کام سے بیٹے کے کام کو زیادہ پسند کیا اور اسے اپنی جاگیر پر ہی لے آیا۔ عبید کے دوسرے تین بھائیوں میں سے ایک پارچہ باف ہے۔ ایک قیمتی جُوتے بنانے سیکھ چکا ہے اور تیسرا شہر میں اپنے باپ کے ساتھ

زین سازی کا کام کرتا ہے۔"

عثمان نے کہا "یہ بہت اچھی بات ہے! عبید اور اس کے بھائی ایسے کام سیکھ چکے ہیں کہ نصرانی ہمیشہ ان کی ضرورت محسوس کریں گے ——— لیکن آپ نے اپنے متعلق تو بتایا ہی نہیں کہ آپ کا ڈان لوئی کے ساتھ کیا تعلق ہے؟"

"میں اُس کا ملازم بھی ہوں اور مزارع بھی۔ یہ باغ جو مکان کے اِرد گرد آپ دیکھ رہے ہیں میرا ہے اور ڈان لوئی ایک جاگیردار کی حیثیت سے اس پر سالانہ لگان وصول کرتا ہے۔ میرے تینوں بیٹے اس کی زمین پر ایک وسیع رقبے میں زیتون اور نارنجی کے باغات لگوا رہے ہیں اور ہمیں اس کام کی مزدوری کے علاوہ چند مراعات حاصل ہیں۔ میں زیتون اور نارنگی کے پودوں کی دیکھ بھال کا ماہر ہوں اور جب ڈان لوئی کے باغات میں کوئی خرابی ہوتی ہے تو مجھے بُلا لیا جاتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ جب تک عیسائیوں میں ہم جیسے کاشت کار یا صنعت کار پیدا نہیں ہو جاتے ہماری ضرورت باقی رہے گی۔"

عبید نے کہا "لیکن انکوی زیشن کے بھُوکے بھیڑیے زیادہ دیر صبر نہیں کریں گے۔ عنقریب ہمارا یہ گناہ ہر جگہ ناقابلِ معافی سمجھا جائے گا کہ ہم زیادہ محنت کرتے ہیں اور زیادہ کماتے ہیں۔"

ابراہیم پریشان ہو کر اپنے مہمانوں کی طرف متوجہ ہوا "مجھے ڈر ہے کہ یہ لڑکا کسی دن مصیبت میں پھنس جائے گا اور کاؤنٹ یا اس کی بیوی اس کی کوئی مدد نہیں کر سکیں گے ——— اس کے باپ نے شکر کیا تھا کہ یہ شہر سے یہاں آ گیا ہے، لیکن میں کوشش کے باوجود اسے یہ نہیں سمجھا سکا کہ اب زندہ رہنے کے لیے ہماری پہلی ضرورت یہ ہے کہ ہم اپنی زبان بند رکھیں ——— کم از کم انکوی زیشن

کے متعلق ہمیں کوئی لفظ نہیں کہنا چاہیے۔

جب اس قسم کے بے وقوف گرفتار ہو کر انکوی زیشن کے اذیت خانوں میں پہنچتے ہیں، تو وہاں وہ کئی بے گناہوں کے خلاف بیان دینے پر مجبور ہو جاتے ہیں اور پھر سینکڑوں خاندانوں کو تباہی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اسے یہ بھی معلوم ہے کہ ڈان لوئی کی بستی کے گرجے کے پادری کے حکم پر کئی غلاموں کو سخت سزائیں دی جا چکی ہیں۔

بلنسیہ کے بشپ کا حکم تھا کہ کلیسا کے ہر مجرم کو وہاں بھیجا جائے مگر ڈان لوئی کی کوششوں سے ابھی تک اس حکم کی تعمیل نہیں ہو سکی ——— اور بشپ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے کاؤنٹ نے کلیسا کے مجرموں کے لیے گرجے کے قریب ایک قید خانہ بنوا دیا ہے۔ لوگوں کا خیال ہے کہ گرجے کا پادری انکوی زیشن کے لیے کام کرتا ہے۔ اس وقت بھی سات آٹھ آدمی اس قید خانے میں ہیں۔ یہ ڈان لوئی کے وہ غلام ہیں جنھیں گرجے کا پادری جبراً عیسائی بنا چکا ہے۔

اور ایک نوجوان یہ اعلان کرنے کے جرم میں کئی بار کوڑے کھا چکا ہے کہ میں مسلمان ہوں ——— میں نے اصطباغ نہیں لیا ——— اس کے بعد وہ کچھ عرصہ خاموش رہا۔ پھر کسی جاسوس نے پادری کو یہ اطلاع دی کہ اُس نے دوبارہ چھُپ چھُپ کر نماز پڑھنی شروع کر دی ہے۔ اس لیے اب وہ قید خانے میں ہے اور بستی میں یہ مشہور ہے کہ اگر ان تمام قیدیوں کو نہیں تو کم از کم اس نوجوان کو تو ضرور انکوی زیشن کے سپرد کر دیا جائے گا۔

وہ اب تک اس لیے بچا ہوا تھا کہ ایک اچھا سوار ہونے اور گھوڑوں کی بیماریوں کے متعلق بہت کچھ جاننے کے باعث جاگیر کے منتظم کو بہت پسند

ہے۔ گھوڑوں کی خرید و فروخت کے لیے بھی وہ اسی کے مشوروں پر عمل کرتا ہے۔ میں نے اس نوجوان کو پہلی بار اُس وقت دیکھا تھا، جب اسے یہاں آئے صرف چند ہی مہینے ہوئے تھے ـــــ اسے ایک سرکش گھوڑے پر سواری کرتے دیکھ کر مجھے ایسا محسوس ہوا کہ وہ کسی بڑے گھرانے کا چشم و چراغ ہے ـــــ خدا کے لیے! آپ عبید کو یہ سمجھائیں کہ انکوی زیشن گرفتار ہونے والوں سے کیا سلوک کرتا ہے۔ خدا معلوم اس نوجوان کو کتنی اذیتیں دی گئی ہیں۔ عبید نے مجھ سے کئی بار یہ کہا ہے کہ اس کا زندہ رہنا ایک معجزہ ہے۔ میں ڈرتا ہوں کہ اگر کلیسا کے کسی جاسوس نے اس کی کوئی بات سُن لی تو ہم سب تباہ ہو جائیں گے۔"

عبید نے کہا "نانا جان! ہم اپنے گھر میں باتیں کر رہے ہیں اور ہمیں مہمانوں کو یہ تاثر نہیں دینا چاہیے کہ ہم ان پر شک کرتے ہیں۔"

"بیٹا! میں ان سے اتنی باتیں کر چکا ہوں کہ مجھے گرفتار کیا جا سکتا ہے اب میری زندگی گزر چکی ہے، لیکن تمہارے متعلق میں بہت پریشان ہوں۔"

وہ کچھ دیر خاموش رہے۔ پھر عثمان نے سوال کیا "آپ اس نوجوان کا نام جانتے ہیں؟"

"کون! وہ جو قید میں رہے؟ ہاں ـــــ اب اسے ڈان جان کے نام سے پکارتے ہیں، لیکن اصل نام اس کا کچھ اور تھا!"

عبیداللہ نے کہا "اُس کا اصلی نام ابوالحسن ہے اور بڑے ماموں اسے اچھی طرح جانتے ہیں۔"

ابراہیم نے کہا "اس نالائق کو تو گھر بیٹھے ہر بات معلوم ہو جاتی ہے۔"

"نانا جان!" عبید نے شرارت آمیز تبسم کے ساتھ کہا "میں دوسروں

کی باتیں غور سے سُنا کرتا ہوں۔"

ابراہیم بولا "تمھیں معلوم ہے کہ ہمارے لیے باتیں کرنا یا سُننا دونوں خطرناک ہیں۔"

عبید نے کہا "نانا جان! میرے متعلق آپ مطمئن رہیں۔ گھر سے باہر میں بھی اپنے سائے سے ڈرتا ہوں، لیکن ساتھ والے کمرے سے ان مہمانوں کی گفتگو سنتے ہی مجھے یہ اطمینان ہو گیا تھا کہ وہ یقیناً عرب ہیں اور مسلمان ہیں۔ پھر انھیں قریب سے دیکھنے اور ان سے گفتگو کرنے کی خواہش مجھے اس کمرے میں لے آئی۔"

"اور اب تم کیا کرنا چاہتے ہو؟"

"کچھ نہیں ـــــ اب میں یہ دعا کر رہا ہوں کہ کاش! یہ غرناطہ کی بجائے افریقہ کے کسی شہر سے آئے ہوں اور مجھے یہ مژدہ سُنائیں کہ اب تمہارے خوابوں کی تعبیر کا وقت آگیا ہے ـــــ کسی دن کوئی کشتی ساحل کی کسی ویران جگہ سے روانہ ہوگی اور اس میں تمہارے لیے بھی جگہ ہوگی۔"

ابو عامر کا چہرہ اچانک زرد پڑ گیا اور چند ثانیے عثمان کے مُنہ سے بھی کوئی بات نہ نکل سکی۔

پھر عثمان نے سنبھل کر کہا "عبید! اگر تم یہاں سے ہجرت کا ارادہ کر ہی چکے ہو تو اللہ تمہاری مدد کرے گا ـــــ اور میں تم سے یہ وعدہ کرتا ہوں کہ اگر میرے بس میں ہوا تو تمہارے خواب ضرور پُورے ہوں گے۔"

عبید نے غور سے عثمان کی طرف دیکھا اور پھر اس کی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز ہو گئیں "میری خواہش ہے کہ میں نصرانیوں کی بجائے ترک مجاہدوں کے لیے زینیں بنایا کروں۔ میں نے سنا ہے کہ جنوب کی بندرگاہوں سے مراکش کے جہازران مہاجرین کو لے جاتے ہیں۔ صرف بہت سا کرایہ ادا کرنا پڑتا ہے۔ لیکن

مجھے اس کی فکر نہیں۔ میں نے کافی رقم بچا رکھی ہے اور میں نے اپنے ابا جان سے بھی یہ اجازت لے لی تھی کہ اگر مجھے موقع ملے تو میں ہجرت کر جاؤں۔ میں انکوی زیشن سے بہت ڈرتا ہوں۔ کیا آپ جنوب کی کسی بندرگاہ سے میرے لیے جہاز کا انتظام کر دیں گے ؟ آپ کافی تجربہ کار معلوم ہوتے ہیں۔"

عثمان نے غور سے پہلے عبید اور پھر اُس کے نانا کی طرف دیکھا اور اچانک اُس کے تمام خدشات دُور ہو گئے ______

اس نے کہا "عبید ! کیا قدرت سے یہ بعید ہے کہ تمھارے لیے یہیں سے جہاز کا انتظام ہو جائے ! "

دروازے کی اوٹ سے نسوانی آواز سُنائی دی "عبید ! کھانا لے جاؤ !"

عبید اُٹھ کر باہر نکل گیا ______

○

تھوڑی دیر بعد وہ دستر خوان پر بیٹھے ہوئے تھے ______ کھانا عربوں کی مہمان نوازی اور گھر کی خوش حالی کا آئینہ دار تھا۔

ابو عامر نے چند نوالے کھانے کے بعد ابراہیم سے پوچھا "آپ کو معلوم ہے کہ ڈان لوئی کہاں ہو گا ؟ "

ابراہیم نے عبید کی طرف دیکھا اور اُس نے جواب دیا "کاؤنٹ پرسوں گھر پہنچا تھا۔ کل میرے ماموں اسے گھوڑے پر سواری کرتے دیکھ چکے ہیں۔"

"تم برنینڈ کو بھی تو جانتے ہو گے ؟ "

"وہ یہیں ہے ______ لیکن آپ اسے کب سے جانتے ہیں ؟ "

ابُو عامر نے جواب دیا "میں چند برس قبل یہاں آیا تھا اور چھ مہینے ڈان لوئی

کے ہاں ملازم رہا ہوں۔ میں اس علاقے سے اچھی طرح واقف ہوں اور شاید آپ کے بیٹوں میں سے مجھے کوئی جانتا ہو۔"

عبید نے کہا "میرے ماموں شام کو آجائیں گے۔ اگر کوئی مجبوری نہ ہو تو آپ کو چند دن ہمارے ہاں مہمان رہنا چاہیے ______ ڈان لوئی کی بستی کے متعلق آپ کو ساری معلومات یہیں سے مل جائیں گی۔"

"گرجے کے پادری کا نام فرانسس ہی ہے یا اس کی جگہ کوئی نیا آدمی آگیا ہے ؟ "

"نہیں ! فرانسس اب تک یہیں ہے۔"

کھانا کھانے کے بعد ابو عامر نے کہا "میرے خیال میں اب ہمیں اجازت لینی چاہیے۔"

ابراہیم نے کہا "اگر کوئی ضروری بات ہے تو میں آپ کو روکنے کی کوشش نہیں کروں گا ______ ورنہ آپ کو چند دن ہمارے پاس قیام کرنا چاہیے۔"

عثمان نے کہا "میرے ساتھی کے لیے برنینڈ سے مل کر یہ بتانا ضروری ہے کہ وہ ڈان لوئی کے لیے کوئی پیغام لایا ہے ______ اس کے بعد ہم آزادی کے ساتھ گھوم پھر سکیں گے۔ اور مجھے یقین ہے کہ آپ کے ساتھ ہماری یہ ملاقات آخری ملاقات نہیں ہو گی۔"

عبید نے کہا "آپ جب بھی اس گھر کا رُخ کریں گے تو آپ دیکھیں گے کہ میں راستے میں آپ کا انتظار کر رہا ہوں گا ______"

ابراہیم نے کہا "عبید ! تم ان کے ساتھ جاؤ ! اور انھیں سیدھے راستے پر چھوڑ آؤ ! کاؤنٹس کی زین بعد میں لے جانا۔"

دو گھنٹے بعد عثمان اور عبید باغات میں سے ایک طویل چکر کاٹنے کے بعد اس راستے پر پہنچ گئے جو سیدھا بستی کی طرف جاتا تھا۔ قلعہ اور محل وہاں سے کوئی تین میل دُور تھے۔

عبید نے کہا "آپ کو کسی سے یہ ذکر نہیں کرنا چاہیے کہ آپ بحری راستے سے یہاں پہنچے ہیں۔"

"کیوں؟" عثمان نے پوچھا۔

"اس لیے کہ جب باہر کا کوئی آدمی خصوصاً مسلمان ساحل پر اُتارا جاتا ہے تو جہاز والے پہلے پولیس کو اطلاع دیتے ہیں ——— اور پولیس پُوری تحقیق کیے بغیر اسے کسی بھی بستی میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دیتی ——— نانا جان نے آپ کو یہ بات نہیں بتائی کہ جب آپ نے برشلونہ کے جہاز کا ذکر کیا تھا تو میری طرح انھیں بھی یقین ہوگیا تھا کہ آپ باہر سے آئے ہیں کیونکہ یہ تو ممکن نہیں تھا کہ جہاز کے کپتان کو یہ معلوم ہو کہ آپ ڈان لوئی کے پاس جا رہے ہیں اور وہ آپ کو اس کے قلعے سے دُور کسی ویران جگہ پر اُتار دیتا۔ اب بھی اگر برنیڈو آپ پر اعتماد نہ کرے تو آپ کی گرفتاری یقینی ہے، لیکن انشاء اللہ آپ کا بال بیکا نہیں ہوگا۔"

عثمان نے شفقت سے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا:

"عبید! اگر تمھارے نانا، تمھارے ماموں اور تمھارے بھائی تمھاری طرح سوچتے ہیں تو تم باری باری اُن کے کان میں کہہ سکتے ہو کہ عنقریب جہاز

آئیں گے جن میں افریقہ کا بلامعاوضہ سفر کرنے والے چار پانچ سو آدمیوں کے لیے جگہ ہوگی" ———

عبید بے اختیار عثمان سے لپٹ گیا اور بڑی مشکل سے اپنی سسکیاں ضبط کرتے ہوئے بولا "وہ سب آپ کے اشارے پر جان دینے کے لیے تیار ہوں گے۔"

عثمان نے کچھ سوچ کر کہا:

"کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ تم آج کاؤنٹ کی زین پہنچانے کی بجائے کل وہاں جاؤ؟"

"اگر یہاں کوئی کام ہے تو میں دو دن رُک سکتا ہوں۔"

عثمان نے کہا "نہیں! تم کل آؤ، پھر اگر حالات نے اجازت دی تو میں تمھارے ساتھ واپس آجاؤں گا، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہم دونوں تمھارے ساتھ آجائیں۔ پھر رات کی تاریکی میں ہم کو اپنا کچھ سامان کسی محفوظ جگہ پہنچانا ہے اور اس مہم میں ہمیں تمھارے ماموؤں کی اعانت کی ضرورت پڑے گی۔ ہماری غیر حاضری کے دوران تمھیں اُن کے متعلق تسلی کر لینی چاہیے۔"

"آپ اُن کے متعلق مطمئن رہیں، لیکن آپ کا سامان ہے کہاں؟ میں اس لیے پوچھ رہا ہوں کہ میں وہاں پہرہ دے سکوں۔"

"سامان کے متعلق تمھیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ ہم کسی محفوظ جگہ چُھپا آئے ہیں۔ تم کو صرف یہ دیکھنا ہے کہ تمھارے گھر کے آس پاس کون سی جگہ محفوظ ہوگی۔ اب تم جاؤ! اور دیکھو، گھر میں کسی چھوٹے بچے سے بھی کوئی ذکر نہ کرنا۔ خدا حافظ!"

"خدا حافظ!" عبید نے یکے بعد دیگرے ان سے مصافحہ کیا اور واپس چل دیا۔

مورسکو

ابوعامر نے بستی میں داخل ہوتے ہی ایک آدمی سے برنینڈو کا پتا پوچھا تو اسے معلوم ہوا کہ وہ ابھی گھوڑے پر غلاموں کی دیکھ بھال کے لیے نکلا ہے۔

اس نے اِدھر اُدھر دیکھا اور عثمان سے کہا "ممکن ہے وہ شام سے پہلے واپس نہ آئے۔ شاید اسی میں ہماری کوئی بہتری ہو کہ کاؤنٹ سے ہماری ملاقات اس کی غیر حاضری میں ہو جائے۔ وہ شام سے کچھ دیر پہلے گھوڑے پر سوار ہو کر سیر کے لیے نکلے گا۔ چلو! ہم اصطبل کے پاس بیٹھ کر اس کا انتظار کرتے ہیں۔"

عثمان بولا "میں کاؤنٹ کا انتظار کرنے کی بجائے آس پاس کا علاقہ دیکھنا چاہتا ہوں۔ اگر میری غیر حاضری میں تمھاری اُس سے ملاقات ہو جائے تو تم یہ کہہ سکتے ہو کہ تمھارا بھائی کبھی الفجارہ سے باہر نہیں نکلا۔ اسے سمندر اور کشتیاں دیکھنے کا بہت شوق ہے۔"

ابوعامر نے کہا "خدا کے لیے! کہیں یہ نہ بھول جانا کہ میں تمھارا تعارف اپنی بیوی کے بھائی کی حیثیت سے کراؤں گا۔ تم اطمینان سے گھومنے کے بعد اصطبل کے دروازے کے سامنے پہنچ جاؤ۔ اگر کاؤنٹ آج باہر نہ نکلا تو برنینڈو

سے ہماری ملاقات بھی اصطبل کے دروازے پر ہی ہوگی۔ وہ باہر سے سیدھا اس طرف آئے گا۔ تمھیں معلوم ہے اصطبل کس طرف ہے؟"

"وہ سامنے۔" عثمان نے ایک کشادہ اور بلند چار دیواری کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

ابو عامر نے کہا "وہ تو غلاموں کی رہائش گاہ ہے اور اُس کے دائیں بائیں نوکروں کی قیام گاہیں ہیں۔ اگر تم دائیں ہاتھ سڑک پر چلتے رہو تو تمھیں سڑک کے بائیں کنارے مویشی خانے اور اصطبل دکھائی دیں گے اور دائیں طرف خشک گھاس کے بڑے بڑے انبار تم یہاں سے بھی دیکھ سکتے ہو۔ جب یہ سڑک اصطبل اور مویشی خانوں سے آگے بائیں طرف مُڑے گی تو تمھیں کاؤنٹ کے قلعے کا دروازہ دکھائی دے گا، لیکن ابھی تمھیں اس طرف نہیں جانا چاہیے۔"

عثمان نے جواب دیا "آج میں صرف خلیج دیکھنا چاہتا ہُوں۔"

"خلیج قلعے کی مشرقی فصیل سے بالکل قریب ہے۔ تم کچھ دُور آگے کسی ٹیلے پر کھڑے ہو کر کھلے سمندر تک کے مناظر دیکھ سکتے ہو، لیکن تمھیں دروازے سے دُور رہنا چاہیے ــــ پہرے دار کسی اجنبی کو دیکھیں تو کئی سوالات پوچھتے ہیں۔"

"تم فکر نہ کرو! میں پہرے داروں کی نگاہوں سے دُور رہوں گا۔" عثمان یہ کہہ کر وہاں سے چل دیا۔

○

ایک ساعت بعد وہ قلعے سے ایک میل دُور خلیج کے دونوں طرف آٹھ دس کشتیاں دیکھ رہا تھا۔ اس کے بائیں ہاتھ قلعے کی فصیل سے قریب ایک

چھوٹا سا جہاز تھا جس کی نفاست اور رنگ و روغن اُس کے مالک کی خوشحالی کا آئینہ دار تھا۔ باقی سب ملّاحوں کی کشتیاں معلوم ہوتی تھیں۔ کنارے پر بھیگے ہوئے جال بچھے ہوئے تھے۔ کچھ دُور آگے جا کر عثمان نے ایک نوجوان کو جس کے ہاتھ میں ٹوکری تھی، ایک کشتی میں سوار ہوتے دیکھا تو آگے بڑھ کر اسپینی زبان میں پوچھا "تم تنہا شکار پر جا رہے ہو؟"

نوجوان نے ٹوٹی پھوٹی اسپینی میں جواب دیا "ہم شکار سے فارغ ہو چکے ہیں اور اب میں دوسرے کنارے یہ مچھلیاں دینے جا رہا ہوں۔"

عثمان نے عربی میں پوچھا "تم عرب ہو؟"

نوجوان نے صاف عربی میں جواب دیا "میں بربر ہوں لیکن اب ہمیں وہ مورسکو کہتا ہے اور عربوں کو بھی وہ اسی نام سے پکارتا ہے۔"

"کون؟" عثمان نے پوچھا۔

"پادری فرانسس، جنھوں نے ہمیں زبردستی اصطباغ دیا تھا۔ ان کا حکم ہے کہ عیسائی ہو جانے والے مسلمانوں کو مورسکو کے سوا کچھ اور نہ کہا جائے۔"

عثمان نے کہا "میرا خیال تھا کہ عیسائی اپنے نئے ہم مذہبوں سے اچھا سلوک کرتے ہیں۔"

نوجوان نے جواب دیا "پادری فرانسس اور دوسرے راہب یہ بھولنے کے لیے تیار نہیں کہ ہم کبھی مسلمان تھے ــــ کیا تم مورسکو نہیں ہو؟"

"نہیں! میں الغجارہ سے آیا ہوں اور ابھی تک اس لعنت سے بچا ہُوا ہوں۔"

نوجوان نے کشتی کا چپّو سنبھالتے ہوئے کہا "تمھیں بات کرتے ہوئے محتاط رہنا چاہیے۔ کوئی مورسکو بھی پادری فرانسس کا جاسوس ہو سکتا ہے۔"

عثمان نے کہا "اس سے پہلے میں نے سمندر نہیں دیکھا تھا۔ ہمارا علاقہ پہاڑی ہے۔ میں راستے میں وادیٔ الکبیر عبور کرتے ہوئے کشتی پر سوار ہوا تھا لیکن سمندر کی میں نے اس سے قبل کبھی سیر نہیں کی۔"

نوجوان نے کہا "ارے! یہ تو تنگ سی خلیج ہے۔ سمندر کی تو کوئی انتہا ہی نہیں ہوتی۔ وہاں بڑی خوفناک لہریں اُٹھتی ہیں۔"

"وہاں مچھلیاں بھی بہت بڑی بڑی ہوتی ہوں گی؟"

"بہت بڑی بڑی اور آدم خور مچھلیاں تو آدمی کو نگل جاتی ہیں۔"

عثمان نے کہا "اگر یہاں آدم خور مچھلیوں کا خطرہ نہ ہو اور یہ کشتی دو آدمیوں کا بوجھ اُٹھا سکتی ہو تو مجھے دوسرے کنارے پر اُتار دیں۔ میں وہاں سے چکر لگاتا ہوا واپس چلا جاؤں گا۔"

"بیٹھ جاؤ! یہ کشتی چھ سات آدمیوں کا بوجھ اُٹھا سکتی ہے۔"

عثمان کشتی پر سوار ہو گیا تو نوجوان نے چپو چلاتے ہوئے پوچھا "تم کہاں رہتے ہو؟"

"میں اور میرا ساتھی آج ہی یہاں پہنچے ہیں۔ یہ کاؤنٹ اور اس کے اہلکاروں پر منحصر ہے کہ وہ ہمیں کہاں ٹھہراتے ہیں۔ اگر انھوں نے میرے بہنوئی کے ساتھ اپنے پرانے تعلقات کا لحاظ رکھا تو ہمیں کوئی اچھا سا مکان مل جائے گا، ورنہ شاید ہمیں عام نوکروں یا غلاموں کے ساتھ گزارہ کرنا پڑے۔ بہرحال ہم یہی ارادہ لے کر یہاں آئے ہیں کہ یہاں کوئی اچھی سی ملازمت مل گئی تو گھر کے کچھ اور لوگ بھی یہاں لے آئیں گے۔"

نوجوان نے کہا "مجھے یہ بات عجیب سی معلوم ہوتی ہے کہ آپ اتنی دُور سے ملازمت کی تلاش میں یہاں آئے ہیں۔"

عثمان نے جواب دیا "ڈان لوئی نے میرے بہنوئی کو یہاں آنے کے لیے کہا تھا اور ہم حالات دیکھ کر ہی یہ فیصلہ کریں گے کہ ہم یہاں رہ سکتے ہیں یا نہیں۔"

"اگر آپ کام کے آدمی ہیں تو ڈان لوئی آپ کو واپس بھیجنا پسند نہیں کرے گا۔ وہ کسی نہ کسی بہانے آپ کو روک لے گا۔"

"مجھے اس بات کا کوئی خطرہ نہیں۔ جس آقا کی اجازت سے ہم یہاں آئے ہیں، وہ کاؤنٹ کا دوست ہے اور میرا بہنوئی پہلے بھی چھ مہینے یہاں رہ کر گیا تھا۔"

"تو پھر میں یہ دُعا کروں گا کہ آپ خیریت سے واپس اپنے گھر پہنچ جائیں ـــــ اگر آپ مسلمان ہیں تو یہاں آپ کا کوئی مستقبل نہیں۔"

"تمھارا نام کیا ہے؟"

"میرا نام ڈان کارلو ہے، لیکن میں تمھیں اصلی نام نہیں بتا سکتا۔"

"اصلی نام؟"

"ہاں! شاید آپ کو معلوم نہیں کہ ہر مورسکو کے دو نام ہوتے ہیں۔ ایک عیسائیوں والا اور دوسرا مسلمانوں والا۔ ایک نام سے اسے پکارا جاتا ہے اور دوسرا نام صرف اس کے دل پر نقش رہتا ہے۔"

"پادری فرانسس جیسے لوگوں کے خوف سے؟"

ڈان کارلو نے جواب دیا "ہاں! پادری فرانسس بہت ظالم ہے، لیکن میں اس سے نہیں ڈرتا۔ وہ مجھ سے بہت خوش ہے۔ میں اپنے شکار سے اس کا حصہ ضرور نکالا کرتا ہوں اور آج بھی پار جانے کی وجہ یہ ہے کہ میں اسے ایک تازہ مچھلی پہنچانا چاہتا ہوں۔"

"اگر پادری کا گھر زیادہ دور نہیں، تو میں بھی آپ کے ساتھ چلوں گا۔"

"اس کا گھر گرجے کے بالکل ساتھ ہے اور گرجا دوسرے کنارے کی بستی سے بہت قریب ہے، لیکن کسی مسلمان کا اس کے سامنے پیش ہونا بہت خطرناک ہو سکتا ہے ——— وہ ایک مسلمان سے بھی یہ توقع رکھتا ہے کہ وہ گھٹنوں کے بل جھک کر اس کے ہاتھ کو بوسہ دے۔"

عثمان نے کہا "یہ کام مجھے آتا ہے اور میں اس سے کہوں گا کہ ڈان کارلو کے منہ سے آپ کی نیکی اور پارسائی کی تعریف سن کر میں آپ کی قدمبوسی کے لیے حاضر ہوا ہوں۔"

"لیکن اگر اسے یہ معلوم ہو گیا کہ آپ مسلمان ہیں تو وہ آپ کو اصطباغ لینے پر مجبور کرے گا۔"

عثمان نے کہا "لیکن میرا خیال ہے کہ کاؤنٹ کی جاگیر پر کئی مزارع ابھی تک مسلمان ہیں۔"

"اس لیے کہ وہ پادری فرانسس سے دور رہتے ہیں اور فرانسس بذاتِ خود ان بستیوں میں جانے سے خطرہ محسوس کرتا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ جب تک انکوئی زیشن کا باقاعدہ دفتر یہاں نہیں کھل جاتا اور اس کے پاس مسلح پہرے داروں کی معقول تعداد نہیں ہو جاتی، وہ احتیاط سے کام لیتا رہے گا۔ سردست تین آدمی قید خانے پر پہرا دیتے ہیں۔ ایک دن کو اور دو رات کے وقت۔ ایک پہرے دار پار کی بستی کا رہنے والا ہے۔ اسے ایک ماہ کے لیے یہ فریضہ ادا کرنا پڑے گا۔ پھر پادری کسی اور کو بیگار کے لیے بلالے گا۔ دوسرے پہرے دار اسپینی عیسائی ہیں اور میں نے سنا ہے کہ وہ بہت ظالم ہیں۔"

عثمان نے پوچھا "قید خانہ کہاں ہے؟"

"وہ بھی پادری کی قیام گاہ کے ساتھ ہے۔ اگر پادری سے ملاقات کے بعد تم گرفتار نہ ہو گئے تو میں تمہیں اپنے ساتھ لے آؤں گا۔ کلارا مچھلی بہت اچھا پکاتی ہے۔"

"کلارا کون ہے؟"

"وہ میری بیوی ہے۔"

عثمان نے کہا "مجھے شام سے پہلے واپس پہنچنا ہے لیکن مجھے جس دن فرصت ملی، میں تمہارے گھر ضرور آؤں گا۔"

"ہم تمہیں کسی دن شکار کے لیے کھلے سمندر میں لے جائیں گے۔ ہم جس جگہ سے سوار ہوئے تھے، اس کے پاس ہی ٹیلے کے پیچھے ہمارا گاؤں ہے۔ میں واپسی پر تمہیں اپنا گھر دکھا دوں گا۔"

عثمان نے پوچھا "تمہاری بستی میں یہودی بھی رہتے ہیں؟"

"نہیں! ہم سب مورسکو ہیں۔ المیریہ فتح کرنے کے بعد نصرانیوں نے ہمیں غلام بنا کر ہسپانوی امرا میں تقسیم کر دیا تھا۔ ماہی گیروں کے چند خاندانوں نے غلامی سے نجات حاصل کرنے کے لیے عیسائیت قبول کر لی تھی اور یہاں آباد ہو گئے تھے۔ ہم اپنے کئی ساتھی مرسیہ چھوڑ آئے تھے اور کئی بلنسیہ کی بندرگاہ کے قریب آباد ہو گئے تھے۔"

○

کشتی کنارے پر لگی اور وہ کوئی دو سو قدم چلنے کے بعد ایک چھوٹی سی بستی میں داخل ہوئے۔ ڈان کارلو نے ٹوکری سے چھوٹی چھوٹی مچھلیاں نکال کر تین گھروں میں پہنچا دیں اور پھر ٹوکری اٹھا کر عثمان کے ساتھ گرجے کی طرف چل دیا۔

عثمان نے راستے میں کہا "تم کہتے تھے کہ قید خانے کا ایک پہرے دار

اس بستی کا آدمی ہے؟"

"ہاں! وہ صبح سے شام تک پہرا دیتا ہے۔"

"تم اسے اچھی طرح جانتے ہو؟"

ڈان کارلو نے مسکراتے ہوئے کہا "ہاں! وہ ہمارے خاندان کا آدمی ہے۔ اگر خدانخواستہ تم قید ہو جاؤ تو تمھیں مچھلی ضرور بھیجا کروں گا ـــــ وہاں دو اور آدمی جن میں سے ایک گرجے اور قید خانے کی صفائی رکھتا ہے اور دوسرا قیدیوں کا باورچی ہے، ہماری بستی کے ہیں اور وہ بھی بیگار پر کام کرتے ہیں۔ پادری فرانسس اپنا کھانا خود پکاتا ہے اور یہ مچھلی دیکھ کر باغ باغ ہو جائے گا۔"

تھوڑی دیر بعد وہ پادری کی قیام گاہ کے دروازے پر کھڑے تھے۔

ڈان کارلو نے ٹوکری نیچے رکھ کر کوئی تین سیر کی مچھلی نکالی اور دوسرے ہاتھ سے دروازے پر دستک دی۔ ایک بھاری بھرکم گنجا آدمی جس کے چہرے پر چیچک کے داغ تھے، باہر نکلا اور اس نے بلاتوقف ڈان کارلو کے ہاتھ سے مچھلی پکڑ کر "شاباش بیٹا! یہ مچھلی تو اب بالکل نایاب ہو گئی ہے۔"

"جناب! یہ صرف ایک ہی ہمارے جال میں آئی تھی اور میرے ساتھیوں نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ یہ آپ کو پیش کر دی جائے۔"

"شکریہ! میں دعا کروں گا کہ خدا تمھارے شکار میں برکت دے۔" پادری یہ کہہ کر مچھلی کو غور سے دیکھتا ہوا اندر چلا گیا۔ ڈان کارلو نے خالی ٹوکری اُٹھا کر مُڑتے ہوئے عثمان سے کہا:

"پادری فرانسس اچھی مچھلی دیکھ کر سب کچھ بھول جاتے ہیں۔ انھیں مرغ اور انڈے بھی بہت پسند ہیں۔ ماشاء اللہ خوب کھاتے ہیں، آؤ! اب چلیں!"

عثمان نے کہا "تم اپنے دوست سے ملنا پسند نہیں کرو گے؟"

"کون سا دوست؟"

"وہی جو قید خانے پر پہرا دیتا ہے ـــــ میں ایک نظر قید خانہ دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"وہ کوئی دیکھنے کی جگہ نہیں، بہر حال چلو! لیکن وہاں تمھیں کسی سے بات نہیں کرنی ہوگی۔ ممکن ہے کہ اسپینی پہرے دار بھی کہیں آس پاس موجود ہوں۔"

وہ کوئی دو سو قدم دُور قید خانے کے دروازے پر پہنچے۔ دروازہ بند تھا اور باہر ایک قوی ہیکل آدمی نیزہ اٹھائے کھڑا تھا۔ ڈان کارلو نے اسے ہاتھ کے اشارے سے سلام کیا۔ پہرے دار نے سر کی جنبش سے سلام کا جواب دیتے ہوئے کہا "ارے تم یہاں کیا کر رہے ہو؟"

"میں پادری کو مچھلی پہنچانے آیا تھا، پھر خیال آیا کہ جانے سے پہلے تمھارا حال ہی پوچھتا چلوں۔ تین چار دن سے ہماری ملاقات نہیں ہوئی تھی۔"

"پادری نے یہ نیا حکم دیا ہے کہ اب میں ایک دن چھوڑ کر گھر جایا کروں اور کچھ وقت اس کے لیے سبزیاں اگانے پر صرف کروں۔ میری بیگار کے صرف بیس دن باقی رہ گئے ہیں۔ پادری کہتا تھا کہ اس کے بعد شہر سے دو اور آدمی آ رہے ہیں۔ شکار کا کیا حال ہے؟"

ڈان کارلو نے جواب دیا "پچھلے مہینے ہمیں کسی دن اتنا شکار نہیں ملا۔ تاہم تمھارا حصّہ باقاعدہ تمھارے گھر پہنچ جاتا ہے۔"

"یہ کون صاحب ہیں؟" پہرے دار نے عثمان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پُوچھا۔

"یہ کاؤنٹ کے پاس کسی کام سے آئے ہیں ـــــ اچھا اب کسی دن

تمھارے گھر پر ملاقات ہوگی۔"

وہ وہاں سے چل دیے۔ تھوڑی دُور جا کر عثمان نے کہا "ڈان کارلو! میں نے قلعے سے کوئی نصف میل دور خلیج کے کناروں پر آمنے سامنے دو برُج دیکھے تھے۔ شاید وہاں کوئی پہرے دار بھی رہتے ہیں؟"

ڈان کارلو نے جواب دیا "جب تم غور سے دیکھو گے تو تمھیں دونوں برُجوں کے اوپر توپیں دکھائی دیں گی اور ہر ایک برُج پر تین یا چار آدمی ہر وقت موجود رہتے ہیں۔"

(۲)

وہ دوبارہ خلیج عبور کرنے کے بعد دوسری بستی میں داخل ہوئے۔ ڈان کارلو عثمان کو ایک کچے مکان کے اندر لے گیا جس میں تنگ صحن کے آگے دو چھوٹے چھوٹے کمرے تھے اور ان کے ساتھ ایک چھپر باورچی خانے کا کام دیتا تھا۔

ایک نوجوان لڑکی آٹا گوندھ رہی تھی، انھیں دیکھتے ہی وہ جلدی سے ایک کٹورے میں ہاتھ دھونے کے بعد اُٹھ کھڑی ہوئی اور ذرا پریشان سی ہو کر عثمان کی طرف دیکھنے لگی۔ اس کے سانولے اور صحت مند چہرے میں کچھ ایسی جاذبیت تھی جسے محسوس کیا جا سکتا تھا لیکن بیان نہیں کیا جا سکتا۔ عثمان نے ایک نظر اسے دیکھا اور آنکھیں جھکا لیں۔

ڈان کارلو نے کہا "کلارا! یہ میرے دوست ہیں۔ اس وقت یہ یہاں نہیں ٹھہر سکتے، لیکن انھوں نے وعدہ کیا ہے کہ یہ کسی دن تمھارے ہاتھ کی پکی ہوئی مچھلی ضرور کھانے آئیں گے۔ میں صرف انھیں اپنے گھر کا راستہ دکھانا چاہتا تھا۔"

کلارا نے کہا "مچھلی گھر میں بہت ہے۔ اگر یہ تھوڑی دیر ٹھہریں تو میں

ابھی تیار کر دیتی ہوں۔"

عثمان نے کہا "نہیں! انشاء اللہ میں پھر آؤں گا۔" پھر وہ ڈان کارلو کی طرف متوجہ ہوا "اب مجھے اجازت دیجیے!"

ڈان کارلو نے کہا "چلیے! میں تھوڑی دور آپ کے ساتھ چلوں گا۔"

بستی سے باہر نکل کر ڈان کارلو نے کہا "اگر کوئی ایسی بات ہو جس میں میں آپ کی مدد کر سکتا ہوں تو آپ بلا جھجک کہہ سکتے ہیں۔ مجھ سے گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ شاید آپ کسی عزیز کے متلاشی ہیں —— آپ نے کہا تھا کہ آپ نے پہلے سمندر نہیں دیکھا لیکن جب آپ کشتی پر سوار ہوئے تھے تو میں یہ سمجھ گیا تھا کہ سمندر اور کشتی آپ کے لیے نئے نہیں —— پھر آپ نے جس اطمینان سے باتیں کی تھیں، اُس سے مجھے یقین ہو گیا تھا کہ آپ تیراک بھی ہیں کیونکہ جو لوگ تیرنا نہیں جانتے وہ پہلی بار کشتی پر پاؤں رکھتے ہوئے بہت خوف زدہ دکھائی دیتے ہیں —— دیکھیے! میں آپ کو پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ ہمیں جبراً عیسائی بنایا گیا تھا لیکن ہم دل سے مسلمان ہیں —— ہم گھروں میں چھپ کر قرآن پڑھتے ہیں۔ کلارا بلاناغہ قرآن کی تلاوت کرتی ہے اور اگر میں اسے یہ بتا دیتا کہ آپ بھی مسلمان ہیں تو وہ باغ باغ ہو جاتی —— یہ باتیں کہنے سے میرا مقصد یہ ہے کہ آپ مجھ پر اعتماد کر سکتے ہیں۔"

عثمان نے کہا "اگر مجھے تم پر اعتماد نہ ہوتا تو میں تمھیں شاید یہ بھی نہ بتاتا کہ میں مسلمان ہوں اور اگر مجھے تم سے کوئی بات چھپائی ہے تو اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ میں تمھیں اُن مصیبتوں سے بچانا چاہتا ہوں جو بعض راز جاننے والوں کو پیش آتی ہیں —— جب مجھے یہ یقین ہو جائے گا کہ تم کوئی خطرہ مول لیے بغیر میری تجربات سے واقف ہو سکتے ہو تو تمھیں یہ شکایت نہیں ہوگی کہ میں

تم پر اعتماد نہیں کرتا ــــــ اس وقت میں ایک بات کہنے سے پہلے یہ پوچھنا ضروری سمجھتا ہوں کہ آج قید خانے کا جو پہرے دار میں نے دیکھا تھا، تم اس پر کس حد تک بھروسہ کر سکتے ہو!"

"وہ میرا دوست ہے اور مورسکو کہلانے کے باوجود مسلمانوں کے ساتھ اس کا ذہنی رشتہ کبھی نہیں ٹوٹا۔ اگر تم کسی قیدی کے متعلق دریافت کرنا چاہتے ہو تو میں اس کی ذمہ داری لیتا ہوں۔"

عثمان نے کچھ دیر سوچنے کے بعد کہا "ایک قیدی کا نام ابوالحسن ہے اور میں تمہارے دوست کی وساطت سے اُسے صرف یہ پیغام پہنچانا چاہتا ہوں کہ ایک سرائے کا ملازم جس نے ایک زخمی اور بیمار آدمی کو گھاس کی گاڑی میں چھپا کر تمہارے گھر پہنچایا تھا، تمہیں سلام کہتا ہے اور تمہارے لیے یہ خبر لایا ہے کہ تمہاری مصیبت کے دن ختم ہونے والے ہیں! کیا تمہیں یہ الفاظ یاد رہیں گے؟"

"ہاں!"

"فی الحال پہرے دار کو یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ پیغام لانے والا کون ہے۔ قیدی خود بخود سمجھ جائے گا کہ میں کون ہوں۔"

"انشاء اللہ قیدی کو آپ کا یہ پیغام کل تک ضرور مل جائے گا۔"

"بہت اچھا! اب مجھے دیر ہو رہی ہے۔ کل شاید ہماری ملاقات نہ ہو سکے لیکن اس کے بعد تم مجھے اکثر خلیج اور سمندر کے کنارے گھومتے دیکھا کرو گے، اور میں اس بات کی اجازت چاہتا ہوں کہ اگر کبھی مجھے ضرورت پڑے تو میں تمہاری چھوٹی سی کشتی پر سیر کر لیا کروں۔"

"وہ چھوٹی سی کشتی گاؤں کی مشترکہ ملکیت ہے اور عام طور پر وہیں کھڑی رہتی ہے۔ تم جب چاہو اُس پر گھوم سکتے ہو ــــــ ویسے تم میری کشتی بھی

استعمال کر سکتے ہو، وہ کشتی کافی بڑی ہے۔ جب دوبارہ آؤ گے تو میں تمہیں دکھا دوں گا۔"

"اور وہ قلعے کے قریب چھوٹا سا جہاز کس کا ہے؟"

"وہ کاؤنٹ کا ہے۔ وہ اپنی بیوی اور مہمانوں کے ساتھ سمندر کی سیر کے لیے جایا کرتے ہیں۔"

عثمان خلیج کے کنارے جس راستے آیا تھا، اُسی راستے واپس جا رہا تھا کہ اچانک ایک چھوٹا سا ٹیلہ عبور کرتے ہوئے اس کو ابو عامر دکھائی دیا۔ وہ تیز رفتار سے اسی جانب آ رہا تھا اور جب اس کی نگاہ عثمان پر پڑی تو وہ آگے بڑھنے کی بجائے ایک پتھر پر بیٹھ کر خلیج کی طرف دیکھنے لگا۔

"ابو عامر!" عثمان نے اس کے قریب پہنچ کر کہا "خیر تو ہے تم بہت پریشان دکھائی دیتے ہو۔"

ابو عامر نے جواب دیا "اگر تم مجھے اسی طرح خوار کرو گے تو میں پاگل ہو جاؤں گا! تم نے تو یہ کہا تھا کہ سہ پہر تک واپس آ جاؤ گے اور اب دیکھو! سورج غروب ہو چکا ہے ــــــ میں یہ محسوس کر رہا تھا کہ تم عبید اللہ کی طرح کسی اور کو بھی اپنا رازدار بنانے کی کوشش میں کہیں پھنس گئے ہو!"

عثمان نے جواب دیا "بچپن میں ایک سرائے کی نوکری کرنے سے مجھے یہ فائدہ ضرور ہوا ہے کہ میں اچھے اور بُرے آدمی میں تمیز کر سکتا ہوں ــــــ عبید کے چہرے پر یہ لکھا ہوا تھا کہ اُس پر اعتماد کیا جا سکتا ہے اور آج دوسری بار یہ اتفاق ہوا ہے کہ مجھے ایک اور قابلِ اعتماد آدمی مل گیا ہے" ــــــ "میں نے وقت

ضائع نہیں کیا۔ میں نے اسلحہ اور بارود چھپانے کے لیے موزوں جگہ دیکھ لی ہے۔ میں نے وہ گھر بھی دیکھ لیا ہے جہاں ہم ضرورت کے وقت ٹھہر سکتے ہیں۔ خلیج کے دوسرے کنارے پادری فرانسس کا گھر اور ابوالحسن کا قید خانہ بھی دیکھ آیا ہوں ــــــ اور میں اس بات کا انتظام بھی کر آیا ہوں کہ ابوالحسن کو میری آمد کی اطلاع مل جائے ــــــ مجھے اس بات کا احساس تھا کہ تم میرا انتظار کرتے کرتے پریشان ہو گئے ہو گے، لیکن میں بہت مصروف تھا۔"

ابوعامر نے کہا "میں تم سے کم مصروف نہیں تھا۔ تمہاری رخصت سے ایک ساعت بعد برنیڈو واپس آ گیا تھا اور اُس نے مجھے کاؤنٹ کے سامنے پیش کر دیا تھا۔ وہ کافی دیر مجھ سے باتیں کرتا رہا۔"

"میرے متعلق اُسے آپ نے کیا کچھ بتایا تھا؟"

میں نے تمہاری ہدایت کے مطابق اسے یہی بتایا تھا کہ میری بیوی کے بھائی نے ساری عمر سمندر نہیں دیکھا اور وہ یہاں پہنچتے ہی خلیج کی طرف نکل گیا ہے، لیکن اس گفتگو کی تفصیل میں بعد میں بیان کروں گا۔ پہلے تم بیٹھ کر اطمینان سے مجھے تمام واقعات سناؤ!"

عثمان نے اسے اپنی سرگزشت سنانے کے بعد کہا "میں اپنا بہت سا کام ختم کر چکا ہوں۔ میں خلیج کے دونوں کناروں پر ایک دوسرے کے سامنے دو مورچے دیکھ آیا ہوں جہاں ایک ایک بڑی توپ نصب ہے۔ اپنے جہازوں کی آمد سے تھوڑی دیر قبل ان توپوں کو بے کار کر دینا ہمارے لیے مشکل نہیں ہو گا۔ مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ قدرت ہر قدم پر ہماری مدد کر رہی ہے۔ تمھیں معلوم ہے کہ جب وہ گھاس کے انبار اچانک جل اُٹھیں گے تو ہمارے ساتھی کوسوں دور سے یہ روشنی دیکھ سکیں گے۔ اب مجھے اس بات کا افسوس ہے کہ ہم نے

گیارہ دن کی مہلت کیوں لی۔ پانچ یا چھ دن بعد ہم یہاں اپنا کام ختم کر چکے ہوں گے اور ہمیں اس جگہ اپنے جہازوں کے انتظار کے سوا کوئی کام نہیں ہو گا۔"

ابوعامر نے کہا:

"ہمیں خدا سے یہ دُعا کرنی چاہیے کہ تمہارے جہازوں سے پہلے ڈان لوئی کے جہاز یہاں نہ پہنچ جائیں۔"

"ڈان لوئی کے جہاز؟"

"اُس نے مجھے یہ نہیں بتایا کہ ــــــ وہ جہاز کب اور کہاں سے آ رہے ہیں، لیکن اس کی گفتگو سے معلوم ہوتا تھا کہ بہر حال جہازوں کے پہنچنے میں زیادہ دن نہیں لگیں گے۔"

"تمہارا مطلب ہے کہ وہ کوئی جنگی بیڑہ اس خلیج میں جمع کر رہا ہے؟"

"وہ اپنے غلاموں کو نئی دنیا بھیج رہا ہے، اسے وہاں وسیع زمین مل گئی ہے اور اس کی باتوں سے مجھے محسوس ہوا تھا کہ شاید وہ خود بھی وہاں جا رہا ہے ــــــ جب میں نے تمہارے متعلق یہ بتایا تھا کہ تم نے کبھی سمندر نہیں دیکھا تو اُس نے کہا "ہم اسے سمندروں کی اتنی سیر کرائیں گے کہ اُس کا جی بھر جائے گا۔ برنیڈو اور کاؤنٹ دونوں مجھے دیکھ کر بہت خوش ہوئے تھے۔ اُنھوں نے یہ فرض کر لیا ہے کہ ہم اس کی ملازمت اختیار کرنے آئے ہیں اور اسے یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ جب چاہے ہمیں نئی دُنیا بھیج دے۔"

"تمہارا مطلب ہے کہ اگر اس کے جہاز جلدی پہنچ گئے تو تمھیں مجبوراً سات سمندر پار جانا پڑے گا۔"

"ہاں! اس کا یہی ارادہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ ہمیں اپنے ساتھ لے جائے گا اور میں نے تمہاری تعریف کرتے ہوئے اسے کہہ دیا تھا کہ ——— تم ایک بہت اچھے گاڑیبان بھی ہو تو اس نے کہا تھا کہ امریکہ میں ہمیں ایسے آدمیوں کی سخت ضرورت ہے۔

میں نے اسے یہ لالچ دینے کی کوشش بھی کی تھی کہ الفجارہ میں کئی جفاکش کسان نئی دُنیا جانے کے لیے تیار ہیں اور مجھے حارث نے یہ پیغام دے کر بھیجا ہے ——— آپ کو غرناطہ کے مہاجرین میں سے کئی صنعت وحرفت کے ماہرین مل سکتے ہیں جو نئی دنیا میں نہایت قلیل معاوضے پر کام کرنے کے لیے تیار ہوں گے۔

اور اُس نے جو جواب دیا تھا، میں اُس کا کبھی تصوّر بھی نہیں کر سکتا تھا اُس نے کہا تھا ——— اب غرناطہ کے مسلمان ہمارے تالاب کی مچھلیاں ہیں اور الفجارہ میں بھی ایسے ہی حالات پیدا ہو رہے ہیں کہ جب کبھی ہمیں وہاں کسی کام کے آدمی کی ضرورت پڑے گی، ہم رات کی بجائے دن کی روشنی میں اسے گرفتار کر سکیں گے۔

اور کاؤنٹ نے ابوالحسن کا ذکر بھی کیا تھا، وہ کہتا تھا کہ ——— ایک کام کا آدمی محض اپنی حماقت کے باعث جان گنوا بیٹھے گا۔

کاؤنٹ کے ساتھ ملاقات سے فارغ ہو کر میں نے برنیلڈو سے علیحدگی میں باتیں کی تھیں۔ وہ کہتا تھا کہ جب جہاز پہنچ جائیں گے تو ہم سفر کی تیاری شروع کریں گے۔

برنیلڈو کا خیال تھا کہ جہازوں کی آمد کے بعد بھی اناج، مویشی اور ضروری سامان لادنے کے لیے چند دن اور لگ جائیں گے اور ———

بظاہر اس بات کا کوئی خدشہ نہیں کہ وہ ہمیں اچانک پکڑ کر نئی دنیا میں لے جائیں گے، لیکن کاش ہمارے ساتھی جلدی پہنچ جائیں ——— مجھے یہ بھی خطرہ ہے کہ اگر نصرانیوں کا بیڑا جلدی پہنچ گیا تو خلیج پر اُن کا قبضہ ہو جائے گا اور پھر ہمارے ساتھیوں کے لیے خلیج میں داخل ہو کر کاؤنٹ کے قلعے پر گولہ باری کرنا بہت مشکل ہو جائے گا" ———

عثمان نے کہا "خدا کے لیے یہ دُعا کرو کہ سپین کے جہاز ہمارے حملے سے دو چار دن پہلے پہنچ جائیں اور مجھے جنگ کا پلان تیار کرنے کا موقع مل جائے، پھر تم وہ تماشا دیکھو گے جو اس وقت تمہارے تصوّر میں بھی نہیں آ سکتا۔"

"بھائی!" ابوعامر نے جواب دیا "میں کوئی تماشا دیکھنے کی بجائے صرف یہ دُعا کروں گا کہ میں خیریت سے اپنے گھر پہنچ جاؤں۔"

عثمان نے کہا "اب چلو! میں بہت تھک گیا ہوں اور میرا جی چاہتا ہے کہ میں گھاس کے کسی انبار میں چھپ کر سو جاؤں۔ صبح مجھے بہت کام کرنا ہے اور اگلی رات مجھے عبیداللہ کی بستی میں مصروف رہنا پڑے گا۔ ہمارے گھومنے پھرنے پر تو کوئی پابندی نہیں ہے؟"

"نہیں! تم جہاں چاہو پھر سکو گے۔ کاؤنٹ کے تین سو غلاموں اور نوکروں میں تمہارا کوئی متلاشی نہیں ہو گا۔ تاہم یہ ضروری ہو گا کہ برنیلڈو دن میں ایک دو بار تمہیں ضرور دیکھ لیا کرے۔ ہمیں برنیلڈو کے مکان کے قریب ہی ایک کمرہ ملا ہے۔"

"تم فکر نہ کرو! میں برنیلڈو کو یہ احساس نہیں ہونے دوں گا کہ میں کیا کر رہا ہوں۔"

ابوعامر نے مغموم لہجے میں کہا "اگر میں اپنی بیوی بچوں کو دوبارہ دیکھے بغیر نئی دُنیا بھیجا گیا تو میں راستے میں جہاز سے چھلانگ لگا دوں گا۔"

عثمان نے جواب دیا "مجھے یقین ہے کہ اللہ ہماری مدد کرے گا اور ہم ڈان لوئی کے غلاموں کے ساتھ نئی دنیا نہیں جائیں گے۔"

پادری فرانسس

برنینڈو نے ابوعامر اور عثمان کو نوکروں کی رہائش گاہ کے قریب ہی ایک خالی مکان میں ٹھہرا دیا ——— پاس ہی وہ کشادہ چار دیواری تھی جس کے اندر غلام رہتے تھے۔ جب غلام کھیتوں میں کام کے لیے جاتے تو ابوعامر ان کے ساتھ چلا جاتا اور کبھی کبھی عثمان بھی ان کا ساتھ دیتا، لیکن عام طور پر عثمان علالت کے بہانے دن کے وقت سوتا اور رات بھر اپنی خفیہ سرگرمیوں میں مصروف رہتا۔

آٹھ دن بعد عثمان نے کمرے کا دروازہ بند کر کے صبح کی نماز ادا کی اور ابوعامر سے کہا "اگر میں شام تک واپس نہ آؤں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ میں ماہی گیروں کی بستی میں رُک گیا ہوں اور وہیں رات گزاروں گا۔"

ابوعامر نے کہا "تم نے میرے ذمے کوئی کام نہیں لگایا؟"

عثمان نے جواب دیا "تمہاری سب سے بڑی ذمہ داری یہ تھی کہ تم یہاں کسی کو مجھ پر شک نہ ہونے دو اور غلاموں میں سے قابلِ اعتماد آدمیوں کو ہمارا ساتھ دینے کے لیے تیار کرو، اور یہ تم بہت اچھی طرح پوری کر رہے ہو ——— لیکن چونکہ تم تیرنا یا کشتی چلانا نہیں جانتے، اس لیے میں اب تمہیں اپنے ساتھ کسی مہم پر نہیں لے جا سکتا۔" ———

ابوعامر نے کہا "خدا کا شکر ہے کہ ابھی تک نئی دنیا جانے والے جہاز یہاں نہیں پہنچے۔ اب [illegible] یہ اطمینان ہو رہا ہے کہ وہ ہمارے ساتھیوں کی آمد سے پہلے روانہ نہیں ہوں گے اور رات مجھے خیال آیا تھا کہ تم سے ابوالحسن کے متعلق پوچھوں، لیکن تم باتیں کرتے کرتے اچانک سو گئے تھے۔"

"ابوالحسن کو جسمانی اور روحانی اذیتوں نے بہت کمزور کر دیا ہے لیکن میرے پیغام نے اُس پر بہت اچھا اثر کیا۔"

"تم نے اسے دیکھا تھا؟"

"نہیں! جب ایک پہرے دار ہمارے درمیان پیام رسانی کے فرائض سرانجام دے رہا ہے تو مجھے قید خانے کے قریب جانے کا خطرہ مول لینے کی ضرورت نہیں۔ ابوالحسن کو معلوم ہے کہ اُس کو کیا کرنا ہے۔"

اور یہ کہتے ہی عثمان کمرے سے باہر نکل گیا ——

کچھ دیر بعد جب وہ ماہی گیروں کی بستی کے قریب پہنچا تو اسے حدِ نگاہ پر سمندر کی طرف سے خلیج کا رُخ کرنے والے تین جہاز دکھائی دیے۔ ڈان کارلو اور اُس کی بیوی کے علاوہ بستی کے کوئی پچاس زن و مرد خلیج کے قریب ٹیلے پر کھڑے تھے ——

عثمان نے ان کے قریب پہنچ کر دیکھا تو وہ بہت مغموم نظر آتے تھے۔ بعض کی آنکھوں میں آنسو تھے اور کلارا کے علاوہ چند عورتیں سِسکیاں لے رہی تھیں۔ ڈان کارلو نے آگے بڑھ کر عثمان سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا:

"معلوم ہوتا ہے کہ مورسکو کہلانا اور مورسکو کی طرح رہنا ہمارا مقدر بن چکا ہے۔ وہ نصرانیوں کے جہاز آ رہے ہیں۔ آپ اُن پر صلیب کے پرچم دیکھ سکتے ہیں اور ہمیں یہ تو معلوم نہیں کہ اس بیڑے کے پیچھے اور کتنے جہاز آ رہے ہیں،

لیکن ایک بات واضح ہے کہ ہسپانوی بیڑے کی موجودگی میں باہر سے کوئی جہاز اب ساحل کے قریب نہیں آ سکے گا۔"

عثمان نے کہا "اگر تمھاری پریشانی کی وجہ یہ ہے تو میری بات غور سے سُنو! انشاء اللہ ہم تین چار دن کے اندر اندر یہاں سے روانہ ہو جائیں گے اور دُشمن کا کوئی جہاز ہمارا پیچھا کرنے کی جُرأت نہیں کرے گا، لیکن تم نے ابھی بہت سا کام کرنا ہے۔ آیندہ دو دن کے بعد تمھیں ہر وقت سفر کے لیے تیار رہنا چاہیے —— اب جاؤ! اور اپنے اپنے گھر میں ہماری ہدایات کا انتظار کرو۔"

وہ سب مطمئن ہو کر اپنے اپنے گھر کی طرف چل دیے، لیکن ڈان کارلو اور آٹھ اور نوجوان وہیں کھڑے رہے —— عثمان نے ڈان کارلو سے مخاطب ہو کر کہا "اب ہمیں کھلے سمندر کی طرف جانے کی ضرورت نہیں۔ دو چھوٹی کشتیاں ہر وقت یہاں رہنی چاہییں اور دو کشتیاں تمھیں اس کنارے لے جانی چاہییں۔"

ڈان کارلو نے کہا "آپ کی ہدایت کے مطابق ہم نے بارود کے دو بیرل اس طرف اور دو دوسرے کنارے پر چھپا دیے ہیں۔ جو اسلحہ ہمیں ملا تھا، وہ میں نے اپنے آدمیوں میں تقسیم کر دیا ہے اور آج ابوالحسن کو بھی ایک خنجر قید خانے کے اندر پہنچ جائے گا۔"

عثمان نے کہا "میرے لیے اس جگہ تمھارے ساتھ کھڑا ہونا مناسب نہیں۔ ہم بستی میں کسی جگہ چھُپ کر باتیں کریں گے۔ میں یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ وہ ان جہازوں کو کس جگہ کھڑا کرتے ہیں۔ اُس کے بعد تمھیں فرائض سونپ دیے جائیں گے اور پھر رات کے وقت تمھیں مشق کرائی جائے گی۔ اگر انھوں نے جہاز ساحلی توپ خانوں سے دُور رکھے تو ہماری کوشش یہ ہوگی کہ جہاز

غرق کر دیے جائیں یا انھیں آگ لگا دی جائے اور اگر وہ جہازوں کو مورچوں کے پیچھے قلعے کی طرف لے گئے تو ہماری کوشش یہ ہوگی کہ ساحلی مورچوں کی توپوں کو تباہ کر دیا جائے اور یہ کام کچھ مشکل نہیں ہوگا —— اس کے بعد ہمارے ساتھیوں کو روشنی دکھانے کا کام رہ جائے گا اور وہ جہازوں سے نپٹ لیں گے۔"

(۶)

کاؤنٹ ڈان لوئی اور اس کی بیوی محل کی بالائی منزل کے ایک کمرے کے دریچوں سے خلیج کا منظر دیکھ رہے تھے —— ان کے سامنے ایک جہاز پر بھیڑیں، گائیں گھوڑے اور اناج لادے جا رہے تھے اور چونکہ جہاز کنارے سے کچھ دور گہرے پانی میں کھڑے تھے اس لیے جانوروں کو کشتیوں پر لاد کر جہازوں تک پہنچانا اور پھر رسّوں سے اوپر کھینچ کر انھیں جہاز پر لادنا کافی مشکل کام تھا۔ مزدور اور ملاح بدحواس جانوروں کو تڑپتے دیکھ کر قہقہے لگا رہے تھے۔

کاؤنٹس نے کہا "پادری فرانسس کہتا تھا کہ بعض غلام اور مویشی سفر کے دوران مر جائیں گے۔"

کاؤنٹ نے غصے میں آکر جواب دیا "اس کی آواز بہت منحوس ہے، لیکن مجھے یقین ہے کہ میرے غلام اور جانور بخیریت پہنچ جائیں گے —— میں نے برنینڈو کو تاکید کی ہے کہ جو جانور کمزور یا بیمار ہو اسے جہاز پر نہ لادا جائے البتہ مجھے ان غلاموں کے متعلق شبہ ہے جنھیں پادری فرانسس نے قید خانے میں اذیتیں دے دے کر ادھ موا کر دیا ہے ہو سکتا ہے کہ ان میں سے کوئی راستے میں مر جائے۔"

کاؤنٹس نے کہا "لیکن برنینڈو کہتا تھا کہ پادری فرانسس اکثر قیدیوں

کو بلنسیہ میں انکوی زیشن کے سپرد کرنا چاہتا ہے۔ وہاں اذیت خانے میں اُن سے گناہوں کا اعتراف کروایا جائے گا اور پھر ان کے لیے مناسب سزائیں تجویز کی جائیں گی۔"

ڈان لوئی نے جواب دیا "یہ اُس صورت میں ہو سکتا ہے کہ میں انھیں قید خانے سے نکال کر ان جہازوں پر سوار نہ کر دوں۔"

"کیا پادری فرانسس یہ برداشت کر لے گا کہ آپ کلیسا کے مجرموں کو قید سے نکال کر جہاز پر سوار کرا دیں۔ برنینڈو کہتا تھا کہ وہ انکوی زیشن کے لیے کام کرتا ہے۔"

"مجھے معلوم ہے، لیکن پادری کو کسی نہ کسی طرح رضامند کر لیا جائے گا۔ اسے غلاموں کے ساتھ جہاز پر بھی سوار کرایا جا سکتا ہے اور انکوی زیشن کے اعلیٰ افسروں کو یہ پیغام بھیجا جا سکتا ہے کہ فرانسس سات سمندر پار بسنے والوں کی روحوں کو دوزخ کی آگ سے بچانے کے لیے بے تاب تھا۔"

ڈان لوئی کی بیوی ہنس پڑی۔

ایک نوکر نے کمرے میں داخل ہو کر بلنسیہ کے بشپ اور پادری فرانسس کی آمد کی اطلاع دی۔

"بلنسیہ کا بشپ؟" ڈان لوئی نے حیران ہو کر کہا "وہ یہاں کب پہنچے؟"

"جناب! وہ ابھی پہنچے ہیں اور میں نے انھیں نیچے ملاقات کے کمرے میں بٹھا دیا ہے۔"

"اور پادری فرانسس اس کے ساتھ آیا ہے؟"

"جی ہاں! وہ بھی بشپ کی بگھی پر آیا تھا۔"

"میں ابھی آتا ہوں۔"

نوکر واپس چلا گیا تو ڈان لوئی نے اپنی بیوی سے مخاطب ہو کر کہا "اس کا

مطلب یہ ہے کہ اگر پادری فرانسس، بشپ کو بذاتِ خود بلنسیہ سے لے کر نہیں آیا تو وہ راستے میں کسی جگہ اس کا ضرور انتظار کر رہا ہوگا۔ بہرحال یہ بات یقینی ہے کہ اسے بشپ کی آمد کا علم تھا اور اس نے عمداً مجھے اطلاع نہیں دی۔ آپ ان کے لیے کھانے کا انتظام کریں۔ میں ان کے پاس جاتا ہوں۔"



چند منٹ بعد ڈان لوئی ملاقات کے کمرے میں دوزانو ہو کر بشپ کے ہاتھ کو بوسہ دے رہا تھا۔

"مقدس باپ!" اس نے بشپ کے قریب بیٹھتے ہوئے کہا "آپ کو دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔ اگر آپ کی آمد کی کوئی اطلاع ہوتی تو میں اپنے نوکروں اور غلاموں سمیت قلعے سے باہر آپ کا استقبال کرتا۔"

بشپ نے جواب دیا "پادری فرانسس نے مجھے اطلاع دی تھی کہ آپ نئی دنیا جا رہے ہیں، اس لیے میں نے آپ کو الوداع کہنا ضروری سمجھا۔"

کاؤنٹ نے جواب دیا "فی الحال میرے غلام اور چند نوکر جا رہے ہیں۔ میں زمین آباد ہونے اور رہائش کے لیے کوئی تسلی بخش انتظام ہونے کے بعد وہاں جانے کے متعلق سوچوں گا۔"

پادری فرانسس نے جواب دیا "اس بات کا بھی امکان ہے کہ آپ کو کسی علاقے کا گورنر بنا کر بھیج دیا جائے؟"

"یہ ہو سکتا ہے۔" کاؤنٹ نے بے پروائی سے جواب دیا۔

بشپ نے کہا "میرے یہاں آنے کا ایک مقصد یہ بھی تھا ——— ہمیں محتسبِ اعظم سے یہ ہدایت موصول ہوئی ہے کہ ایسے غلاموں کو نئی دنیا نہ بھیجا جائے

جو عیسائی ہونے کے بعد مرتد ہو گئے ہوں یا ان کا کوئی فعل انکوی زیشن کے ضابطوں کی زد میں آتا ہو ——— پادری فرانسس کو یہ شکایت ہے کہ آپ کے چند غلام ایسے ہیں جو دل سے عیسائی نہیں ہوئے۔ آپ انھیں امریکہ جانے سے روک لیں تاکہ مقدس انکوی زیشن کو ان کے متعلق تسلی کرنے کے لیے وقت مل جائے تو یہ آپ کا ایک قابلِ قدر اقدام ہوگا۔"

ڈان لوئی اپنا غصہ ضبط کرتے ہوئے فرانسس سے مخاطب ہوا "ایسے آدمیوں کی تعداد کتنی ہے جنھیں آپ مشکوک خیال کرتے ہیں؟"

"فی الحال ان کی تعداد سات ہے۔"

"ان کے دل کا حال آپ کیسے جانتے ہیں؟ کیا آپ ان سے مل چکے ہیں؟"

"مجھے کسی کے دل کا حال جاننے کے لیے اُس سے ملاقات کی ضرورت نہیں۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ مقدس انکوی زیشن کے جاسوس ہر جگہ موجود ہیں۔"

"لیکن ابھی تک میرے علاقے میں انکوی زیشن کا دفتر قائم نہیں ہوا۔"

"اس کا یہ مطلب نہیں کہ کلیسا کے دشمن کسی جگہ محفوظ ہیں۔ بلنسیہ میں محکمۂ احتساب کا قید خانہ بڑی تیزی سے بھر رہا ہے۔ جب ہم یہ محسوس کریں گے کہ مزید قیدیوں کے لیے گنجائش نکالنے کی ضرورت ہے تو نئے قید خانے تعمیر کیے جائیں گے ورنہ مسلمانوں کے دورِ حکومت کے پرانے قلعوں کو قید خانوں میں تبدیل کیا جا سکے گا ——— یہاں سے جنوب کی طرف آٹھ دس میل کے فاصلے پر ایک پرانا قلعہ ہے۔ میں وہ دیکھ چکا ہوں اور میرا خیال ہے کہ اگر اس کی مرمت کی جائے تو وہ چند سال کے لیے آپ کے علاقے کی ضرورت پورا کر سکے گا۔ پھر جب آپ کے غلاموں کی قیام گاہ خالی ہو جائے گی تو انکوی زیشن بوقت ضرورت اسے بھی استعمال

کر سکے گا۔"

"ڈان لوئی نے کہا " آپ کا مطلب ہے کہ اس علاقے کے کسانوں، چرواہوں اور ماہی گیروں کی اکثریت کو کسی دن انکوی زیشن کے قید خانوں میں جانا پڑے گا؟"

" مجھے اس بات سے کوئی خوشی نہیں ہوگی، لیکن مورسکو کسانوں اور ماہی گیروں کے متعلق میری اطلاعات یہ ہیں کہ ان میں سے بیشتر دل سے عیسائی نہیں ہوئے اور وہ موقع ملتے ہی کلیسا کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوں گے۔"

"اور وہ جو ابھی تک مسلمان ہیں اور مسلمان رہنا چاہتے ہیں، ان کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟"

پادری نے جواب دینے کی بجائے بشپ کی طرف دیکھا اور اس نے جواب دیا " یہ فیصلہ ہو چکا ہے کہ اب کوئی غیر عیسائی سپین میں نہیں رہ سکے گا۔ یہودیوں کی طرح مسلمان بھی یا تو ملک چھوڑ جائیں گے یا انھیں اصطباغ لینا پڑے گا۔ وہ اس بات کو پسند کریں یا نہ کریں، انھیں ہر حال میں عیسائی سمجھا جائے گا اور یہ مقدس انکوی زیشن کی ذمہ داری ہوگی کہ وہ ان کے دل کا حال معلوم کرتا رہے اور جن کے متعلق یہ شبہ ہو کہ وہ درپردہ اپنے سابقہ مذہب سے محبت کرتے ہیں، اُن کے وجود سے اس سرزمین کو پاک کرتا رہے۔"

ڈان لوئی نے کہا " آپ یہ خطرہ محسوس نہیں کرتے کہ انکوی زیشن کی جلد بازی سے پورے ملک میں بغاوت ہو جائے گی؟"

بشپ نے جواب دیا " آپ اس بات سے بے خبر نہیں ہو سکتے کہ انکوی زیشن کے کسی فعل پر نکتہ چینی کرنا گناہ ہے ـــــ اور آپ کے اطمینان کے لیے میں آپ کو یہ بتا سکتا ہوں کہ انکوی زیشن مناسب وقت پر اپنا کام شروع کرے گا ـــــ اور فوری طور پر کوئی ایسا قدم نہیں اٹھائے گا جس سے

حکومت کو کسی قسم کے خطرے کا سامنا کرنا پڑے۔"

"لیکن مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ غرناطہ میں کلیسا کی جلد بازی سے ایسے حالات پیدا ہو گئے ہیں کہ کوہستانی علاقوں میں کسی وقت بھی بغاوت کی آگ بھڑک سکتی ہے اور پھر بحیرۂ روم میں ترکوں کا جنگی بیڑا ہمیں کافی نقصان پہنچا سکتا ہے۔"

" یہ آگ بہت جلد ٹھنڈی ہو جائے گی اور اس کے بعد پورے ہسپانیہ کے مسلمانوں کو مورسکو کے نام سے پکارا جائے گا۔"

ڈان لوئی نے گفتگو کا موضوع بدلتے ہوئے کہا " مقدس باپ! میں آپ کے سامنے ایک تجویز پیش کرتا ہوں۔"

"کہیے!"

" میں یہ چاہتا ہوں کہ پادری فرانسس کو میرے آدمیوں کے ساتھ نئی دُنیا بھیج دیا جائے تاکہ یہ ان میں سے کسی کو گمراہ نہ ہونے دیں۔"

فرانسس نے کہا " اگر مجھے مقامی وحشیوں کو جبراً دینِ مسیح کے دامن میں پناہ دینے کی اجازت دی جائے تو میں خوشی سے جانے کے لیے تیار ہوں۔ مجھے مقدس انکوی زیشن کی طرف سے بھی مرتد ہونے والوں کو سزائیں دینے کا اختیار ہونا چاہیے۔"

بشپ نے کہا " نئی دنیا کے متعلق اس قسم کے خواب پورے ہونے میں ابھی کافی عرصہ لگے گا ـــــ انکوی زیشن کا پہلا مقصد ہسپانیہ کو غیر عیسائیوں، مرتدین اور جادوگروں کے وجود سے پاک کرنا ہے ـــــ مجھے یقین تھا کہ اس جگہ کاؤنٹ ڈان لوئی اور ان کے ملازم آپ سے پورا تعاون کریں گے اور میں ان کا شکر گزار ہوں کہ میری توقعات غلط ثابت نہیں ہوئیں۔ اب میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ بھی بلاوجہ انھیں پریشان نہ کریں اور محض شک کی بنا پر ان کے کسی غلام یا نوکر کو نئی

دنیا جانے سے نہ روکیں۔ نئی دنیا میں یہ لوگ ہمارے لیے کسی پریشانی کا باعث نہیں ہو سکتے۔"

فرانسس نے کہا "میرا مقصد کاؤنٹ کو بلاوجہ پریشان کرنا یا نقصان پہنچانا نہیں۔ میں اس کے لیے تیار ہوں کہ ـــــ جو مشتبہ لوگ انکوی زیشن کے اہلکاروں کی آمد سے پہلے روانہ ہو جائیں، انھیں روکنے کی کوشش نہ کی جائے، لیکن ان آٹھ آدمیوں میں سے جو اس وقت قید خانے میں ہیں، صرف دو کو رہا کیا جا سکتا ہے۔ باقی چھ بہت خطرناک ہیں اور وہ جہاں جائیں گے، دینِ مسیحؑ کے خلاف نفرت پھیلائیں گے۔ ان میں سے ایک کو تین بار کوڑے لگ چکے ہیں، لیکن اس کے باوجود اس کی حالت یہ ہے کہ وہ قید خانے کے اندر کھلے بندوں نمازیں ہی نہیں پڑھتا بلکہ اذانیں بھی دیتا ہے۔"

"اُس کا نام ابوالحسن ہے؟" کاؤنٹ نے پوچھا۔

"جی ہاں! یہی نام ہے اس کا، لیکن پچھلے پانچ چھ دن سے اس میں اچانک تبدیلی آ گئی ہے۔ اب وہ اذان نہیں دیتا اور پہریداروں کی اطلاع ہے کہ وہ ان کے سامنے نماز بھی نہیں پڑھتا۔"

ڈان لوئی نے کہا "اگر آپ اس کے متعلق مطمئن ہو گئے ہیں تو کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ میں اسے نئی دُنیا بھیج دوں، تین دن تک ہمارے جہاز یہاں سے روانہ ہو جائیں گے۔ میں یہ اس لیے کہہ رہا ہوں کہ اس کے متعلق مجھے ذاتی طور پر بھی یہ علم ہے کہ وہ عیسائی نہیں ہوا تھا ــــ آپ نے اس پر صرف پانی چھڑک کر یہ اعلان کر دیا تھا کہ تم عیسائی ہو گئے۔ ــــ"

"یہ ہمارا حق ہے کہ ہم اپنے غلاموں کی رُوح کو دوزخ کی آگ سے بچانے کی ہر ممکن کوشش کریں ـــــ اس کے خلاف جو شکایات ہیں، وہ مُقدّس

انکوی زیشن کے دفتر میں پہنچ چکی ہیں۔ اسے بہر صورت بلنسیہ میں انکوی زیشن کی عدالت کے سامنے پیش ہونا پڑے گا۔ وہ بہت خطرناک ہے اور یہ بہتر ہوگا کہ آپ میرے ساتھ دو مسلح آدمی بھیجیں اور میں اسے بذاتِ خود بلنسیہ کے قید خانے میں پہنچا آؤں۔"

ڈان لوئی نے مایوس ہو کر کہا "میرے آدمی آپ کے کسی حکم سے انکار نہیں کر سکتے۔"



ایک گھنٹے بعد ڈان لوئی، بشپ اور پادری فرانسس کھانے کی میز پر بیٹھے ہوئے تھے۔ انواع و اقسام کے کھانے لذیذ بھی تھے اور وافر بھی اور پادری فرانسس اس طرح کھا رہا تھا جیسے سات دن کا بھوکا ہو ــــ

کھانے سے قبل وہ کاؤنٹ کے گھر کی برسوں پُرانی شراب سے لطف اندوز ہو چکے تھے اور فرانسس اپنے تن و توش کے مطابق اس قیمتی شراب سے بھی دوسروں کی نسبت دوگنا حصہ وصول کر چکا تھا ــــ

وہ کھانے سے فارغ ہو کر کچھ دیر باتیں کرتے رہے۔ پھر فرانسس کی آنکھوں پر غنودگی طاری ہونے لگی اور اس نے بشپ سے کہا "جناب! آپ سفر سے آئے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ آپ کو آرام کی ضرورت ہے۔"

ڈان لوئی نے اُٹھتے ہوئے کہا "آئیے! میں آپ کو سونے کے کمرے میں چھوڑ آتا ہوں۔ فادر فرانسس! میرے خیال میں آپ بھی یہیں سو جائیں!!"

"نہیں! شکریہ!! میں رات کے وقت قید خانے کے قریب رہنا ضروری سمجھتا ہوں۔ ویسے بھی اتنا نفیس کھانا کھانے کے بعد میں تھوڑی دیر باہر

ہوا میں گھومنا چاہتا ہوں۔" یہ کہہ کر اُس نے بشپ اور کاؤنٹ سے مصافحہ کیا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔

بشپ نے قدرے توقف کے بعد کاؤنٹ سے مخاطب ہو کر کہا :

"آپ کو اس آدمی سے محتاط رہنا چاہیے ——— اس وقت تو ایسے لوگ شاید آپ کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکیں ، لیکن وہ وقت دُور نہیں جب اندلس کا ہر انسان انکوی زیشن کے ہاتھ کی گرفت اپنی شاہ رگ پر محسوس کرے گا ——— تورکیڈا کلیسا کے اندر ایک ایسی طاقت کو جنم دے گیا ہے جس کی ہولناکیوں کے تصور سے نہ صرف ہسپانیہ کے عوام اور امراء بلکہ خداوندانِ کلیسا بھی کانپا کریں گے اور انکوی زیشن میں پادری فرانسس کے اثر و رسُوخ کا آپ اس بات سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ محتسبِ اعظم نے مجھے اس کی شکایات پر یہاں آنے کا حکم دیا تھا۔ مجھے اس بات کا خدشہ تھا کہ آپ کہیں قیدیوں کو زبردستی نئی دُنیا نہ بھیج دیں۔"

کاؤنٹ نے جواب دیا" اگر آپ نہ آتے تو شاید مجھ سے ایسی غلطی ہو جاتی ، میں آپ کا شکر گزار ہوں۔ تشریف لائیے ! "

بشپ اُس کے ساتھ چل دیا۔

○

پادری فرانسس کو پہرے داروں نے صدر دروازے کی بجائے شمال کے چھوٹے دروازے سے باہر نکال دیا اور وہ جلد ہی بستی سے نکل کر خلیج کے کنارے چلنے لگا ——— خلیج میں اسے نئی دنیا جانے والے جہاز دکھائی دیتے تھے اور اسے اس بات سے ایک روحانی تسکین محسوس ہوتی تھی کہ وہ قیدی جنھیں وہ روکنا چاہتا تھا' ان جہازوں میں سے کسی پر سوار

نہیں ہو سکیں گے۔

ڈان لوئی کے دسترخوان پر اس نے حسبِ معمول جی بھر کر کھانا کھایا تھا اور شراب کے دو پیالے بھی اس کی ضرورت سے بہت زیادہ تھے اس لیے باہر تر و تازہ ہوا کے باوجود اس کی طبیعت بوجھل ہو رہی تھی تاہم وہ اس بات پر خوش تھا کہ کاؤنٹ کو پہلی بار اس کی قوت کا احساس ہوا ہے۔

ایک جگہ رُک کر وہ کچھ دیر پانی میں چاند کا عکس دیکھتا رہا پھر اس نے آسمان کی طرف دیکھا اور انتہائی عاجزی سے دُعا کی "آسمانی باپ ! مجھے ہمت دے کہ میں اس ملک میں دینِ مسیحؑ کے ظاہری اور خفیہ دشمنوں کو ملیامیٹ کر دوں۔ میں ان مورسکو اور موراتو کو زندہ جلتے دیکھوں جو دن کے وقت ہمارے گرجوں میں عبادت کے لیے آتے ہیں اور رات کے وقت اپنے گھروں میں چھپ کر دینِ مسیحؑ کا مذاق اڑاتے ہیں۔ اے خدا ! میرا دل ان کے لیے پتھر بنا دے اور اے مقدس باپ ! مجھے تورکیڈا اور زمینس کے نقشِ قدم پر چلنے کی ہمت دے۔"

پیچھے سے آواز آئی " تم ان سے زیادہ ملعون ہو۔"

اس نے مڑ کر دیکھا۔ عثمان کے ساتھ چار آدمی اسے گھیرے میں لے چکے تھے اور عثمان کی تلوار کی نوک اس کی گردن کو چھو رہی تھی۔

" تم کون ہو ؟ " اس نے بڑی مشکل سے کہا۔

" تمھیں ابھی معلوم ہو جائے گا ——— اور یہ اچھی طرح دیکھ لو ، میرے ساتھی تلواروں اور خنجروں کے علاوہ طپنچوں سے بھی مسلح ہیں۔ اگر تم نے شور مچانے کی ذرا بھی کوشش کی تو تمھاری پہلی چیخ آخری ہو گی !"

" دیکھیے ! " اُس نے سہمی ہوئی آواز میں کہا۔ " دیکھیے ! میں ایک پادری ہوں۔ آپ کو کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔"

عثمان نے کہا "ہمیں کوئی غلط فہمی نہیں" اس نے اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا "اسے باندھ لو اور کشتیوں کی طرف لے جاؤ!"

عثمان کے ساتھیوں نے اس کے بازو مروڑ کر پیچھے کی طرف باندھ دیے اور پھر اس کی قبا سے کپڑے کے دو ٹکڑے پھاڑ کر ایک اس کے حلق میں ٹھونس دیا اور دوسرا کس کر اس کے منہ پر باندھ دیا۔

عثمان نے ایک آدمی سے کہا "تم اسے لے جاؤ! ہمارے پاس بہت تھوڑا وقت ہے ـــــ قیدی کا رستا مضبوطی سے پکڑے رکھو اور اگر راستے میں وہ کوئی مزاحمت کرے تو اسے گولی مار کر سمندر میں پھینک دو اور دیکھو! اپنے ساتھیوں کو تاکید کر دو کہ وہ میری ہدایات پر عمل کریں اور اس پادری کو دوسرے کنارے پہنچا دیں۔"

فرانسس کچھ کہنا چاہتا تھا مگر اس کی آواز حلق سے باہر نہیں آ سکتی تھی ـــــ اس نے بے بسی کی حالت میں چند قدم اٹھائے اور مڑ کر ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ اس کے نگہبان نے اسے طپنچہ دکھاتے ہوئے کہا "تیز چلو! ورنہ مجھے اپنا قیمتی بارود ضائع کرنا پڑے گا۔"

فرانسس نے رفتار ذرا تیز کر دی، لیکن محافظ نے اسے دھکا دیتے ہوئے کہا "بے وقوف! اگر اپنی جان عزیز ہے تو میرے ساتھ بھاگتے رہو ـــــ"

فرانسس نے تیز بھاگنا شروع کر دیا۔ تھوڑی دیر میں وہ ایک گھوڑے کی طرح ہانپ رہا تھا۔ تاہم موت کے خوف سے وہ اپنے محافظ کے ساتھ بھاگتا رہا اور کوئی دو میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد اُسے تین کشتیاں دکھائی دیں۔ اس کے ساتھ ہی چند آدمی پتھروں کی اوٹ سے نمودار ہوئے اور ایک آدمی نے

آگے بڑھ کر کہا "مونٹانو! تم اتنی جلدی آ گئے؟"

"ہمیں توقع سے پہلے یہ شکار مل گیا تھا۔"

"ارے! یہ تو پادری فرانسس معلوم ہوتا ہے۔"

"ہاں! اسے دوسرے کنارے پہنچا دو اور اس کے متعلق بہت چوکس رہو!"

"تمھارے ساتھی کہاں ہیں؟"

"وہ قید خانے کی طرف گئے تھے اور اب تک قیدیوں کو آزاد کرا چکے ہوں گے۔"

"اور پادری کو تم اتنی جلدی کہاں سے لے آئے؟"

"یہ یہاں خلیج کے کنارے سیر کرتا ہوا مل گیا تھا ـــــ تم اس کا منہ کھول کر اطمینان سے باتیں کر سکتے ہو، لیکن اگر کوئی خطرہ محسوس کرو تو اسے فوراً قتل کر دو۔ ابھی تک سمندر کی طرف سے کوئی روشنی تو دکھائی نہیں دی؟"

"اگر روشنی دکھائی دیتی تو ہمارے ساتھی ساحل پر دو الاؤ جلا چکے ہوتے اور ہمیں معلوم ہے کہ اس کے بعد ہمیں کیا کرنا ہے۔ تم اطمینان سے اپنا کام کرو!"

مونٹانو وہاں سے چل دیا۔

کچھ دیر بعد پادری فرانسس خلیج کے دوسرے کنارے مردوں، عورتوں اور بچوں کے ہجوم کے سامنے کھڑا تھا ـــــ وہ انتہائی نفرت کے باوجود خاموشی سے اس کی طرف دیکھ رہے تھے اور پادری زیادہ دیر یہ پُراسرار خاموشی برداشت نہ کر سکا۔ کہنے لگا "میں تم سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ مجھے ایک قیدی کی طرح یہاں کیوں لایا گیا ہے۔ اگر تم کسی قیدی کو رہا کروانا چاہتے ہو

تو میں تمہارے ساتھ حلفیہ وعدہ کرتا ہوں کہ میں واپس جاتے ہی اسے آزاد کر دوں گا۔ میں تمام قیدیوں کو آزاد کرنے کے لیے تیار ہوں —— انھیں قید کرنے سے میرا مقصد یہ تھا کہ وہ اپنے گناہوں سے توبہ کریں تاکہ ان کی روحیں دوزخ کی آگ سے بچ جائیں۔"

ایک عُمر رسیدہ آدمی نے کہا "ہم بھی تمہاری رُوح کو دوزخ کی آگ سے بچانے کے لیے یہاں لائے ہیں۔"

"آخر تمھیں کیا ہو گیا ہے —؟ کوئی یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ ایک عیسائی کلیسا کے کسی خادم کے ساتھ اس طرح پیش آ سکتا ہے۔"

"ہم صرف مورسکو ہیں اور تمھیں یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ مورسکو کیا ہوتا ہے؟"

"خدا کی قسم! میں کلیسا سے یہ مطالبہ کروں گا کہ تمھیں مورسکو نہ کہا جائے!"

"اور کلیسا تمہارا کہا مان لے گا؟"

"جب کلیسا کو اس بات کا احساس دلاؤں گا کہ تم مورسکو کے لفظ سے نفرت کرتے ہو اور تمہاری نفرت ایک عام بغاوت میں تبدیل ہو رہی ہے تو میری بات یقیناً سُنی جائے گی۔"

"تم جھوٹ کہتے ہو۔ تم انکوی زیشن کے جاسوس ہو اور بیگناہ قیدیوں کو انکوی زیشن کے سپُرد کرنا چاہتے ہو۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں انھیں واپس جاتے ہی آزاد کر دوں گا۔ میں یہ تحریر لکھ کر دوں گا کہ وہ سب بے گناہ ہیں۔ تم مجھے واپس لے چلو! اور اگر میں اپنے وعدے سے انحراف کروں تو تم مجھے قتل کر سکتے ہو —— میں اپنے عہدے سے بھی استعفیٰ دینے کے لیے تیار ہوں۔"

"تم واپس نہیں جاؤ گے!"

"تم مجھے کہاں لے جانا چاہتے ہو اور میرے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہتے ہو؟"

"جب تم گھر سے نکلے تھے تو کیا تمہارے ذہن میں یہ بات آ سکتی تھی کہ ہمارے ساتھی تمھیں یہاں لے آئیں گے؟"

"میں یہ کیسے سوچ سکتا تھا کہ جن لوگوں کے ایمان کی میں کئی سال سے حفاظت کر رہا ہوں اور جنھیں دوزخ کی آگ سے بچانے کے لیے میں رو رو کر دُعائیں کیا کرتا ہوں، ان میں سے کوئی میرا دشمن ہو سکتا ہے! تمھیں یقیناً کاؤنٹ کے مسلمان مزارعین میں سے کسی نے بہکایا ہے۔"

ایک نوجوان نے ڈانٹ کر کہا "تم خاموش رہو! ورنہ میں تمہارا گلا گھونٹ دوں گا۔ میں مسلمانوں کے خلاف تمہاری کوئی بات سننے کے لیے تیار نہیں ——"

"تم مجھے قتل کرنا چاہتے ہو؟" پادری نے ڈوبتی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"نہیں! تمہارے متعلق وہ قیدی فیصلہ کرے گا جس نے تمہارے ہاتھوں زیادہ تکلیف اُٹھائی ہے۔"

پادری سکتے کی حالت میں ان کی طرف دیکھنے لگا۔

○

ابوالحسن کو پادری فرانسس کی مسلسل اذیتوں نے زندگی اور موت سے بے نیاز کر دیا تھا —— جب مورسکو پہرے دار نے اسے عثمان کا پہلا پیغام دیا تو اسے ایسا محسوس ہوا کہ وہ ایک خواب دیکھ رہا ہے۔ کچھ دیر اس کے دل

کی دھڑکن کبھی تیز اور کبھی سُست ہوتی رہی۔ پھر یکایک اس کی آنکھوں میں آنسو اُمڈ آئے ـــــ وہ کوئی سوال پوچھنا چاہتا تھا مگر پہرے دار نے اُسے اپنے ہونٹوں پر اُنگلی رکھ کر خاموش کر دیا۔

عثمان کا دوسرا پیغام اسے ایک دن پہلے ملا تھا اور وہ یہ تھا کہ کل رات تم آزاد ہو جاؤ گے اور اسے صبح سے ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ یہ دن بہت طویل ہو گیا ہے۔ پھر جب رات ہو گئی تو وہ یاس و اُمید کی کش مکش میں ایک دیوانے کی طرح اپنی تنگ کوٹھڑی میں چکر لگا رہا تھا اور آخر نڈھال ہو کر سجدے میں گر پڑا "میرے اللہ! مُجھ پر رحم فرما! میں مرنے سے پہلے سعاد کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ اسے یہ بتانا چاہتا ہوں کہ میں ایک لمحہ کے لیے بھی اس کی یاد سے غافل نہیں تھا ـــــ میرے اللہ! اگر قیدی کی حیثیت سے گمنامی کی موت میرا مقدر بن چکی ہے تو مجھے ہمت دے کہ میں اپنے دین پر قائم رہوں اور آگ کے الاؤ کے سامنے کھڑا ہو کر بھی کلمۂ شہادت پڑھوں ـــــ مجھ پر رحم کر!! تُو ایک عاجز اور کمزور انسان کا آخری سہارا ہے۔"

وہ دیر تک اپنی دُعا دہراتا رہا۔

پھر اسے قید خانے کے دروازے سے باہر ایک ہلکی سی چیخ سُنائی دی اور اس کے ساتھ ہی دوسرے آدمی کے حلق سے نکلنے والی مبہم آوازوں سے اس نے یہ محسوس کیا کہ اُس کا گلا گھونٹا جا رہا ہے ـــــ اور چند ثانیے بعد اسے ایسا محسوس ہونے لگا کہ باہر کا دروازہ کُھل رہا ہے ـــــ اس کے بعد اسے چند آدمیوں کے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ پھر اس کی کوٹھڑی کا دروازہ کُھلا، لیکن وہ بدستور سجدے میں پڑا کہہ رہا تھا "میرے اللہ! تو کریم ہے! تُو رحیم ہے!"

"ابو الحسن! ابو الحسن! میں عثمان ہوں۔ جلدی نکلو!"

ابو الحسن لڑکھڑاتا ہوا کوٹھڑی سے باہر نکلا اور عثمان اس کا بازو پکڑ کر کوٹھڑی سے باہر لے آیا۔ قید خانے کے دروازے کے قریب دو پہرے داروں کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔ ابو الحسن نے چاند کی روشنی میں غور سے عثمان کی طرف دیکھا اور بے اختیار اس سے لپٹ کر کہا "اگر تم وہی عثمان ہو جو حامد بن زہرا کے بیٹے کو ہمارے گھر لائے تھے تو تمہارا یہاں پہنچنا ایک معجزہ ہے۔"

"میں وہی ہوں ابو الحسن! میں یقیناً وہی ہوں اور تمھیں یہ خبر سُنانے آیا ہوں کہ تم بہت جلد اپنی بیوی کو دیکھ سکو گے۔"

"آپ کو یقین ہے؟" ابو الحسن نے تھکی ہوئی آواز میں کہا "آپ کو یقین ہے کہ ہم یہاں سے نکل جائیں گے؟"

"ابو الحسن! تمھیں پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ انشاء اللہ! تھوڑی دیر تک یہ خلیج ہمارے قبضے میں ہوگی اور پھر تم نائب امیر البحر کے جہاز میں سفر کرو گے۔ اگر تم اسے بھول نہیں گئے تو اس کا نام سلمان ہے۔"

"سلمان! مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ میں پھر ایک خواب دیکھ رہا ہوں ـــــ انھیں کیسے معلوم ہوا کہ ..... میں ..."

ابو الحسن اپنا فقرہ پورا نہ کر سکا ـــــ اس کی آواز ڈوب گئی۔ اُس کی ٹانگیں لڑکھڑائیں اور وہ نیم بے ہوشی کی حالت میں زمین پر بیٹھ گیا ـــــ اُس تھکے ہارے مسافر کی طرح، جسے منزل کے قریب پہنچ کر اچانک یہ محسوس ہو کہ اس کی ہمت اور توانائی نے اُس کا ساتھ چھوڑ دیا ہے ـــــ

اتنی دیر میں باقی آدمی تمام قیدیوں کو باہر لا چکے تھے۔ عثمان نے کہا: "اڈرگیو! اسے اُٹھا کر لے جاؤ! اور کشتی پر ڈال کر دوسرے کنارے پہنچا دو۔ جو

قیدی ہماری پناہ لینا چاہتے ہوں، انھیں بھی دوسرے کنارے پہنچا دو۔"

ابوالحسن نے اٹھتے ہوئے کہا "مجھے چکر آگیا تھا۔ کل سے میں بالکل نہیں سویا ـــــ اب میں ٹھیک ہوں ـــــ میں چل سکتا ہوں۔"

"بہت اچھا! تم روڈریگو کے ساتھ جاؤ اور جہازوں کی آمد کا انتظار کرو۔"

"میں آپ سے پوچھ رہا تھا کہ آپ کو میرے متعلق کیسے معلوم ہوا؟"

عثمان نے جواب دیا "جب اللہ کسی کی مدد کرنا چاہتا ہے تو اسباب خود بخود پیدا ہو جاتے ہیں۔"

"اب تم جاؤ! اور دوسرے کنارے پہنچ کر آرام سے لیٹ جاؤ!"

"تم کہاں جا رہے ہو؟"

"اس کنارے ابھی میرا کچھ کام باقی ہے۔ انشاء اللہ! میں بہت جلد تمھارے پاس پہنچ جاؤں گا اور اس کے بعد تم کئی ناقابلِ یقین باتیں دیکھو گے۔"

ابوالحسن نے کہا "اگر کوئی لڑائی ہونے والی ہے تو میں تمھارے ساتھ رہنا پسند کروں گا۔"

"مجھے اب کسی لڑائی کی توقع نہیں۔ تم ان کے ساتھ جاؤ اور اس اطمینان کے ساتھ دوسرے کنارے جا کر لیٹ جاؤ کہ تم آزاد ہو۔"

"اگر میں آزاد ہوں اور آپ کو جنگ کے لیے میری ضرورت بھی نہیں تو میری پہلی یہ خواہش ہے کہ میں نہا دھو کر یہ غلیظ لباس تبدیل کر لوں ـــــ دنیا میں اس قید خانے سے زیادہ بدبودار جگہ اور کوئی نہیں ہو سکتی۔"

عثمان نے روڈریگو سے مخاطب ہو کر کہا "میں ابوالحسن کی میزبانی کے فرائض تمھیں سونپتا ہوں۔ انھیں نہانے کے علاوہ ایک حجام کی خدمات اور صاف کپڑوں کی ضرورت ہوگی۔ جہاز سے ہم انھیں بہترین لباس دے سکیں

گے۔ فی الحال ڈان کارلو سے کہنا کہ ان کے لیے دو صاف چادروں کا انتظام کر دے۔"



کچھ دیر بعد عثمان اور اس کے دو ساتھی خلیج کے کنارے اس برج کا رخ کر رہے تھے جس پر توپ نصب تھی ـــــ

عبید پتھر کی اوٹ سے نمودار ہوا اور اس نے کہا: "اس مورچے میں دشمن کے تین آدمیوں میں سے دو قتل کر دیے گئے ہیں اور ایک کو زندہ پکڑ کر باندھ دیا گیا ہے ـــــ دوسرے کنارے کی توپ پر بھی ہمارا قبضہ ہو چکا ہے اور ـــــ جہازوں کے ملاح سو رہے ہیں، کاش! یہ توپیں اتنی بھاری نہ ہوتیں اور ـــــ ہم ان کا رخ دشمن کے جہازوں کی طرف پھیر سکتے!"

مورچے کے قریب عبید کے چار ساتھی جن میں سے تین اپنے قیدیوں کے طپنچوں اور تلواروں سے مسلح ہو چکے تھے، عثمان کا انتظار کر رہے تھے۔

ایک نے آگے بڑھ کر کہا "میں نے سمندر کی طرف روشنی دیکھی ہے، لیکن میرے ساتھی کہتے ہیں کہ تمھارا وہم ہے۔"

عثمان بھاگ کر برج پر چڑھا اور جائزہ لیتے ہی واپس آکر کہا "تمھاری نظر بہت اچھی ہے ـــــ ہمارے ساتھی آرہے ہیں، لیکن تمھاری طرف سے کسی جلد بازی کا مظاہرہ نہیں ہونا چاہیے ـــــ تم اطمینان سے انتظا

کرو اور تمھیں یہاں بچھے ہوئے بارود کو اس وقت آگ لگانی چاہیے جب دوسرے کنارے پر دھماکا ہو چکا ہو۔"

حملہ اور آزادی

ڈان لوئی اور اُس کی بیوی گہری نیند سو رہے تھے ــــ اچانک یکے بعد دیگرے دو زبردست دھماکے سُنائی دیے۔ کاؤنٹس نے اسے جھنجھوڑ کر جگایا۔

"کیا ہوا؟" اس نے ہڑبڑا کر کہا۔

"باہر توپیں چل رہی ہیں۔ مجھے تو ایسا محسوس ہوا تھا کہ سارا محل ہل رہا ہے۔"

"تمھارے خواب ہمیشہ خوفناک ہوتے ہیں۔" کاؤنٹ نے کروٹ بدلتے ہوئے کہا۔

"آپ پہرے داروں سے پوچھ لیجیے! مجھے یقین ہے کہ اس وقت سب جاگ رہے ہوں گے۔ ایسے زبردست دھماکوں میں صرف آپ ہی سو سکتے ہیں" ــــ

باہر سے کسی نے دستک دینے کے بعد آواز دی "جناب والا! بشپ آپ کو بلاتے ہیں۔ میں نے کہا تھا کہ آپ آرام کر رہے ہیں اور میں آپ کو اس وقت جگانے کی جرأت نہیں کر سکتا' لیکن توپوں کی آواز اتنی زیادہ تھی

کہ وہ بہت پریشان ہیں۔ ایک پہرے دار نے انھیں یہ کہہ کر بہت مضطرب کر دیا ہے کہ توپوں کے شعلے ان برجوں پر دکھائی دیے تھے جہاں ہماری توپیں نصب ہیں۔"

"بے وقوف! تم نے بشپ کو یہ نہیں سمجھایا کہ جب توپ چلتی ہے تو آگ کا شعلہ بھی دکھائی دیتا ہے"

"لیکن جناب! پہرے دار کہتا ہے کہ اُن شعلوں کا رُخ کسی اُفق کی بجائے سیدھا آسمان کی طرف تھا۔ قلعے کے محافظ پتہ لگانے گئے ہیں۔ صدر دروازے کے برج سے دو پہرے دار شور مچا رہے تھے اور بشپ آپ کو بلانے کے لیے کہہ کر ان کی طرف بھاگ گئے ہیں۔"

"چلو! میں آتا ہوں!" کاؤنٹ نے جلدی سے جوتے پہنے اور سونے کے لباس میں باہر نکل آیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ دروازے سے برج میں بشپ اور چند سپاہیوں کے ساتھ ایک ناقابلِ یقین منظر دیکھ رہا تھا۔

خلیج کے دونوں کناروں پر حدِ نگاہ تک الاؤ جل رہے تھے اور ایک جہاز تیزی سے آگے بڑھ رہا تھا۔

کاؤنٹ نے کہا "معلوم ہوتا ہے کہ یہ جہاز نئی دنیا کے سفر میں ہمارا ساتھ دینا چاہتا ہے، لیکن اس کے لیے روشنیاں کرنے کی کیا ضرورت تھی ــــ کوئی جہاز ران اس خلیج سے ناواقف نہیں ہو سکتا۔"

ایک سپاہی نے کہا "جناب! ہمیں معلوم نہیں کہ وہ روشنیاں کس نے کی ہیں اور اس سے پہلے توپیں کس نے چلائی تھیں۔" ــــ

ایک سپاہی ہانپتا ہوا برج میں نمودار ہوا اور اس نے کہا "جناب! اس کنارے کا مورچہ تباہ ہو چکا ہے اور توپ ملبے کے ڈھیر میں دکھائی نہیں

دیتی اور مجھے ڈر ہے کہ دوسری طرف بھی یہی حالت ہے۔ کسی کی سمجھ میں نہیں آتا کہ آج یہ کیا ہو رہا ہے اور خلیج کے دونوں طرف یہ الاؤ کون جلا گیا ہے۔"

ایک پہرے دار جنوب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے چلایا "جناب! اُدھر دیکھیے!!"

کاؤنٹ اور بشپ دم بخود ہو کر جنوب کی طرف دیکھ رہے تھے۔ انھیں ایسا محسوس ہوتا تھا کہ آگ کے شعلے زمین کے نشیب و فراز پر بل کھاتے ہوئے گھاس کے ڈھیروں کی طرف بھاگ رہے ہیں، پھر چند لمحات کے اندر اندر یہ آگ سوکھی گھاس تک پہنچ چکی تھی اور چار انبار جو کوئی پندرہ بیس فٹ اونچے تھے، تیزی سے آگ کی لپیٹ میں آ رہے تھے۔ کاؤنٹ اور اس کے ساتھی سکتے کے عالم میں بتدریج بلند ہوتے ہوئے شعلوں کو دیکھ رہے تھے۔ آس پاس کا سارا علاقہ چکا چوند ہو چکا تھا۔

بشپ نے کاؤنٹ سے مخاطب ہو کر کہا "آپ نے دیکھا کہ آگ کے سانپ بھاگ رہے تھے؟"

"مقدس باپ! یہ سانپ نہیں تھے کسی نے قریب سے گھاس کو آگ لگانے کی بجائے دور تک بارود بچھا دیا تھا۔ اب مجھے یقین ہے کہ ہمارے مورچے بھی بارود سے اڑا دیے گئے ہیں۔"

برنینڈو ہانپتا ہوا برج پر پہنچا اور اُس نے کہا "جناب! میں نے تمام نوکروں اور غلاموں کو آگ بجھانے کے لیے بھیج دیا ہے، لیکن مجھے ڈر ہے کہ اس آگ پر قابو پانا ممکن نہیں، لیکن وہ کچھ گھاس ضرور بچا لیں گے۔"

کاؤنٹ نے غصے سے لرزتے ہوئے کہا "بے وقوف! اگر تم نے دھماکے سُنے تھے تو تمھیں آگ بجھانے کی بجائے غلاموں کو زنجیریں ڈالنے

کی فکر کرنی چاہیے تھی، لیکن تم بالکل گدھے ہو۔ ابھی تک یہ نہیں سمجھ سکے کہ ہمیں کوئی بہت بڑا حادثہ پیش آنے والا ہے۔"

ایک پہرے دار چلایا "جناب! وہ جہاز سیدھا اس طرف آرہا ہے۔ ابھی تک اس کے بادبان کھلے ہیں۔ اتنی روشنی کے باوجود اس کے ملاح یہ نہیں دیکھ سکتے کہ وہ ہمارے جہازوں کے قریب پہنچ چکے ہیں ——— اگر انھوں نے فوراً رخ نہ بدل لیا تو ہمارے جہازوں کے لیے آگے سے ایک طرف ہٹ جانا ممکن نہیں ہوگا۔ وہ اب بادبان کھول سکتے ہیں نہ لنگر اٹھا سکتے ہیں" ———

کاؤنٹ چند ثانیے پھٹی پھٹی آنکھوں سے آنے والے جہاز کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر جب جہاز نے اچانک اپنا رخ بدل لیا تو اس نے کہا "ان گدھوں کو آخر وقت ہوش آیا ہے، لیکن میں اس جہاز کے کپتان کی کھال اتروا دوں گا۔ اس کے بادبان ابھی تک کھلے ہیں۔ ہمارے جہازوں کے کپتانوں کو بھی عبرتناک سزا ملنی چاہیے۔ انھوں نے یہ بھی نہیں سوچا کہ دو جہاز ایک ہی ٹکر سے تباہ ہو سکتے ہیں۔"

بشپ نے کہا "لیکن ٹکر لگانے والا جہاز بھی تو تباہ ہو جاتا اور وہ بھی آخر ہسپانیہ ہی کا نقصان ہوتا۔"

کاؤنٹ نے کہا "ابھی اس جہاز کے متعلق یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ کہاں سے آیا ہے۔ ذرا ادھر دیکھیے! وہ ایک جہاز نہیں۔ اس کے پیچھے ایک اور نہیں، شاید دو اور جہاز آرہے ہیں۔ شاید اس سے بھی زیادہ ہوں اور اس کا جھنڈا تو اب صاف نظر آرہا ہے ——— مقدس باپ! آپ نے کبھی ترکوں کا جھنڈا دیکھا ہے؟"

"نہیں! لیکن آپ کا مطلب؟"

"میرا مطلب یہ ہے کہ ہمارے جہاز، یہ قلعہ اور اس کے ساتھ شاید آپ بھی ترکوں کے ان جہازوں کی زد میں آچکے ہیں اور آپ نے شاید جنگی بیڑے کی توپوں کو آگ اگلتے نہیں دیکھا ہوگا؟"

بشپ کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن اچانک اگلے جہاز کی توپوں کے دہانے کھل گئے اور وہ گولے برساتا ہوا نصف دائرے میں چکر لگا کر دوسرے کنارے کے ساتھ پیچھے ہٹ گیا ——— اس کے بعد یکے بعد دیگرے تین اور جہاز قلعے کے سامنے سے گزرے اور قریباً ایک ساعت شدت کی گولہ باری ہوتی رہی۔ تین بڑے جہازوں کے علاوہ کاؤنٹ کا ذاتی جہاز بھی غرق ہو چکا تھا۔ پانی میں ملاحوں اور زخمی جانوروں کی چیخیں سنائی دے رہی تھیں۔ قلعے اور محل کے کئی حصے بھی مسمار ہو چکے تھے۔

کاؤنٹ ڈان لوئی ایک سحر زدہ انسان کی طرح یہ مناظر دیکھ رہا تھا۔ اچانک برج کے قریب ایک گولہ لگا اور فصیل کا کچھ حصہ اڑ گیا۔ وہ جلدی سے نیچے اترتے ہوئے چلایا "مقدس باپ! نیچے چلیے!! اس طرف فصیل کا کوئی حصہ محفوظ نہیں۔"

بشپ زینے کی طرف بڑھا ہی تھا کہ اچانک ایک گولے سے برج کی چھت کا کچھ حصہ اڑ گیا۔ تین آدمی بری طرح زخمی ہوئے۔ ایک اینٹ بشپ کے سر پر لگی اور وہ بے ہوش ہو کر گر پڑا۔

○

جب بشپ کو ہوش آیا تو اس نے دیکھا کہ وہ محل کے کسی اور کمرے میں پڑا ہوا ہے اور کھلے دریچوں سے روشنی آرہی ہے۔ اچانک اسے

رات کے واقعات یاد آئے اور اس نے اُٹھ کر بیٹھنے کی کوشش کی، لیکن سر میں درد کی ٹیس اٹھی اور وہ دوبارہ لیٹ کر اپنے سر پر بندھی ہوئی پٹیاں ٹٹولنے لگا۔

اس نے اپنے دل میں کہا: خدا کا شکر ہے کہ میں زندہ ہوں، لیکن پادری فرانسس کو میں عمر بھر معاف نہیں کروں گا۔ اس نے ایسے حالات پیدا کر دیے تھے کہ مجھے یہاں آکر اس مصیبت کا سامنا کرنا پڑا۔

ڈان لوئی کمرے میں داخل ہوا تو اس سے مخاطب ہوا "جناب! خدا کا شکر ہے کہ آپ بخیریت ہیں!"

"لیکن، میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ میں کہاں ہوں؟"

کاؤنٹ نے جواب دیا "ہم آپ کو محل کی دوسری طرف لے آئے تھے۔ خلیج کی طرف محل کا کوئی حصّہ محفوظ نہیں تھا۔"

"کاؤنٹس اور آپ کے بچے؟"

"وہ سب ٹھیک ٹھاک ہیں ــــــ ہم بھی اس طرف آگئے تھے اور اگر کاؤنٹس چند منٹ اور اپنے کمرے سے نہ نکلتی تو وہ ملبے کے ڈھیر میں دب چکی ہوتی۔"

"آپ کا مطلب ہے محل کے مشرقی حصّے کو بہت نقصان پہنچا ہے۔"

"ہاں! وہ تقریباً تباہ ہو چکا ہے۔ جس کمرے میں آپ ٹھہرے تھے اس کی چھت بھی اُڑ گئی ہے۔ اگر آپ بے ہوش نہ ہو گئے ہوتے تو اپنی آنکھوں سے وہ مناظر دیکھتے جو آپ کو ساری زندگی نہ بھولتے" ــــــ

بشپ نے کہا "میں حیران ہوں کہ ترکوں کے جہاز یہاں کیسے پہنچ گئے اور انھیں آپ کے قلعے پر حملے کی جرأت کیونکر ہوئی؟"

ڈان لوئی نے جواب دیا "مقدس باپ! انھوں نے صرف یہاں تک

آ کر، ہمارے جہاز تباہ کرنے اور قلعے پر گولہ باری کرنے کی ہمت ہی نہیں کی بلکہ وہ قریباً چار گھنٹے اس علاقے پر قابض رہے ہیں اور وہ ان غلاموں کو اپنے ساتھ لے گئے ہیں جنھیں میں نئی دنیا بھیجنا چاہتا تھا ــــــ وہ میرے چند بہترین کاشت کاروں کو بھی اپنے ساتھ لے گئے ہیں اور یہاں سے تھوڑی دور ان نئے عیسائیوں کی وہ بستیاں بھی خالی ہو چکی ہیں جنھیں آپ حقارت سے مورسکو کہا کرتے ہیں ــــــ آپ اس بات پر حیران ہیں کہ وہ یہاں کیسے پہنچ گئے اور مجھے اس بات پر تعجب ہے کہ انھوں نے ہمارے محل پر قبضہ کر کے ہماری تلاشی کیوں نہیں لی ــــــ یہاں سے فرار ہونے کے لیے ہمارے گھوڑے تیار تھے اور اگر گولہ باری کے دوران آپ کی بگھی تباہ نہ ہو چکی ہوتی تو ہم آپ کو بے ہوشی کی حالت میں ہی روانہ کر دیتے، لیکن خدا کا شکر ہے کہ وہ لوٹ مار کے لیے نہیں آئے تھے ورنہ آپ کا انجام پادری فرانسس سے مختلف نہ ہوتا۔"

"پادری فرانسس کو کیا ہوا؟"

"ابھی تک وہ لاپتا ہیں۔ خدا کرے کہ وہ پہلا دھماکا سنتے ہی کہیں دور بھاگ گئے ہوں ــــــ ہمیں وہاں قید خانے کے دو پہرے داروں کے علاوہ کسی اور کی لاش نہیں ملی۔ قیدی غالباً حملہ کرنے والوں کے ساتھ فرار ہو گئے ہیں اور مجھے یہ اندیشہ ہے کہ وہ پادری فرانسس کو بھی اپنے ساتھ ہی لے گئے ہیں، کیونکہ اگر وہ کہیں چھپے ہوتے تو اب تک انھیں لوٹ آنا چاہیے تھا ــــــ"

"ہمارے سب جہاز تباہ ہو چکے ہیں؟"

"جی ہاں! ان کے ساتھ وہ چھوٹا سا خوب صورت جہاز بھی غرق ہو چکا ہے جو میں نے سیر کے لیے خریدا تھا" ــــــ

"میرا خیال ہے کہ شاید حملہ کرنے والے جہازوں کی تعداد تین یا چار تھی۔"

"مقدس باپ! وہ آٹھ تھے۔ اگر آپ ہوش میں ہوتے تو دیکھتے کہ وہ کس طرح یکے بعد دیگرے آتے اور بمباری کرتے ہوئے سامنے سے گزر جاتے تھے۔"

"ان کا پہلا حملہ کسی بہت بڑے خطرے کا پیش خیمہ ہو سکتا ہے۔"

کاؤنٹ نے جواب دیا "مقدس باپ! بڑا حملہ کسی بڑے شہر یا ایسی بندرگاہ پر ہو سکتا ہے جہاں وہ ہمارے بیڑے کو بے خبری کی حالت میں تباہ کر سکتے ہیں ——— ایسی جگہ حملہ کرنے سے ان کا مقصد تو محض میرے غلاموں اور کلیسا کے قیدیوں کو آزاد کرنا تھا اور اُن کا یہ مقصد پورا ہو چکا ہے۔ بلکہ وہ اُن کے علاوہ کئی اور آدمی بھی اپنے ساتھ لے گئے ہیں۔"

"ہمارے ملاحوں کا کیا بنا؟"

"ان میں سے اکثر ڈوبتے ہوئے جہازوں سے کود کر کنارے پہنچ گئے تھے۔ باقی ملاحوں کی لاشیں تلاش کی جا رہی ہیں۔ مجھے اپنے قیمتی گھوڑوں کی ہلاکت کا بہت صدمہ ہے۔"

"میرے خیال میں ہمارے جہازوں نے ایک بھی جوابی فائر نہیں کیا!"

"ہمارے ملاح یہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ترکوں کے جنگی جہاز یہاں پہنچ جائیں گے ——— اور اب اگر میں ایک دو دن کے اندر اندر یہ سُنوں کہ اسی طرح کے چند اور جنگی بیڑوں نے مشرقی ساحل کی بہترین بندرگاہیں تباہ کر دی ہیں تو مجھے تعجب نہیں ہوگا۔ باہر کے مسلمانوں کی طرف سے غرناطہ کے حالات کا ردعمل اس سے مختلف نہیں ہو سکتا۔"



ابوالحسن گہری نیند سے بیدار ہوا۔ وہ ایک چھوٹے سے کمرے میں صاف ستھرے بستر پر لیٹا ہوا تھا "میں کہاں ہوں؟" اس نے اپنے دل سے سوال کیا۔ چند ثانیے وہ حیرت کے عالم میں چھت کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر گزری ہوئی رات کے واقعات یکے بعد دیگرے اس کے ذہن میں آنے لگے:

عثمان نے اسے قید خانے سے نکالا تھا ——— خلیج کے دوسرے کنارے پہنچ کر اس نے غسل کیا تھا ——— اسے صاف کپڑے پہنائے گئے تھے اور موریسکو ماہی گیر اس سے بڑی محبت سے پیش آئے تھے۔ ایک نوجوان نے اسے طشت میں مچھلی پیش کرتے ہوئے کہا تھا "یہ میری بیوی نے پکائی ہے۔ اندلس میں اس سے بہتر کھانا کوئی نہیں پکا سکتا ——— آپ یہ ساری مچھلی کھا جائیں! ——— ایک کسان نے اپنی گٹھڑی سے اُسے پنیر اور خشک انجیر نکال کر پیش کیے تھے ——— ایک بوڑھے آدمی نے کہا تھا "بیٹا! تم بہت خوش قسمت ہو ——— آج تمہاری وجہ سے سینکڑوں آدمیوں کو نصرانیوں کی غلامی سے نجات ملنے والی ہے۔"

اس نے رات مدت کے بعد جی بھر کر کھانا کھایا تھا اور پھر شکرانے کے نفل پڑھتے ہی گہری نیند سو گیا تھا۔

اس کے بعد عثمان نے اسے جھنجھوڑ کر جگاتے ہوئے کہا تھا:

"ابوالحسن! اٹھو! اب صبح ہو رہی ہے اور ہم جا رہے ہیں۔"

جہاز پر سوار ہوتے ہی اس کی ملاقات سلمان سے ہوئی تھی اور اس نے پیار سے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا تھا "ابوالحسن! اب تمہاری مصیبت کے دن ختم ہو چکے ہیں ——— ! پھر ایک چاق و چوبند افسر نے اس کے ساتھ گرمجوشی سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا تھا "میں منصور ہوں۔

آپ سے بہت سی باتیں کرنی ہیں، لیکن اس وقت اپنے جہاز پر جا رہا ہوں۔"

ابوالحسن کو یہ باتیں ایک خواب معلوم ہوتی ہیں۔

ایک آدمی نے اسے دروازے سے جھانک کر دیکھا اور واپس چلا گیا۔

ابوالحسن کا پہلا احساس یہ تھا کہ اس نے اسے کہیں دیکھا ہے —— شاید وہ ان کسانوں میں سے کوئی ہو جن کے ساتھ کاؤنٹ کے غلام کام کیا کرتے تھے۔

عثمان کیبن میں داخل ہوا اور اس نے بستر کی ایک طرف چند کپڑے رکھتے ہوئے کہا "لیجیے! یہ لباس پہن لیجیے۔ وہ کپڑے آپ کو اچھے نہیں لگتے۔ مجھ سے آپ کا قد بڑا ہے اس لیے میں ایک اور افسر کا فالتو لباس لے آیا ہوں۔ نائب امیرالبحر اپنا بالکل نیا لباس دینا چاہتے تھے، لیکن وہ آپ کے لیے بہت کھلا ہوتا —— میں نے شاید آپ کو یہ نہیں بتایا کہ سلمان ہمارے نائب امیرالبحر ہیں۔"

"میں نے انھیں دیکھتے ہی پہچان لیا تھا، لیکن ایک آدمی ابھی یہاں جھانک کر گیا ہے اور مجھے ایسا محسوس ہوا تھا کہ میں اسے جانتا ہوں —— وہ جہاز کا کوئی ملازم ہے یا یہاں سے سوار ہوا تھا؟"

عثمان نے جواب دیا "اگر اسے یہ معلوم ہوتا کہ تم جاگ رہے ہو تو وہ کبھی تمھارے سامنے نہ آتا۔"

"لیکن وہ کون ہے؟"

"وہ تمھارا دشمن بھی ہے اور دوست بھی —— وہ پہلے دشمن کا جاسوس تھا، اب اپنے گناہوں کا کفارہ ادا کرنے کے لیے تمھاری تلاش میں آیا تھا۔"——

ابوالحسن نے پے در پے کئی سوالات کر دیے اور عثمان نے مختصراً اسے ابوعامر کی سرگزشت سنا دی۔

ابوالحسن نے مضطرب ہو کر کہا "خدا کے لیے! اس کو بلاؤ!! وہ تنہا میرے مصائب کا ذمہ دار نہیں اور اب اس نے مجھے ایک جہنم سے نکالا ہے۔"

عثمان نے آواز دی "ابوعامر! اِدھر آؤ!!"

ابوعامر کیبن کے اندر داخل ہوا اور سر جھکا کر کھڑا ہو گیا۔

ابوالحسن نے اٹھ کر کہا "ابوعامر! میں تمھارا شکر گزار ہوں۔"

ابوعامر آنکھوں میں آنسو بھرتے ہوئے بولا "اگر آپ نے میرا گناہ معاف کر دیا ہے تو میں اسے بہت بڑا احسان سمجھتا ہوں۔"

عثمان نے کہا "نائب امیرالبحر نے تمھارے متعلق پوچھا تھا، لیکن تم سو رہے تھے۔ اب یہ کپڑے پہن کر ان سے ملاقات کے لیے تیار ہو جاؤ! میں تمھارے لیے کھانا بھیجتا ہوں۔ آؤ، ابوعامر!"

ابوعامر اور عثمان باہر نکل گئے۔

○

ابوالحسن کھانا کھا رہا تھا اور ابوعامر اسے اپنی سرگزشت سنا رہا تھا۔ بحری حملے کی تفصیلات سننے کے بعد ابوالحسن نے پوچھا "تمھارا خیال ہے کہ تمام مورسکو اب مسلمان ہو جائیں گے؟"

"وہ کبھی بھی عیسائی نہیں ہوئے تھے۔ تم ان کے جذبات کا اندازہ اس بات سے لگا سکتے ہو کہ وہ مورسکو بھی، جو تمھارے قید خانے کا پہرے دار تھا، آج ہمارے ساتھ سفر کر رہا ہے۔"

"اور وہ مسلمان کسان جنھوں نے پہلے دن تمھاری دعوت کی تھی؟"

"اس کا سارا خاندان اور بستی کے کئی اور لوگ بھی ایک جہاز پر سفر کر رہے

ہیں۔ دو جہاز مورسکو ماہی گیروں سے بھرے ہوئے ہیں، انھیں پہلے روانہ کر دیا گیا تھا۔ مجھے یہ امید نہیں تھی کہ میں آپ کے ساتھ نائب امیر البحر کے شاندار جہاز پر سفر کروں گا ـــــ عثمان کہتا تھا کہ وہ آپ کے مہمان رہ چکے ہیں۔"

ابو الحسن نے کہا "یہ ہماری خوش قسمتی تھی کہ انھوں نے چند دن ہمارے ہاں قیام کیا تھا"

"عثمان کہتا تھا کہ مہاجرین کو یونان کے ساحل پر پہنچا دیا جائے گا اور وہاں سے انھیں مشرقی یورپ کے مفتوحہ ممالک تک پھیلا دیا جائے گا۔"

"تمھارا مطلب یہ ہے کہ ہم یونان کی طرف جا رہے ہیں؟"

"مجھے یہ معلوم نہیں۔"

ابو الحسن نے اُٹھ کر باہر نکلتے ہوئے کہا "تم یہیں بیٹھو! میں امیر البحر سے ملاقات کر کے آتا ہوں۔"

تھوڑی دیر بعد ابو الحسن سلمان کے سامنے ایک کشادہ کمرے میں کھڑا تھا جہاں دیواروں پر جگہ جگہ نقشے آویزاں تھے۔

"بیٹھ جاؤ ابو الحسن!" سلمان نے اپنے سامنے خالی کرسیوں کی طرف اشارہ کیا۔

ابو الحسن نے بیٹھتے ہوئے کہا "کیا یہ درست ہے کہ آپ کے جہاز یونان کا رُخ کر رہے ہیں؟"

سلمان نے اطمینان سے جواب دیا "فی الحال ہمارا رُخ افریقہ کے ساحل کی طرف ہے ـــــ وہاں سے ان مہاجرین کو یونان پہنچانے کے لیے کوئی دوسرا انتظام کیا جائے گا۔"

"میں آپ سے ایک درخواست کرنا چاہتا ہوں۔"

"کہو! تم پریشان کیوں ہو گئے؟"

"میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اگر آپ دوبارہ اندلس کے ساحل کے قریب جانے کا خطرہ مول لے سکتے ہیں تو آپ مجھے المیریہ کے قریب کسی جگہ اُتار دیں ـــــ وہاں سے میں پیدل آگے جا سکوں گا۔"

سلمان کچھ دیر شفقت سے اس کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر اُس نے کہا:

"ابو الحسن! امیر البحر نے میری ذاتی درخواست پر ہمیں اس مہم پر روانہ ہونے کی اجازت دی تھی اور یہ مہم اس دن ختم ہو گی، جب مجھے یہ اطمینان ہو گیا کہ تم دوبارہ زندوں کی دُنیا میں آ گئے ہو ـــــ میں تمھاری تمام سرگزشت سُن چکا ہوں اور تمھیں یہ تسلی دینا چاہتا ہوں کہ عنقریب ہمارے جنگی جہاز اس جگہ سے قریب ترین ساحلی علاقے میں لنگر انداز ہوں گے جہاں تمھاری بیوی تمھارا انتظار کر رہی ہے ـــــ

جب میں روانہ ہوا تھا تو الفجارہ اور دوسرے کوہستانی علاقوں کے متعلق بڑی تشویش ناک خبریں آ رہی تھیں ـــــ اس لیے میں نے یوسف کو یہ پیغام دیا تھا کہ وہ الفجارہ میں کسی ہوشیار آدمی کو بھیج کر وہاں کے حالات معلوم کرے۔ اب وہ مراکش کے ساحل پر میرا انتظار کر رہا ہو گا ـــــ اور ہم اس سے ملاقات کے بعد ہی یہ فیصلہ کر سکیں گے کہ ہمارا آئندہ اقدام کیا ہونا چاہیے! ـــــ ممکن ہے کہ تمھارے عزیز ساحل پر کسی جگہ چھُپ کر ہمارا انتظار کر رہے ہوں اور ہمارا کام بہت آسان ہو جائے، ورنہ سمندر کے ساحل سے آگے خشکی کی مہم کے لیے ہمیں کئی اور انتظامات کرنے پڑیں گے ـــــ اس مرتبہ میں کسی ایسی کوتاہی سے کام لینا نہیں چاہتا، جو مجھ سے حامد بن زہرا، سعید اور عاتکہ کے بارے میں ہوئی تھی اور میں کسی کو یہ سوچنے کا موقع بھی نہیں دوں گا

کہ تمھارے عزیز بے یارو مددگار رہیں۔"

ابوالحسن نے کہا "جناب! یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ کوئی مہم ساحل سے آگے اُن کے گھر تک جائے اور میں اُن کے ساتھ نہ ہوں۔"

"تمھاری صحت ایسی نہیں کہ تم کسی کٹھن کام میں حصّہ لے سکو۔"

ابوالحسن نے جواب دیا "جناب! جب آپ مراکش کے ساحل پر لنگر انداز ہوں گے تو آپ کو یہ شکایت نہیں ہوگی کہ میری صحت خراب ہے ــــــ میں کئی دنوں کے بعد جی بھر کر سویا ہوں۔"

"اگر تم اس مہم میں حصّہ لینے کے قابل ہو جاؤ گے تو مجھے بہت خوشی ہوگی۔ اب ہمیں اللہ سے یہ دُعا کرنی چاہیے کہ الفجارہ کے حالات زیادہ مخدوش نہ ہو جائیں اور ہم بروقت ان کی مدد کے لیے پہنچ جائیں ــــــ عثمان نے تمھیں یہ بتایا ہوگا کہ ہمارے گھر میں کتنی بے چینی سے تمھارا اور تمھاری بیوی کا انتظار ہو رہا ہے؟"

ابوالحسن نے جواب دیا ــــــ "یہ میری خوش قسمتی ہے کہ وہ مجھے نہیں بھولے ورنہ ہم ایسے دَور سے گزر چکے ہیں جب بھائی اپنے بھائی کو بھول جاتا ہے ــــــ کتنے لوگ تھے جن کی صورتیں ایک ثانیہ کے لیے ذہن میں آتی ہیں اور پھر دھوئیں کی طرح غائب ہو جاتی ہیں۔ جب میں الفجارہ پہنچا تھا تو مجھے یہ محسوس ہوتا تھا کہ غرناطہ ایک خواب تھا اور پھر ڈان لوئی کا غلام بننے کے بعد میں یہ محسوس کرتا تھا کہ شاید الفجارہ بھی ایک خواب تھا ــــــ"

سلمان نے جواب دیا "ہماری اس سے زیادہ بدقسمتی اور کیا ہو سکتی ہے کہ ہم نے اپنے اسلاف کی صدیوں کی پُرشکوہ تاریخ کو ایک خواب بنا دیا ہے۔ میں اکثر یہ سوچا کرتا ہوں کہ گزشتہ صدیوں میں کتنے ابوعبداللہ اور ابوالقاسم پیدا ہوئے تھے جن کی بے حسی اور غداری نے بتدریج ہمارے مستقبل کے چراغ گل کیے ہیں اور ہمیں دائمی ذلت کی گہرائیوں میں دھکیل دیا ہے۔"

زیمینس اور ڈان لوئی
شاہی دربار میں

چند ماہ قبل جب ــــــ یوسف اور عثمان الفجارہ آئے تھے تو سعاد کے لیے اپنے پیغام میں امید کی ایک کرن چھوڑ گئے تھے۔

اُس کا ملازم ــــــ ابویعقوب، اُس سے کئی کئی بار ابوعامر کی گرفتاری کے واقعات بھی بیان کر چکا تھا اور ــــــ کئی مرتبہ اُن کی گفتگو اور سعاد کے نام اُن کا پیغام دہرا چکا تھا، لیکن اسے کسی طرح یقین نہیں آرہا تھا۔ اس لیے مزید اطمینان کے لیے اس کی خالہ نے ایک کسان کی بیوی کو ابوعامر کی بستی بھیجا اور اس نے واپس آکر بتایا کہ ابوعامر کے بال بچے بھی کہیں غائب ہو گئے ہیں۔

وہ افق کے پار دیکھتی رہتی

اس کا دل کہتا: ابوالحسن زندہ ہے اور وہ اس کے لیے زندہ رہے گی!

وہ اس کے دوستوں کی کامیابی کیلیے دعائیں مانگا کرتی تھی اور گھر والوں

نے ایک مُدت بعد اس کے چہرے پر مسرت کی مسکراہٹیں اور امید کی کرنیں پھُوٹتی دیکھی تھیں۔

لیکن جب دن ہفتوں اور ہفتے مہینوں میں تبدیل ہونے لگے تو اس کے دل میں بے چینی کا طوفان اُٹھنے لگا ـــــ کبھی کبھی اسے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ شاید یوسف اور عثمان کی آمد بھی ایک دل کش خواب تھا ـــــ شاید وہ اسے رسمی طور پر تسلی تشفی دے گئے تھے۔ شاید ابو عامر نے انھیں دھوکا دیا ہو اور وہ ابوالحسن کو رہا کرانے کی کوشش میں خود کسی مصیبت میں پھنس گئے ہوں لیکن جب وہ بے چارگی اور بے بسی کے عالم میں سربسجود ہو کر دعا کرتی تو اسے محسوس ہوتا کہ ابوالحسن کہیں دور سے اسے آواز دے رہا ہے "سعاد! میری سعاد!! میں زندہ ہوں! میں آزاد ہو چکا ہوں!! ـــــ میں آ رہا ہوں!!!"

پھر وہ ہر صبح نئے حوصلوں کے ساتھ آنے والی شام کا اور ہر شام نئی صبح کا انتظار کیا کرتی۔

○

غرناطہ کے تازہ حالات کے متعلق جو اطلاعات مل رہی تھیں، اُن کے باعث کوہستان کے قبائل اپنے مُستقبل پر ظلم و وحشت کی نئی آندھی کے آثار دیکھ رہے تھے ـــــ ابتدا میں الفجارہ کے لوگ یہ تسلیم کرنے کو تیار نہ تھے کہ کیتھولک حکمرانوں فرڈی نینڈ اور ازابیلا نے اہلِ غرناطہ پر بغاوت کا الزام دے کر تمام معاہدے منسوخ کر دیے ہیں اور کلیسا کو انھیں جبراً عیسائی بنانے کا اختیار دے دیا ہے لیکن اب انھیں یہ یقین ہو گیا تھا کہ ان پر عزت کی موت یا ہجرت کے سوا تمام راستے بند ہو چکے ہیں۔ ان لوگوں کو میدان

میں لانے کے لیے کسی آواز دینے والے کی ضرورت تھی اور الفجارہ میں وہ لوگ موجود تھے جن کی آواز مؤثر ہو سکتی تھی۔

اس کی ابتدا کوہستان کے شمالی نشیب سے ہوئی اور غیور قبائل نے کئی چوکیوں سے نصرانی لشکر کو شکست دے کر بھگا دیا۔

فرڈی نینڈ اپنی سلطنت کی توسیع کے لیے نیپلس پر حملے کی تیاریاں کر رہا تھا۔ وہ اس صورت حالات سے قطعاً خوش نہیں تھا جو غرناطہ میں زیمینس نے پیدا کر دی تھی اور اب الفجارہ کے متعلق جو اطلاعات اسے موصول ہو رہی تھیں وہ انتہائی پریشان کن تھیں۔

نیپلس کی جنگ سے فارغ ہونے تک گھریلو محاذ پر اس کو کوئی بدامنی پسند نہ تھی ـــــ چنانچہ اس نے قبائل کے سرداروں کے پاس ایلچی بھیجے اور حلفاً یہ قول دیا کہ ان میں سے کسی مقامی یا مہاجر کو جبراً عیسائی نہیں بنایا جائے گا۔

یہ ایلچی عام طور پر ان غدار خاندانوں سے منتخب کیے جاتے تھے جو ایک مدت سے اپنا مستقبل نصرانیوں سے وابستہ کر چکے تھے۔ وہ الفجارہ کے شیوخ کے پاس جاتے اور انھیں یہ سمجھاتے کہ اب تک غرناطہ میں جو کچھ ہوا ہے، وہ ایک جنونی راہب کی جلد بازی کا نتیجہ ہے۔ اب زیمینس کے اصرار پر حکومت جو قدم اٹھا چکی ہے، وہ پیچھے نہیں جا سکتا، لیکن فرڈی نینڈ کا یہ حتمی وعدہ ہے کہ آیندہ اس قسم کی کارروائی کسی اور علاقے میں نہیں کی جائے گی۔ اُس نے یہ بھی اعلان کیا ہے کہ نئے عیسائیوں کے وہ تمام جرائم معاف کر دیے گئے ہیں جو اصطباغ پانے سے قبل ان سے سرزد ہوئے تھے ـــــ غرناطہ سے جو مسلمان جبراً اصطباغ دیے جانے کے باعث پہاڑوں کی طرف بھاگ آئے ہیں اور یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ بدستور مسلمان ہیں، ان کے خلاف کوئی کارروائی

نہیں کی جاسکے گی۔

یہ غدار مسلمانوں کو یہ بھی سمجھاتے تھے کہ نیپلس پر حملہ کرنے کے لیے فرڈی نینڈ کلیسا کا دستِ نگر ہے، اس لیے وہ زمینس کی بداعتدالیوں کے خلاف ابھی کوئی مؤثر قدم نہیں اُٹھا سکتا، لیکن جنگ سے فارغ ہونے کے بعد جب وہ پورے اطمینان سے گھریلو محاذ پر توجہ دے سکے گا تو اس کی کوشش یہ ہوگی کہ جو معاہدہ سقوطِ غرناطہ سے قبل ہو چکا ہے، اس پر مسلمانوں کا کھویا ہوا اعتماد بحال کیا جائے اور وہ تمام کارروائی کالعدم سمجھی جائے جو اس معاہدے کی شرائط کے خلاف ہوئی ہے ——

لیکن قبائل اور ان کے سردار فرڈی نینڈ کے وعدوں کی حقیقت خوب سمجھتے تھے۔ غرناطہ میں جو کچھ ہو رہا تھا، اس کے پیش نظر ایک معمولی سوجھ بوجھ کا آدمی بھی اپنے آپ کو فریب دینے کے لیے تیار نہ تھا —— چنانچہ قبائل کی بغاوت کو فرو کرنے کے لیے فرڈی نینڈ کو اپنا محفوظ لشکر میدان میں بھیجنا پڑا —— اس لشکر کی کمان ایک تجربہ کار جرنیل الونجو ڈی اگیوار کے ہاتھ میں تھی۔

۱۵۰۱ء کے موسم گرما کے آغاز تک یہ حالت تھی کہ نصرانی لشکر جب کسی علاقے میں تباہی مچاتا تو مرد لڑتے ہوئے شہید ہو جاتے اور عورتوں اور بچوں کو غلام بنالیا جاتا ——

ایک دن کلیسا کے راہب کسی علاقے میں الونجو کی کامیابی پر خوشیاں مناتے لیکن چند دن بعد کسی اور علاقے سے بغاوت کی اطلاع مل جاتی۔

ایک دن الحمرا کے ایک کشادہ کمرے میں بادشاہ اور ملکہ بیٹھے ہوئے

تھے۔ ایک فوجی افسر کمرے میں داخل ہوا اور اس نے شاہی آداب بجا لانے کے بعد ایک مراسلہ پیش کیا —— فرڈی نینڈ نے مراسلہ کھول کر پڑھا اور ملکہ کو پیش کرنے کے بعد فوجی افسر سے مخاطب ہو کر کہا "تم جاؤ اور فادر زمینس کو یہاں بھیج دو۔"

افسر دوبارہ آداب بجا لانے کے بعد کمرے سے باہر نکل گیا اور تھوڑی دیر بعد زمینس کمرے میں داخل ہوا اور کسی تمہید کے بغیر بولا "شہنشاہِ معظم! ملکہ عالیہ!! کلیسا کے ایک خادم کی حیثیت سے میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ محاذِ جنگ سے جب کوئی خوشی کی خبر آئے تو مجھے سب سے پہلے آپ کو مبارک باد پیش کرنی چاہیے —— اور یہ کتنی مبارک خبر ہے، کہ الفجارہ میں جمع ہونے والے باغی لشکر کو شکست دینے کے بعد ہم بلفیق، نجار اور گوبجار بھی فتح کر چکے ہیں۔"

فرڈی نینڈ نے ایک طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ ملکہ کی طرف دیکھا اور کہا "مقدس باپ! ہم نے حکمرانوں کی حیثیت سے فتح حاصل کرنے کی بجائے آپ کی خواہشات پوری کی ہیں اور چند آبادیاں بالکل اُجاڑ دی ہیں۔ بلفیق پر قبضہ کرنے کے بعد ہماری فوج نے تمام مردوں کو قتل کر دیا ہے اور عورتوں کو کنیزیں بنالیا ہے۔ اندراش کی بڑی مسجد میں عورتوں اور بچوں نے پناہ لی تھی، اسے بارود سے اُڑا دیا گیا ہے اور آپ کی سب سے بڑی یہ خواہش تھی کہ ہماری فوج جس علاقہ میں فتح حاصل کرے وہاں گیارہ سال سے کم عمر کے بچوں کو ان کے مسلمان والدین سے چھین کر نیک دل عیسائیوں میں تقسیم کر دیا جائے تاکہ ان کی روحیں دوزخ کی آگ سے بچ جائیں —— ہم نے ہزاروں بچوں کو ان کے والدین سے چھین لیا ہے۔ اب ان کی پرورش کے لیے نیک دل عیسائیوں کو تلاش کرنا

آپ کی ذمہ داری ہے ـــــ مجھے ڈر ہے کہ اگر آپ کو مسلمانوں کی رُوحوں کو دوزخ کی آگ سے بچانے کی اسی طرح فکر رہی تو اسپین کا ہر شہر لاوارث بچوں سے بھر جائے گا۔"

زمینس نے کہا "آپ فکر نہ کریں۔ یہ بچے باقاعدہ عیسائیت کی تعلیم حاصل کریں گے۔ یہ عربی زبان اور مسلمانوں کی عادتیں بھول جائیں گے، پھر یہ کلیسا کے لیے ایک سرمایہ بن جائیں گے۔ میں اس وقت کا بے چینی سے انتظار کر رہا ہوں جب آپ مجھے الفجارہ جا کر باقاعدہ اپنا کام شروع کرنے کی اجازت دیں گے۔"

"آپ کو میری اجازت کی ضرورت نہیں، لیکن آپ عربی نہیں جانتے اور الفجارہ کے لوگ آپ کی زبان نہیں سمجھیں گے۔"

عربی جاننے والے چند پادری ہم نے بیس دن قبل روانہ کر دیے تھے۔ میرا کام وہاں پہنچ کر مسلمانوں کو صرف اصطباغ دینا ہوگا۔"

فرڈی نینڈ نے جواب دیا "آپ کا کام اتنا آسان نہیں ہوگا۔ آپ نے جو عربی دان پادری وہاں بھیجے تھے، ان میں سے بیشتر فوج کی حفاظت کے باوجود قتل کر دیے گئے ہیں۔ اب ان پر فوج کا پہرا زیادہ سخت کر دیا گیا ہے ـــــ لیکن فوج کا کام لڑنا ہے پادریوں پر پہرا دینا نہیں، اور میں آپ کی یہ خوش فہمی دور کر دینا چاہتا ہوں کہ اب تک ہم کوئی بڑی کامیابی حاصل کر چکے ہیں۔ سپہ سالار کا تازہ ترین خط یہ ہے کہ سیرا ادبیجا اور سیرا رندہ میں بغاوت کا خطرہ پیدا ہو رہا ہے ـــــ مشرق کی طرف بھی کسی دن یہ آگ بھڑک اُٹھے گی۔ اگر آپ الفجارہ تشریف لے جائیں تو ہمیں اپنے لشکر کو کئی محاذوں سے ہٹا کر آپ کی حفاظت کے لیے جمع کرنا پڑے گا ـــــ"

زمینس نے کہا "میں موت سے نہیں ڈرتا۔"

ملکہ بولی "مقدس باپ! آپ کی جان بہت قیمتی ہے۔ ہم آپ کو کوئی خطرہ مول نہیں لینے دیں گے ـــــ ہمیں کوہستانی علاقوں کو ایک ایک کر کے قبضے میں لانا پڑے گا' اور پھر ہمیں یہ اطمینان ہو جائے گا کہ وہ بھی اہلِ غرناطہ کی طرح اب سر اُٹھانے کے قابل نہیں رہے تو آپ ایک ایک دن میں ہزاروں آدمیوں کو اصطباغ دے سکیں گے ـــــ کاش میں خود وہاں جا کر آپ کا استقبال کر سکتی!"

فرڈی نینڈ نے کہا "ملکہ! پہلے فوج کو اپنا کام ختم کر لینے دیجیے ـــ اور فادر زمینس کو سمجھائیے کہ الفجارہ جانے کا خیال دل سے نکال دیں ـــ ان کی جان اس لیے بھی بہت قیمتی ہے کہ ہم نے ان کی خوشنودی کے لیے نیپلس پر قبضہ کرنے کا ارادہ ملتوی کر کے اپنے لیے ایک اندرونی مسئلہ پیدا کر لیا ہے ـــــ اب خدا معلوم یہ بغاوت کہاں تک پھیلے گی اور ہمارے لشکر کو کتنا عرصہ مصروف رہنا پڑے گا۔"

فوجی افسر کمرے میں داخل ہوا اور اس نے آداب بجا لانے کے بعد کہا "عالیجاہ! کاؤنٹ ڈان لوئی آیا ہے اور اس نے درخواست کی ہے کہ میں فوری طور پر قدم بوسی کی اجازت چاہتا ہوں۔"

فرڈی نینڈ نے کہا "وہ تو نئی دنیا میں اپنے غلام اور مویشی بھیجنے کے لیے جہازوں کا انتظام کرنے گیا تھا ـــــ یہاں کیسے آ گیا؟ ـــــ بلاؤ اُسے!!"

افسر باہر نکل گیا۔

زمینس نے اُٹھ کر کہا "میں اجازت چاہتا ہوں۔"

فرڈی نینڈ نے کہا "نہیں! آپ تشریف رکھیں ——— میں ڈان لوئی سے فارغ ہو کر آپ سے مزید گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔"

ملکہ بولی "ہاں! مقدس باپ!! آپ تشریف رکھیں!!! ہم ڈان لوئی کو جلدی فارغ کر دیں گے۔"

زیمنیس بیٹھ گیا ——— چند منٹ بعد ڈان لوئی کمرے میں داخل ہوا۔ اُس نے بادشاہ اور ملکہ کو آداب بجا لانے کے بعد جھک کر زیمنیس کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور ملکہ کے ہاتھ کا اشارہ پاکر زیمنیس کے قریب بیٹھ گیا۔

فرڈی نینڈ نے کہا "تمھارا چہرہ بتا رہا ہے کہ تم تھکاوٹ سے نڈھال ہو چکے ہو؟"

"عالیجاہ! میں نے راستے میں بہت کم آرام کیا ہے۔"

فرڈی نینڈ نے کہا "تمھارا چہرہ یہ بھی بتا رہا ہے کہ تم کوئی اچھی خبر نہیں لائے ——— کیا کوئی جہاز ڈوب گیا ہے؟"

ڈان لوئی نے جواب دیا "حضور! اگر ایک جہاز کی بات ہوتی تو آپ مجھے اس قدر پریشان نہ دیکھتے۔"

ملکہ نے پوچھا "تمھارے گھر میں تو خیریت ہے؟"

"جناب! اگر کوئی حادثہ میرے گھر تک محدود ہوتا تو میں یہاں مخل ہونے کی جرأت نہ کرتا ———"

"کیسا حادثہ؟" فرڈی نینڈ نے چونک کر سوال کیا۔

"حضور! تین جہاز جو میں نے غلاموں کو نئی دنیا بھیجنے کے لیے منگوائے تھے، تباہ ہو چکے ہیں۔ میرا ایک چھوٹا سا ذاتی جہاز بھی غرق ہو چکا ہے۔"

"یہ جہاز غلاموں سمیت غرق ہو چکے ہیں؟"

"حضور! جہاز غلاموں کے سوار ہونے سے پہلے ہی تباہ ہو گئے تھے۔ صرف چند ملاح ہلاک اور زخمی ہوئے ہیں یا ان گھوڑوں، گایوں، بیلوں اور بھیڑوں کو نقصان پہنچا ہے جنھیں جہازوں پر لادا جا چکا تھا ——— میرے محل کا کچھ حصہ بھی تباہ ہو چکا ہے، لیکن میں اپنے ذاتی نقصانات کی اطلاع دینے کے لیے یہاں حاضر نہیں ہوا۔ میں آپ کی خدمت میں یہ عرض کرنے آیا ہوں کہ یہ ترکوں کے ایک جنگی بیڑے کا کارنامہ ہے ——— انھوں نے قریباً چار گھنٹے میرے قلعے کے سامنے خلیج پر قبضہ کر رکھا تھا ——— وہ میرے تمام غلاموں، مورسکو ماہی گیروں اور چند بہترین کاشت کاروں کو اپنے ساتھ لے گئے ہیں ——— انھوں نے ہمارے گرجے کے پادری کو بھی کہیں غائب کر دیا ہے اور اُن آٹھ قیدیوں کو بھی چھڑا کر لے گئے ہیں جنھیں، وہ انکوئی زیشن کے سپرد کرنے پر مُصر تھا۔"

فرڈی نینڈ نے کہا "تم نے کیا کہا؟ انھوں نے پادری کو کہیں غائب کر دیا ہے ——— ہم تمھارا مطلب نہیں سمجھے!"

"حضور! میرا مطلب ہے کہ وہ پادری فرانسس کو بھی پکڑ کر لے گئے ہیں، کیونکہ ہم اسے آس پاس کہیں تلاش نہیں کر سکے اور سمندر سے اس کی لاش بھی نہیں ملی۔ یہ بلنسیہ کے بشپ کی خوش قسمتی تھی کہ وہ کھانا کھانے کے بعد پادری فرانسس کے ساتھ نہیں چلے گئے، ورنہ وہ بھی اس وقت ترکوں کی قید میں ہوتے ———"

زیمنیس نے سوال کیا "تمھیں یقین ہے کہ ترکوں نے اسے قتل نہیں کر دیا ہوگا؟"

ڈان لوئی نے جواب دیا "جناب! مجھے یقین ہے کہ وہ قیدی اور

غلام جنھیں ترک اپنے ساتھ لے گئے ہیں، اس بات کی ہر ممکن کوشش کریں گے کہ اسے قتل نہ کیا جائے!"

"لیکن آپ ابھی کہہ رہے تھے کہ پادری فرانسس قیدیوں کو انکوی زیشن کے سپرد کرنے پر مُصر تھا ـــــ پھر یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ اس کی جان بچانے کی کوشش کریں؟"

"جناب! اگر ان کا بس چلا تو وہ اسے بدترین اذیتوں کے لیے قیامت تک زندہ رکھنے کی کوشش کریں گے۔"

ملکہ نے پوچھا "کیا اصطباغ لینے والوں کو بھی اُس کے ساتھ کوئی ہمدردی نہیں ہوگی؟"

"نہیں حضور! اصطباغ لینے والے یہ جانتے تھے کہ وہ انکوی زیشن کا دفتر کھولنے کے لیے بے چین ہے۔ یہ ممکن ہے کہ کسی ترک کو اس پر رحم آجائے، لیکن مورسکوز کو اس کے ساتھ کوئی ہمدردی نہیں ہوگی ـــــ"

زمینیس نے بڑی مشکل سے اپنا غصّہ ضبط کرتے ہوئے کہا "اگر آپ کے علاقے میں انکوی زیشن نے اب تک آٹھ دس آدمیوں کو زندہ جلا دیا ہوتا تو کسی مورسکو یا مسلمان کو سر اُٹھانے کی جُرأت نہ ہوتی۔"

ڈان لوئی نے کہا "جناب! انھوں نے کچھ نہیں کیا۔ یہ فقط ترکوں کا کارنامہ ہے اور ہمیں خدا کا شکرگزار ہونا چاہیے کہ انھوں نے اپنی طاقت کا ثبوت دینے کے لیے میرا قلعہ منتخب کیا تھا' ورنہ وہ کسی بڑی بندرگاہ پر بھی حملہ کرسکتے تھے ـــــ آپ ہر جگہ انکوی زیشن کے دفتر قائم کرسکتے ہیں لیکن ترکوں کے بیڑے کو ساحلی علاقوں میں تباہی مچانے سے نہیں روک سکتے ـــــ

"آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ مقدس انکوی زیشن کو اپنے فرائض سے آنکھیں بند کرلینی چاہئیں؟" زمینیس کا زرد چہرہ غصّے سے سُرخ ہو رہا تھا۔

"ڈان لوئی نے جواب دیا "جناب! میں یہ نہیں کہتا۔"

ملکہ نے پوچھا "تو پھر آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟"

"میں یہ عرض کرنے آیا ہوں کہ ترکوں کے جاسوس ملک کے اندر پھیلے ہوئے ہیں اور انھیں تمام واقعات کی خبر مل رہی ہے۔ انھیں یہ معلوم تھا کہ میرے قلعے کے قریب کتنے جہاز کھڑے ہیں۔ انھیں دو بُرجوں کے متعلق بھی علم تھا جو میں نے قلعے سے کچھ دور توپیں نصب کرنے کے لیے تعمیر کروائے تھے۔ حملے سے قبل یہ مورچے بارود سے اُڑا دیے گئے تھے ـــــ انھیں یہ بھی معلوم تھا کہ خشک گھاس کے انبار کس جگہ ہیں۔ چنانچہ وہاں حملے کے وقت آگ بھڑک اُٹھی تھی ـــــ وہ یہ بھی جانتے تھے کہ پادری فرانسس اور اُس کا چھوٹا سا قید خانہ کہاں ہے۔"

زمینیس نے کہا "بیرونی حملہ آوروں اور اُن کے جاسوسوں کی سرگرمیاں اس وقت ختم ہوں گی جب اندلس سے تمام مسلمان ختم ہوجائیں گے ـــــ اور یہ کام انکوی زیشن کے سوا اور کوئی نہیں کرسکتا۔"

فرڈی نینڈ نے کہا "مقدس باپ! یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ ترکوں کی بری افواج کی توجہ مشرقی یورپ پر مبذول رہی ہے اور جنوب مغرب کے ممالک کو دہشت زدہ رکھنے کے لیے وہ بحیرۂ روم میں اپنے جنگی بیڑے کی اکّا دکّا فتوحات کو کافی سمجھتے ہیں، ورنہ اگر وہ سیدھا خشکی کے راستے اسپین کا رُخ کرتے تو شاید اس وقت ہم یہاں موجود نہ ہوتے۔"

ازابیلا نے کہا "یہ خطرہ تو اس صورت میں ہوسکتا تھا جب کہ غرناطہ

میں مسلمانوں کی سلطنت قائم رہتی، لیکن ہمیں خدا کا شکر گزار ہونا چاہیے کہ الفجارہ میں بھی ابو عبداللہ کی چھوٹی سی ریاست باقی نہیں رہی۔"

زیمینس نے کہا "ہماری صحیح کامیابی یہ ہوگی کہ پورے اندلس میں ایک بھی غیر عیسائی باقی نہ رہے اور جن لوگوں نے نیک نیتی سے دینِ مسیح قبول نہیں کیا وہ انکوی زیشن کی آگ کا ایندھن بن چکے ہوں۔"

فرڈی نینڈ نے ڈان لوئی سے پوچھا "اب تم یہ چاہتے ہو کہ تمھارے علاقے کی حفاظت کے لیے فوج اور بحری جہازوں کا انتظام کیا جائے۔"

"نہیں عالیجاہ! میرے علاقے میں وہ جس مقصد سے آئے تھے وہ پورا ہو چکا ہے اور اب وہ دوبارہ حملہ کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کریں گے ـــــ میں اس امید کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں کہ اگر الفجارہ میں ہمارے لشکر کا سپہ سالار میرے ساتھ تعاون کرے تو شاید میں اُن جاسوسوں کو گرفتار کرسکوں جن کے متعلق یہ باور کرنے کی معقول وجوہات ہیں کہ انھوں نے میرے قلعے پر حملہ کرنے والے ترکوں کی رہنمائی کی تھی اور انھیں گرفتار کرنے کے بعد ہمیں انتہائی مفید معلومات حاصل ہوسکیں گی۔"

زیمینس نے کہا "مجھے یقین ہے کہ بادشاہ اور ملکہ اس سلسلے میں آپ کی پوری اعانت کریں گے۔ اگر آپ نے ایک جاسوس کو بھی پکڑ لیا، تو انکوی زیشن اس سے ہزاروں غداروں کے راز اگلوا سکے گا۔"

فرڈی نینڈ نے کہا "انکوی زیشن کی آگ کو الفجارہ تک لے جانے کے لیے آپ کو کافی عرصہ صبر کرنا پڑے گا، لیکن اگر دشمن کا کوئی جاسوس گرفتار ہوگیا تو ہم اسے انکوی زیشن کے اذیت خانے میں بھیجے بغیر بھی اس سے کافی

کام لے سکیں گے۔ ممکن ہے کہ اس کے تبادلے میں ہم ترکوں سے پادری فرانسس یا کسی اور قیدی کو رہا کروالیں۔ ڈان لوئی! الفجارہ سے کسی آدمی کو گرفتار کرنے میں تمھیں کوئی دقت پیش نہیں آئے گی۔ وہاں چند قبائل ہتھیار ڈال چکے ہیں اور باقی قبائل کے سرداروں سے صلح کی شرائط کے متعلق ہماری گفتگو ہو رہی ہے۔"

"عالیجاہ!" ڈان لوئی نے کہا "میں بھاگتے ہوئے شکار کا پیچھا کر رہا ہوں اور مجھے ڈر ہے کہ اگر میں تاخیر سے الفجارہ پہنچا تو وہ نکل جائے گا ـــــ میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ وہاں پہنچ کر مجھے سو سپاہی مل جائیں!"

"تم بہت تھکے ہوئے ہو، جا کر کھانا کھاؤ اور سو جاؤ ـــــ! اب رات ہونے والی ہے اور سفر کرنا ٹھیک نہیں ـــــ علی الصبح تمھیں البخو کے نام ہمارا خط بھی مل جائے گا اور راستے کی چوکیوں کو یہ اطلاع بھی دے دی جائے گی کہ وہ تمھارے لیے تازہ دم گھوڑے تیار رکھیں اور تمھاری سہولت کے لیے ایک ذمہ دار افسر بھی تمھارے ساتھ روانہ کر دیا جائے گا، لیکن ـــــ" فرڈی نینڈ نے اسے گھورتے ہوئے کہا ـــــ "موجودہ حالات میں سپہ سالار کسی پُر امن علاقے کے باشندوں سے چھیڑ چھاڑ کرنا پسند نہیں کریں گے!"

ڈان لوئی نے کہا "عالیجاہ! آپ مطمئن رہیں ـــــ میں جس علاقے سے دشمن کے جاسوسوں کو گرفتار کرنے جا رہا ہوں، وہاں بدامنی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ـــــ وہاں

باغیوں کے مقابلے میں حکومت کے طرفداروں کی تعداد زیادہ ہے۔"

حارث کا فریب

دو سو مسلح سوار مصعب کی قیام گاہ کے دروازے پر رکے اور ان میں سے پانچ سرکردہ آدمی گھوڑوں سے اتر کر اندر داخل ہوئے۔

خادموں نے انھیں مہمان خانے میں بٹھا دیا اور بالائی منزل پر مصعب کو اطلاع دی۔

تھوڑی دیر بعد مصعب کمرے میں داخل ہوا اور باری باری گرمجوشی سے معانقہ کرنے کے بعد ان کے سامنے بیٹھ گیا ——— ان پانچ آدمیوں میں سے دو عرب اور تین بربر قبائل کے سردار تھے۔ ایک عمر رسیدہ عرب سردار نے کہا "ہمیں یہ معلوم ہے کہ حارث آپ کے لیے ایک خطرناک پڑوسی ہے اور آپ کو نصرانی حکومت کے شکوک و شبہات سے بچنے کے لیے بہت احتیاط سے کام لینا پڑتا ہے۔ عام حالات میں ہم شاید اس طرف آنا پسند نہ کرتے لیکن اب پانی سر سے گزر چکا ہے۔ جب آگ کے شعلے سنجار، گریجار، اندلس اور بلقیق میں دیکھے گئے ہیں، اس سے اب البجارہ کی کوئی بستی محفوظ نہیں۔ جن رؤسا سے ہمیں آخر دم تک لڑنے کی توقع تھی، انھوں نے ہتھیار ڈال دیے ہیں۔ ہم میں جو تھوڑی بہت قوتِ مدافعت رہ گئی ہے۔ وہ سختی سے کچل دی جائے گی۔

فرڈی نینڈ کے تازہ حکم کے مطابق ہمارے لیے جان بچانے کی یہی ایک صورت باقی رہ گئی ہے کہ ہم عیسائی ہو جائیں —— لیکن ہم ایسی زندگی سے شہیدوں کی طرح مر جانے کو ترجیح دیں گے — الفجارہ پر نصرانی لشکر کا دباؤ بہت زیادہ ہے اس دباؤ کو کم کرنے کا طریقہ یہی ہے کہ بغاوت کو پورے کوہستان میں پھیلا دیا جائے —— اگر ہم ایک جگہ سے پسپائی اختیار کرنے پر مجبور ہو جائیں تو کئی اور مقامات پر بغاوت شروع ہو چکی ہو —— ہمیں سیرا درمیجا اور رُندہ کے بہادر قبائل سے حوصلہ افزا پیغامات آئے ہیں۔ انھوں نے چند چوکیوں سے نصرانیوں کو مار کر بھگا دیا ہے اور ہمیں اپنے ساتھ شامل ہونے کی دعوت دی ہے' اس لیے ہم وہاں جا رہے ہیں۔ سات ہزار آدمی ہم میں سے آگے جا چکے ہیں ——
اور ہمارے یہاں آنے کی وجہ صرف یہ ہے کہ سعاد کا باپ ایک مجاہد تھا اور ہمارا دوست بھی، اور میں آپ کو یہ مشورہ دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ آپ اگر اپنے لیے نہیں تو اس لڑکی کے لیے کسی تاخیر کے بغیر یہاں سے کوچ کر جائیں۔ ابھی سمندر کا راستہ کھلا ہے اور ساحل پر آپ کو کوئی جہاز بھی مل جائے گا' لیکن یہ صورت زیادہ عرصہ نہیں رہے گی —— جب فرڈی نینڈ کو یہ اطمینان ہو جائے گا کہ اب کوہستان کے کسی علاقے کے لوگ بھی سر اٹھانے کے قابل نہیں رہے تو اندلس ہمارے لیے ایک قید خانہ بن جائے گا۔ آپ کو یہ توقع ہرگز نہیں رکھنی چاہیے کہ حارث کی ہمسائیگی یا دوستی کے باعث آپ کے ساتھ کوئی رعایت برتی جائے گی —— "

مصعب نے جواب دیا "ہمیں اس قسم کی کوئی خوش فہمی نہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ سعاد کا شوہر شادی کے دن حارث کی وجہ سے گرفتار ہوا ہے۔ قرب و جوار کے جن لوگوں کو سعاد سے ہمدردی ہے، وہ یہ چاہتے تھے کہ حارث سے انتقام

لیا جائے، لیکن سعاد کو اس بات کا خدشہ تھا کہ اگر حارث کو کوئی حادثہ پیش آیا یا اس کے قلعے پر حملہ ہوا تو ہم ایک دن کے لیے بھی یہاں نہیں رہ سکیں گے۔"

"میں حارث کے ساتھ سعاد کی ہمدردی کی وجہ نہیں سمجھ سکا۔"

"سعاد کو اس غدار کے ساتھ کوئی ہمدردی نہیں۔ وہ مجھ سے کہیں زیادہ یہ سمجھتی ہے کہ وہ ہمارا بدترین دشمن ہے۔ شاید وہ الفجارہ میں عیسائیوں کا سب سے بڑا جاسوس ہے، لیکن سعاد یہاں رہنا چاہتی ہے۔ اسے یقین ہے کہ کسی نہ کسی دن ابوالحسن اُس کی تلاش میں یہاں ضرور آئے گا اور اس کی آمد پر یہ گھر خالی نہیں ہونا چاہیے۔"

"کیا آپ نے اسے یہ نہیں سمجھایا کہ موجودہ حالات میں اس کا یہاں رہنا کتنا خطرناک ہے؟"

"میں اس سے سینکڑوں بار یہ بات کر چکا ہوں۔ آپ کی آمد سے قبل بھی میں اسے یہی سمجھا رہا تھا۔ وہ بذاتِ خود بھی موجودہ حالات اور مستقبل کے خطرات کو مجھ سے زیادہ سمجھتی ہے مگر میں اس کا یہ یقین تبدیل نہیں کر سکا کہ ابوالحسن یہاں ضرور آئے گا۔"

"اس کا مطلب یہی ہو سکتا ہے کہ اس کی ذہنی حالت ٹھیک نہیں۔"

"اگر آپ اس سے گفتگو کریں تو آپ اس کی ذہنی حالت پر شبہ نہیں کریں گے۔ میں شاید اسے افریقہ جانے پر آمادہ کر لیتا، لیکن اس نے اپنی خالہ کے ذہن میں بھی یہ بات ڈال دی ہے کہ ہمیں ابوالحسن کا انتظار کرنا چاہیے —— ہمارے نوکروں میں سے کوئی ایسا نہیں جسے سعاد کی باتوں کا یقین نہ ہو۔ وہ سب ابوالحسن کا انتظار کر رہے ہیں —— اور اگرچہ موجودہ حالات انتہائی اضطراب انگیز ہیں، لیکن سعاد کی یہ حالت ہے کہ پہلے

تو وہ بہت مضطرب رہا کرتی تھی، لیکن اب اس کا اضطراب دُور ہو چکا ہے۔ وہ صبح و شام اس کے پیغام کا انتظار کرتی ہے اور اس کا راستہ دیکھتی رہتی ہے۔ یہی حال اس کی خالہ کا ہے ——— کسان عورتوں کو اُس پر اس قدر اعتقاد ہے کہ وہ اپنے بیمار بچوں کے لیے اس سے دُعائیں کراتی ہیں اور علاقے میں یہ بات مشہور ہو چکی ہے کہ اس کی دعائیں اکثر قبول ہوتی ہیں۔"

بوڑھے سردار نے کہا "اگر سعاد کو اس حد تک اپنے شوہر کے واپس آنے کا یقین ہے تو میں اس مسئلے پر بحث نہیں کروں گا ——— آپ کو بھی یہیں رہنا چاہیے۔ آج کے بعد ہماری یہی کوشش ہو گی کہ آپ کی خاطر حارث کی قیام گاہ پر کوئی حملہ نہ کیا جائے ——— اللہ اس معصوم لڑکی کی امیدیں پوری کرے ——— آپ اب ہمیں اجازت دیں! ہمارے ساتھی باہر انتظار کر رہے ہیں۔"

عمر رسیدہ سردار اُٹھے مصعب کے ساتھ باہر نکل آئے۔ تھوڑی دیر بعد مصعب دروازے پر کھڑا سواروں کے گھوڑوں کا گرد و غبار دیکھ رہا تھا۔

○

ایک صبح سعاد اپنے کمرے کے دریچے میں کھڑی باہر جھانک رہی تھی۔ ایک خادمہ کمرے میں داخل ہوئی اور اس نے کہا "ایک دیہاتی عورت آپ سے ملنا چاہتی ہے۔ میں نے اسے آپ کی خالہ سے ملاقات کے لیے کہا تھا لیکن وہ مصر تھی کہ میں صرف سعاد سے بات کروں گی۔"

"وہ کہاں ہے؟" سعاد نے پوچھا۔

"وہ برآمدے میں کھڑی ہے۔"

سعاد جلدی سے باہر نکلی اور برآمدے میں ایک اجنبی عورت سے مخاطب ہو کر بولی "میں سعاد ہوں۔ تم کہاں سے آئی ہو؟"

عورت نے سعاد کے پیچھے خادمہ کو دیکھ کر کہا "میں علیحدگی میں کوئی بات کرنا چاہتی ہوں!"

سعاد اس کا ہاتھ پکڑ کر کمرے کے اندر لے گئی "کہو! کیا بات ہے؟ تم کیا پیغام لائی ہو؟ تمھیں کس نے بھیجا ہے؟"

"مجھے عمارہ نے بھیجا ہے۔"

کچھ دیر سعاد کے مُنہ سے کوئی بات نہ نکل سکی۔ پھر اس نے کہا:

"ابو عامر کی بیوی نے؟"

"جی ہاں!"

"تم نے ابو عامر کو دیکھا تھا؟"

"جی نہیں!"

"عمارہ کے گھر میں کوئی اور تھا؟"

"جی! میں اس کے گھر نہیں گئی۔ وہ لوگ ایک مدت سے کہیں غائب تھے۔ آج علی الصباح وہ ہمارے گھر آئی اور اس نے اصرار کیا کہ میں کسی بہانے آپ کے پاس پہنچوں اور آپ کو یہ پیغام دوں کہ اگر آپ ایک خوش خبری سننا چاہتی ہیں تو تنہا میرے گھر پہنچ جائیں۔ اس کی باتوں سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ رات کے وقت گاؤں پہنچی تھی اور ہمارے گھر کے سوا کہیں اور نہیں گئی۔ اُس نے مجھے یہ بھی تاکید کی تھی کہ میں گاؤں میں کسی سے اس کی آمد کا ذکر نہ کروں۔ وہ کچھ خوف زدہ سی دکھائی دیتی تھی۔ میں اس سے بہت کچھ پوچھنا

چاہتی تھی، لیکن وہ یہ کہہ کر اپنے گھر کی طرف بھاگ گئی تھی کہ اگر دوسروں نے اسے دیکھ لیا تو یہ اچھا نہیں ہوگا ــــــ وہ میری پرانی سہیلی ہے اور اسے دیکھ کر مجھے ایسا محسوس ہوا تھا کہ وہ کسی مصیبت میں گرفتار ہے۔ اسی لیے میں گھر کے کاموں سے فارغ ہوتے ہی اس طرف چل پڑی۔ اگر آپ نہیں جانا چاہتیں تو میں اسے اطلاع دے دوں گی۔"

سعاد بھاگ کر برابر کے کمرے میں گئی اور واپس آکر سونے کا ایک سکہ عورت کے ہاتھ میں تھماتے ہوئے بولی "میں تمہاری شکر گزار ہوں۔ تمہارا کیا نام ہے؟"

"میرا نام سمعیہ ہے ــــــ اگر آپ وہاں جانا مناسب نہ سمجھیں تو میں عمارہ سے کہوں گی کہ وہ خود یہاں رات کے وقت پہنچ جائے۔"

سعاد نے جواب دیا "نہیں! اگر عمارہ یہاں نہیں آئی تو اس کی لازماً کوئی وجہ ہوگی۔ میں اس کے گھر چل رہی ہوں۔"

"کب؟"

"ممکن ہے کہ میں تم سے پہلے وہاں پہنچ جاؤں!"

"دیہاتی عورت سلام کرنے کے بعد کمرے سے نکل گئی۔

سعاد نے خادمہ کو آواز دے کر بلایا اور کہا "ابولیعقوب سے کہو وہ دو گھوڑے تیار کرے۔"

خادمہ چلی گئی۔ سعاد نے جلدی سے لباس تبدیل کیا اور اپنی خالہ کے کمرے میں داخل ہوئی:

"خالہ جان! میں ذرا باہر جا رہی ہوں ــــــ مجھے ابھی اطلاع ملی ہے کہ عمارہ ابوعامر کی بیوی میرے لیے کوئی پیغام لائی ہے۔ اسے یہاں آنے میں

خطرہ ہے، اس لیے میں اس کے گھر جا رہی ہوں۔ جب خالو جان آئیں تو آپ ان سے کہہ دیں کہ میں تھوڑی دیر تک آجاؤں گی۔ ورنہ ابولیعقوب آپ کو واپس آکر بتا دے گا کہ میں کب آؤں گی۔"

سعیدہ نے کہا "بیٹی! مجھے ڈر ہے کہ یہ کوئی سازش نہ ہو۔"

"خالہ جان! اس علاقے میں حارث سے زیادہ ہمارا دشمن اور کون ہوسکتا ہے۔ اب اسے ہم پر ہاتھ ڈالنے کے لیے کسی بہانے کی ضرورت بھی نہیں رہی۔ آج ہم اُن ایام سے کہیں زیادہ بے بس ہیں جب وہ ابوالحسن کو پکڑ کر لے گیا تھا ــــــ پہلے ہماری یہ حالت تھی کہ ایک آتش فشاں پہاڑ ہم سے بہت قریب تھا اور اب میں یہ محسوس کرتی ہوں کہ وہ پھٹ رہا ہے اور ہم اس کے دہانے پر کھڑے ہیں ــــــ خالہ جان! آپ ہجرت کے لیے تیار رہیں۔"

"بیٹی! اگر تم کہو گی تو ہم اسی وقت روانہ ہو جائیں گے۔ تمہارے خالو کو صرف تمہارے جذبات کا شدید احساس ہے۔"

"خالہ جان! جب میں واپس آؤں گی تو ہمیں روانہ ہونے میں دیر نہیں لگے گی۔"

"اللہ کا شکر ہے کہ آخر یہ بات تمہارے دماغ میں آگئی ہے۔"

"خالہ جان! میرے دماغ میں یہ کوئی نئی بات نہیں آئی۔ میں نے پرسوں آپ کو اپنا خواب سنایا تھا اور اس خواب کے بعد میں یہ محسوس کر رہی ہوں کہ میری آزمائش کی گھڑیاں ختم ہونے والی ہیں۔ میرا دل گواہی دیتا ہے کہ ابوالحسن آزاد ہو چکا ہے اور آس پاس کسی جگہ موجود ہے۔ ممکن ہے کہ وہ زخمی ہو اور ابوعامر کے گھر میں میرا انتظار کر رہا ہو۔ عمارہ نے اس عورت کو اس کے سوا کوئی

بات نہیں بتائی کہ وہ مجھے کوئی خوش خبری سنانا چاہتی ہے۔ خالہ جان! مجھے اجازت دیجیے!!"

سعیدہ نے کہا "بیٹی! میں تمھیں کیسے منع کر سکتی ہوں"۔



تھوڑی دیر بعد سعاد اور ابو یعقوب گھوڑوں پر سوار ہو کر قلعے سے باہر نکل رہے تھے۔ ابو یعقوب نے کچھ دُور جا کر کہا "ٹھہریے! میں آپ سے کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں"۔

سعاد نے گھوڑا روک لیا اور ابو یعقوب نے قریب ہو کر کہا "آپ نے پہلے کبھی اس عورت کو دیکھا ہے؟"

"نہیں! لیکن اس سے کیا فرق پڑتا ہے"۔

"میں اُسے غور سے نہیں دیکھ سکا۔ تاہم مجھے یہ خیال آیا تھا کہ وہ ابو عامر کی بستی کی عورت نہیں ہو سکتی۔ اس کا لباس دیہاتی تھا، لیکن چال ڈھال دیہاتی عورتوں سے مختلف تھی۔ دیہات کے لوگ کسی مجبوری کے بغیر اپنی عورتوں کو تنہا نہیں بھیجتے۔"

"ابو یعقوب! اس کے لیے یہ ضروری تھا کہ وہ تنہا میرے پاس آئے۔"

ابو یعقوب نے کہا "ممکن ہے کہ یہ میرا وہم ہو، لیکن آج میں اس گاؤں کا رُخ کرتے ہوئے اپنے دل میں ایک خطرہ محسوس کر رہا ہوں ——— اس لیے میری درخواست ہے کہ آپ بستی سے باہر گھوڑے سے اُتر جائیں اور اسے گھر کی طرف ہانک دیں۔ اس گاؤں کے ایک کسان کا نام یحییٰ ہے۔ میں اُسے اچھی طرح جانتا ہوں۔ میں اس کے گھر اپنا گھوڑا چھوڑ دوں گا اور ابو عامر کے گھر کے

آس پاس کسی جگہ چھپ کر دیکھتا رہوں گا ——— اگر آپ کو کوئی خطرہ درپیش ہوا تو کم از کم میں گھر والوں کو یا آس پاس آپ کے ساتھ ہمدردی رکھنے والے لوگوں کو اطلاع دے سکوں گا۔ ورنہ ابو عامر کی بیوی سے ملاقات کرنے کے بعد آپ میرے گھوڑے پر واپس گھر جا سکیں گی"۔

"یہ ٹھیک ہے"۔

"اب آپ سیدھے راستے سے جائیں اور میں قلعے کے عقب سے چکر لگا کر وہاں پہنچوں گا"۔

"یہ بھی مناسب ہے!" سعاد نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگاتے ہوئے کہا۔

جب وہ راستے کی پہاڑی عبور کر رہی تھی تو تھوڑی دُور آگے عمارہ کا پیغام لانے والی عورت جا رہی تھی۔ وہ تیز رفتار گھوڑے کی ٹاپ سے بدحواس ہو کر راستے سے ایک طرف ہٹ گئی۔ پھر جب سعاد اس کے قریب سے گزر رہی تھی تو اس نے دونوں ہاتھ بلند کر دیے، لیکن سعاد اسے دیکھے بغیر آگے نکل گئی۔

وہ چلّائی "ٹھہرو! ٹھہرو!! عمارہ گھر پر نہیں ہے ——— میں نے جھوٹ کہا تھا ——— خدا کے لیے رُک جاؤ!" مگر اس کی آواز تیز رفتار گھوڑے کی ٹاپ میں تحلیل ہو کر رہ گئی ———

حارث کی قیام گاہ کے سامنے کچھ فاصلے سے گزرتے ہوئے اُسے صدر دروازے سے باہر کھلے میدان میں چند خیمے دکھائی دیے۔ ایک طرف گھوڑے بھی بندھے ہوئے تھے۔ یہ ایک نئی بات تھی۔ عام حالات میں شاید وہ اسے بہت اہمیت دیتی، لیکن عمارہ کا پیغام ملنے کے بعد اس کے دل کی کیفیت یہ تھی کہ وہ

ابوالحسن کے سوا کچھ اور سوچ ہی نہیں سکتی تھی ــــــ اُس نے گھوڑے کی رفتار کم کرنے کی بجائے اسے ایڑ لگا کر اور تیز کر دیا۔

○

گاؤں سے باہر ایک باغ کے قریب پہنچ کر سعاد گھوڑے سے اُتر پڑی۔ اِدھر اُدھر دیکھنے کے بعد لگام کا سرا گھوڑے کی گردن کے گرد لپیٹ دیا اور اسے تھپکی دے کر گھر کی طرف ہانک دیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ عمارہ کے مکان کے دروازے پر دستک دے رہی تھی ــــــ کسی نے اندر سے کنڈی کھول دی۔

سعاد جلدی سے صحن میں داخل ہوئی اور عمارہ کی بجائے ایک عمر رسیدہ آدمی کو دیکھ کر بولی "عمارہ کہاں ہے؟ اور تم کون ہو؟"

عمر رسیدہ آدمی نے جواب دیا "عمارہ کو ہم نے احتیاطاً کہیں چھپا دیا ہے اور میں ابوعامر کا دوست ہوں ــــــ اگر آپ کا نام سعاد ہے تو آپ اندر تشریف رکھیں۔ میں عمارہ کو ابھی بُلا لاتا ہوں۔"

"ابوعامر کہاں ہے؟"

"وہ بھی اُس کے ساتھ ہے۔ آپ پریشان نہ ہوں۔ ہم نے انھیں اس لیے چھپا لیا تھا کہ گاؤں میں سے کوئی غدار حارث کو خبردار نہ کر دے۔"

"اُن کے ساتھ کوئی اور بھی ہے؟"

"ہاں! لیکن مجھے معلوم نہیں کہ وہ کون ہے؟"

سعاد کا دل بُری طرح دھڑک رہا تھا۔ اس نے بڑی مشکل سے کہا "خدا کے لیے مجھے ان کے پاس لے چلو!"

"نہیں! میں انھیں یہیں بلاتا ہوں۔"

عمر رسیدہ آدمی دروازے کی طرف بڑھا، لیکن اس نے باہر نکلنے کی بجائے اندر سے کنڈی لگا دی۔ سعاد نے کسی غیر متوقع خطرے کے پیشِ نظر جلدی سے اپنا خنجر نکالا اور بھاگ کر اُس کے پیٹ کی طرف بڑھاتے ہوئے چلائی "تم حارث کے جاسوس ہو! خدا معلوم اندلس کے مسلمان کب تک اپنے غداروں کے جُرائم کی سزا بھگتتے رہیں گے، لیکن تم اپنے آقاؤں سے انعام حاصل کرنے کے لیے زندہ نہیں رہو گے ــــــ بتاؤ وہ کہاں ہیں اور تم نے ان کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے؟"

پیچھے سے کسی نے کہا "تمھیں ایک بوڑھے آدمی کے قتل کرنے سے کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔"

سعاد نے مُڑ کر دیکھا۔ حارث کمرے سے نکل رہا تھا اور اس کے ساتھ چار مسلح آدمی تھے۔

"تم ــــ!" وہ لرزتی ہوئی آواز میں بولی۔

حارث نے جواب دیا "ہاں! میں! اور یہ بوڑھا آدمی میرا ایک ادنیٰ ملازم ہے۔"

"اور وہ عورت بھی تمھاری ایک ادنیٰ ملازمہ تھی جسے تم نے ہمارے گھر بھیجا تھا؟"

"ہاں! یہ ایک مجبوری تھی ــــــ مجھے بہت پہلے سے شبہ تھا کہ ابوعامر اور اس کے بال بچوں کے اچانک غائب ہو جانے کا ابوالحسن کی قید سے گہرا تعلق ہے ــــــ اور جب ابوعامر کچھ عرصہ کے لیے کہیں گیا تھا تو تمھارا نوکر بستی کے لوگوں سے پوچھا کرتا تھا کہ وہ کہاں ہے اور کب آئے گا۔ پھر جب وہ واپس آ گیا تو تمھاری اور عمارہ کی ملاقاتیں ہوا کرتی تھیں ــــــ

بالآخر جب ایک مدت کے بعد ابوعامر اور اس کے بال بچے کہیں غائب ہو گئے تو بھی میرے جاسوسوں کی اطلاع کے مطابق تمہارا نوکر یہاں آ کر ان کے متعلق پوچھا کرتا۔ شاید تم اسے اپنے شوہر کے متعلق کوئی خبر ملنے کی امید پر یہاں بھیجا کرتی تھیں ــــــ اور ــــــ اب تمہارے یہاں آجانے سے یہ ثابت ہو گیا ہے کہ اس بارے میں تم بہت کچھ جانتی ہو!"

سعاد غصے سے بیتاب ہو کر آگے بڑھی اور پھر آنکھ جھپکنے کی دیر میں حارث اس کے خنجر کی زد میں تھا، لیکن ایک مسلح آدمی نے آگے بڑھ کر سعاد کو ایک طرف دھکیل دیا اور خنجر نے حارث کے سینے میں اترنے کی بجائے اس کا بازو زخمی کر دیا ــــــ دوسرے آدمی نے اس کی کلائی پکڑ کر مروڑی اور خنجر گر پڑا۔ تیسرے نے سعاد پر وار کرنے کے لیے تلوار اُٹھائی، مگر حارث چلّایا:

"ٹھہرو! اسے کچھ نہ کہو اسے وہ سب راز معلوم ہیں جن کے لیے بلنسیہ سے ہمارے معزز مہمان تشریف لائے ہیں۔"

ایک سپاہی نے حارث کے بازو سے خون بند کرنے کے لیے بوڑھے آدمی کا پٹکا اتار کر پٹی باندھ دی اور وہ کچھ سوچ کر سعاد سے مخاطب ہوا:

"بے وقوف لڑکی! مجھے معلوم نہیں کہ ڈان لوئی تمہارے لیے کیا سزا تجویز کرے گا ــــــ لیکن میں تمہیں یہ مشورہ دیتا ہوں کہ اگر تم نے صاف گوئی سے کام لیا اور اس علاقے میں ابوالحسن کے تمام ساتھیوں اور مددگاروں کے نام بتا دیے تو ممکن ہے کہ تم ایک اذیت ناک موت سے بچ جاؤ ــــــ میں تمہیں اُس سوال کا جواب دے سکتا ہوں جو تم عمارہ سے پوچھنے آئی تھیں۔ ابوالحسن آزاد ہو گیا ہے ــــــ ابوعامر، جس کی وفاداری تم نے خرید لی تھی، وہ

اپنی مہم میں مکمل طور پر کامیاب ہو چکا ہے اور اب تم سے یہ معلوم کرنا میرا یا ڈان لوئی کا مسئلہ نہیں بلکہ اسپین کی حکومت اور کلیسا کا ایک اہم فرض ہے کہ اس سازش کے سرغنہ کون تھے ــــــ اور اگر تم نے سیدھی طرح بات نہ کی اور ڈان لوئی کے سوالات کا تسلی بخش جواب نہ دیا تو وہ تمہیں انکوی زیشن کے ایسے اذیت خانوں میں بھیج سکتا ہے جہاں آہنی عزائم کے انسان بھی اپنے دل میں کوئی راز نہیں چھپا سکتے ــــــ میں یہ مشورہ اس لیے دے رہا ہوں کہ مصعب میرا دوست ہے اور میں اسے مکمل تباہی سے بچانا چاہتا ہوں۔"

سعاد چند ثانیے سر جھکائے کھڑی رہی۔ پھر اس نے حارث کی طرف دیکھا تو اس کے چہرے پر ملال کی بجائے امید کی روشنی تھی اور آنکھوں میں ایک غیر معمولی چمک۔ وہ کہہ رہی تھی "میرے خالو جانتے ہیں کہ تم کس قسم کے دوست ہو ــــــ ہم صرف تمہارے مزید شر سے بچنے کے لیے خاموش تھے ــــــ لیکن ہر راستے کی ایک آخری منزل ہوتی ہے ــــــ اگر ابوالحسن زندہ ہے اور وہ آزاد ہو چکا ہے تو میں تمہیں بھی ایک راز بتا سکتی ہوں اور وہ یہ ہے کہ ــــــ اس کی تلوار لمحہ بہ لمحہ تمہاری شاہرگ کے قریب پہنچ رہی ہے۔ اس وقت تم میرے وار سے تو بچ گئے ہو لیکن اس کی ضرب سے کبھی جانبر نہ ہو سکو گے۔"

حارث نے ایک کھوکھلا قہقہہ بلند کرتے ہوئے کہا "وہ سمندر پار جا چکا ہے۔ وہ ترکوں کی پناہ میں ہے اور شاید اب وہ تمہارا نام بھی بھول چکا ہوگا۔ آج کے بعد تمہیں صرف اپنے خاندان کے مستقبل کی فکر کرنی چاہیے ــــــ"

"میں اللہ کے سوا کسی سے مدد نہیں مانگوں گی۔"

حارث اپنے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہوا "تم میں سے کوئی باہر جا کر

سواروں کو میری طرف سے یہ حکم دے کہ وہ اس مکان کے سامنے جمع ہوجائیں اور تمہارے گھوڑے بھی لے آئیں۔ گاؤں کے لوگوں کو اس طرف نہ آنے دیں۔ ایک گھوڑے پر اس لڑکی کو بٹھا کر قلعے میں لے چلو! میرا زخم معمولی ہے، کسی سے اس کا ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ——— اگر اس لڑکی کو یہ معلوم ہوتا کہ قلعے کے اندر اسے کیا پیش آنے والا ہے تو اس کی گفتگو کا انداز یقیناً اس سے مختلف ہوتا۔

○

ابو یعقوب نے گاؤں کی سب سے آخری گلی میں پہنچنے کے دروازے پر دستک دی تو اس کی بیوی نے دروازہ کھول کر کہا "وہ باہر گئے ہیں، ابھی آجائیں گے ——— خیریت تو ہے نا؟ تم بہت پریشان دکھائی دیتے ہو؟"

ابو یعقوب نے جواب دینے کی بجائے صحن میں داخل ہو کر گھوڑے کو ایک طرف باندھ دیا اور کہا "وہ آئیں تو انھیں مسجد میں بھیج دیجیے۔ میں وہاں انتظار کروں گا۔"

"تم یہاں کیوں نہیں بیٹھ جاتے؟"

"مجھے ایک بہت ضروری کام ہے۔"

"ابو یعقوب! تم نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا۔ تم بہت پریشان معلوم ہوتے ہو؟"

"میری بہن! میں واپس آکر آپ کے ہر سوال کا جواب دے سکوں گا۔ ممکن ہے کہ مجھے کسی کام میں آپ کی مدد کی ضرورت بھی پڑ جائے۔"

ابو یعقوب یہ کہہ کر باہر نکل گیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ مسجد میں داخل ہوا جس کے صحن سے وہ گاؤں کی پہلی دو گلیاں اور باہر کے باغ اور اس راستے کا کچھ حصہ دیکھ سکتا تھا جو شمال سے جنوب کی طرف جاتا تھا۔

ابو عامر کے گھر کا دروازہ بند تھا اور گلی میں اسے کوئی بات تشویش ناک نظر نہ آئی، مگر اس نے باغ کی طرف دیکھا تو اسے درختوں کی اوٹ میں چند گھوڑے دکھائی دیے۔ وہ صحن سے نکل کر سڑک کے دوسرے کنارے درختوں کی آڑ لیتا ہوا مسجد کی دائیں طرف بڑھا تو اس نے دیکھا کہ چند آدمی گھوڑوں کی لگامیں تھامے کھڑے تھے اور ان کے پیچھے آٹھ دس سوار باغ میں پھیلے ہوئے تھے ——— پھر اچانک اسے باغ کے سامنے سے گزرنے والے راستے پر سعاد دکھائی دی اور اس کا دل بیٹھ گیا۔

○

سعاد ادھر اُدھر دیکھے بغیر کونے کے مکان کی طرف چلی گئی۔ ابو یعقوب بھاگ کر واپس مسجد کے قریب پہنچا تو سعاد عمارہ کے گھر میں داخل ہو رہی تھی۔ پھر وہ بے بسی کی حالت میں مسجد کے صحن میں کھڑا سعاد کی واپسی کا انتظار کر رہا تھا۔ وہ فطرتاً نڈر تھا، لیکن زندگی میں پہلی بار یہ محسوس کر رہا تھا کہ اس کی ذہنی اور جسمانی قوتیں جواب دے چکی ہیں۔ کبھی کبھی اسے انتظار کے لمحات انتہائی صبر آزما محسوس ہوتے اور اس کے جی میں آتا کہ وہ بھاگ کر مکان کے اندر داخل ہو جائے، لیکن مصلحتیں اس کی بے چینی پر غالب آجاتیں۔

بالآخر سوار باغ سے نکل کر ابو عامر کے گھر کے سامنے جمع ہونے لگے۔ سعاد، حارث اور اُس کے ساتھی مکان سے نکلے۔ ملازم ایک سفید

گھوڑا دروازے پر لے آئے اور حارث اس کی پیٹھ پر بیٹھ گیا۔ دوسرا گھوڑا سعاد کے سامنے پیش کیا گیا اور وہ کچھ دیر اِدھر اُدھر دیکھنے کے بعد اس پر سوار ہو گئی۔

اس عرصے میں ابو یعقوب کے دل میں بارہا یہ خیال آیا کہ وہ بھاگ کر اپنا خنجر حارث کے سینے میں گھونپ دے، مگر اس خیال نے اس کے پاؤں جکڑ دیے تھے کہ وہ ایک دیوانے کی طرح جان تو دے سکتا ہے، لیکن سعاد کی کوئی مدد نہیں کر سکتا اور ——— جب یہ چھوٹا سا قافلہ روانہ ہوا تو ابو یعقوب کی آنکھوں سے آنسو ٹپک رہے تھے

وہ راستے سے کچھ دُور ہٹ کر کھیتوں میں سے ان کے پیچھے پیچھے چلتا رہا، پھر جب وہ سڑک سے قلعے کی طرف جانے والے راستے کی طرف مڑے تو رک گیا ——— کچھ دیر ایک درخت کے پیچھے کھڑا رہا اور جب وہ قلعے کے اندر داخل ہو گئے تو اس نے سوچا کہ وہ جلدی سے پیدل چل کر اپنے قلعے میں مصعب کو خبردار کرے، لیکن پھر اسے خیال آیا کہ کیوں نہ وہ گاؤں سے اپنا گھوڑا لے لے تاکہ جلدی سے گھر پہنچ جائے۔ چنانچہ وہ واپس گاؤں کی طرف بھاگنے لگا۔

لیکن ——— اچانک اسے اپنے عقب میں گھوڑوں کی ٹاپ سُنائی دی تو اُس نے مُڑ کر دیکھا ——— حارث کے قلعے کی سمت خیموں کی اوٹ سے پندرہ بیس سرپٹ سوار نمودار ہوئے اور گرد کے بادل اُڑاتے ہوئے اس پہاڑی کی طرف نکل گئے جس کے عقب میں مصعب کی قیام گاہ تھی۔

ابو یعقوب کچھ دیر بے حس و حرکت کھڑا رہا اور پھر اچانک ایک نئی امید اور ولولے کے ساتھ گاؤں کی طرف چل دیا ——— ہر قدم پر اُس کی رفتار تیز سے تیز تر ہو رہی تھی۔ یہاں تک کہ وہ بھاگنے لگا۔

"میرے اللہ!" وہ بلند آواز سے بار بار یہ الفاظ دہرا رہا تھا "مجھے ہمت دے کہ میں ان کی مدد کر سکوں ——— سعاد اور اس کی خالہ کی عزت و ناموس کی خاطر اپنی جان قربان کر سکوں! میرے اللہ! تو رحیم ہے! تو جبار ہے!!! میں اُن بے بس انسانوں کے لیے تیرے کرم اور تیری پناہ کا طلبگار ہوں جن کے لیے ظالموں نے عزت کی زندگی کے سارے راستے بند کر دیے ہیں۔ میرے اللہ! سعاد کو مرتے وقت بھی یہ امید ہو گی کہ ابوالحسن واپس آئے گا ——— اگر تیرا کرم ہو تو اس کی امیدیں پوری ہو سکتی ہیں۔ میرے اللہ! وہ بے بس خاتون کسی معجزے کی امید پر زندہ تھی اور مرنے سے پہلے میں وہ معجزہ دیکھنا چاہتا ہوں ——— غفور الرحیم! ان پر رحم فرما!!!"

○

سعاد ننگے سر چار مسلح پہرے داروں کے درمیان، ڈان لوئی کے سامنے کھڑی تھی۔ حارث اور نصرانی فوج کا ایک افسر اُس کے دائیں بائیں بیٹھے ہوئے تھے ——— کمرے کے دروازے پر دو سپاہی نیزے تانے کھڑے تھے۔

ڈان لوئی کچھ دیر سعاد کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر اس نے کہا "یہ عجیب اتفاق ہے کہ تمہارا شوہر بھی اسی کمرے میں میرے سامنے پیش ہوا تھا!"

پھر وہ حارث سے مخاطب ہوا "حارث! تم نے اسے مصعب اور اُس

کی بیوی کے متعلق بتادیا ہے؟"

"جی ہاں! میں نے اسے سب کچھ بتادیا ہے اور یہ بھی سمجھا دیا ہے کہ اب اسے آپ کے سامنے غلط بیانی سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔"

ڈان لوئی نے سعاد کی طرف متوجہ ہوکر کہا "ابوالحسن کی جان صرف اس لیے بچ گئی تھی کہ وہ میرے سامنے سچ بولتا تھا ـــــ مجھے ایک بہادر اور خوب صورت نوجوان کی موت پسند نہ تھی! میں تمھاری ہلاکت بھی پسند نہیں کروں گا ـــــ تم بہت خوب صورت ہو اور تمھیں ضرور زندہ رہنا چاہیے! اگر تم مجھے یہ بتادو کہ ابوعامر کے علاوہ اس علاقے میں ابوالحسن کے مددگار اور کون کون لوگ ہیں اور وہ کہاں چھپے ہوئے ہیں تو میں تمھاری جان بچانے کی ذمہ داری لیتا ہوں ـــــ

تمھارے شوہر کی جان بچانا تو میرے بس کی بات نہیں، لیکن اگر تم میرے ساتھ تعاون کرو تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمھیں نئی دنیا بھیج دیا جائے گا اور وہاں تمھیں کوئی ایسا آدمی مل جائے گا جس کی رفاقت میں تم ابوالحسن کو بھول جاؤ گی۔ مصعب اور اس کی بیوی کی موت کے بعد اب یہاں تمھارا کوئی اور نہیں ـــــ

اگر تم نے مجرموں کو پکڑوانے میں ہمارے ساتھ تعاون نہ کیا تو میں تمھیں غرناطہ میں انکوی زیشن کے سپرد کردوں گا ـــــ تمھارے خاوند کے متعلق مجھے یقین نہیں کہ وہ فرار ہونے کے بعد دوبارہ اندلس کی زمین پر قدم رکھنے کی کوشش کرے گا، لیکن اگر بالفرض وہ البفجارہ تک پہنچ ہی گیا تو انکوی زیشن کے اذیت خانوں میں تم اسے نہیں دیکھ سکو گی۔

میرا ایک ملازم کچھ عرصہ انکوی زیشن کے اذیت خانے میں کام کرچکا ہے ـــــ میں تمھیں کچھ وقت کے لیے اس کے سپرد کردوں گا اور پھر تم یہ اندازہ

کرسکو گی کہ غرناطہ کے انکوی زیشن کے اذیت خانے میں تمھارا کیا حشر ہوگا ـــــ مجھے افسوس ہے کہ مصعب اور اس کی بیوی زندہ ہمارے ہاتھ نہیں آئے ورنہ ہم ایک ساعت کے اندر اندر ان سے کئی راز اگلوا لیتے اور اب تک سینکڑوں آدمی گرفتار ہوچکے ہوتے ـــــ

ویسے بھی اب کسی مسلمان کو قید یا قتل کرنے کے لیے اس پر کوئی جرم ثابت کرنے کی ضرورت نہیں۔ حکومت اور کلیسا کو کسی کے خلاف حرکت میں لانے کے لیے یہی کہہ دینا کافی ہے کہ وہ مسلمان ہے لیکن میں یہ نہیں چاہتا کہ میرے غلاموں کو آزاد کروانے کی سازش میں حصہ لینے والوں کے ساتھ کسی بے گناہ کو بھی پکڑ لیا جائے ـــــ

تمھارے لیے اب زندہ رہنے اور امن سے باقی زندگی بسر کرنے کی بہترین صورت یہ ہے کہ تم عیسائی ہوجاؤ ـــــ اور حکومت اور کلیسا کے خلاف ہر سازش کا انکشاف کردو، پھر تم غلامی کی اذیتوں سے بچ جاؤ گی اور میں یہ کوشش کروں گا کہ کوئی اچھا نوجوان تم سے شادی بھی کرلے۔"

سعاد کا سارا وجود غصے کی شدت سے لرز رہا تھا، لیکن اس کے ہونٹ بھینچے ہوئے تھے اور وہ ڈان لوئی کی بجائے چھت کی طرف دیکھ رہی تھی ـــــ

"حارث! اسے سمجھاؤ!" ڈان لوئی نے اس کی طرف متوجہ ہوکر کہا۔

حارث کچھ سوچ کر سعاد سے مخاطب ہوا "بیٹی! مجھے مصعب اور تمھاری خالہ کی موت کا بہت افسوس ہے، لیکن یہ ان کی غلطی تھی ـــــ فوج کے آدمی ان کے گھر کی تلاشی لینے گئے تھے، لیکن نوکروں نے مزاحمت کی جس سے تین آدمی ہمارے بھی مارے گئے تھے اور پانچ زخمی ہوئے ـــــ ایک

سپاہی مصعب کے ہاتھوں قتل ہوا اور دو زخمی ہوئے تھے ـــــ ایک سپاہی
کو مصعب کی بیوی نے طینچے سے ہلاک کر دیا تھا۔ اس حماقت کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس
وقت تمھارا قلعہ اور اس کے قریب بستی کے کئی مکان جل رہے ہیں۔"

ڈان لوئی نے پھر کہا "اس لڑکی کو خدا کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ لڑائی کے
وقت یہ ان احمقوں کے ساتھ نہیں تھی، ورنہ اشتعال کی حالت میں وہ اسے
صرف زخمی یا گرفتار کرنے پر اکتفا نہ کرتے۔"

سعاد نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا "میں اس بات پر خدا کا شکر
کرتی ہوں کہ میری خالہ اور خالو نے غلامی اور ذلت کی زندگی پر شہادت کی موت
کو ترجیح دی ہے ـــــ تمھیں اس بات پر فخر نہیں کرنا چاہیے کہ ہم مغلوب
ہو چکے ہیں ـــــ تم نے ہم پر فتح حاصل نہیں کی ـــــ ہماری شکست
ان غداروں کی مسلسل کوششوں کا نتیجہ ہے جو ہمارے ملی حصار میں صدیوں
سے شگاف ڈال رہے تھے۔ ابو عبداللہ اور ابو القاسم جنھوں نے تمھارے
لیے غرناطہ کے دروازے کھولے تھے، اُن ملت فروشوں کے طویل سلسلے
کی آخری کڑیاں تھے جن کے باعث ہماری عظیم سلطنت بتدریج ختم ہوئی۔

اور تمھیں یہ بتلانے کی بھی ضرورت نہیں تھی کہ ہماری زندگی کی اب کوئی
قیمت نہیں ـــــ میں جانتی ہوں کہ ہمارا اندلس جس کے ایک ایک ذرے
پر ہماری عظمت رفتہ کی داستانیں لکھی ہوئی ہیں، اب ایسا جنگل بن چکا ہے،
جہاں ہمیں عام جانوروں کی حیثیت سے بھی زندہ رہنے کا حق نہیں دیا جائے گا۔
میں تمھارے مظالم سے نہیں ڈرتی۔ مجھے اپنی موت کا کوئی غم نہیں ہوگا
ـــــ لیکن کاش! مستقبل کے ادوار میں ہمارے خون کی ندیاں، ہمارے
آنسوؤں کے دریا اور ہماری جلی ہوئی بستیوں کی راکھ ہمارے ماضی کے غداروں

کے گناہوں کا کفارہ ہو سکتے۔"

ڈان لوئی نے کہا "لیکن ہم تمھیں زندہ رکھیں گے اور وہ زندگی ایسی ہوگی
کہ تم ہر آن موت کی تمنا کرو گی ـــــ مجھے یقین ہے کہ جب تمھیں دوسری بار
ہمارے سامنے پیش کیا جائے گا تو تمھارے خیالات مختلف ہوں گے۔ میں
تمھیں انکوی زیشن کے جلادوں کے سپرد کرنے سے پہلے یہ پوچھنا چاہتا ہوں
ـــــ کیا اس وقت بھی تمھاری یہ خواہش نہیں کہ تم ابو الحسن کے لیے زندہ
رہو؟ ـــــ اگر وہ میرے سامنے پیش ہو کر اپنے جرم کا اعتراف کر لے
تو ممکن ہے کہ میں اسے بھی تمھارے ساتھ نئی دنیا بھیج دوں ـــــ میں یہ
اس لیے نہیں کہہ رہا کہ اندلس میں ہمارے لیے غلاموں کا قحط پڑ گیا ہے ـــــ
مجھے تو صرف اس خیال سے تکلیف ہوتی ہے کہ ایک خوب صورت لڑکی آگ میں
جلا دی جائے گی ـــــ"

سعاد نے جواب دیا "ڈان لوئی! مجھے یقین ہے کہ میں اور میرا شوہر،
ایک دوسرے کو تمھارے غلاموں کی حیثیت سے نہیں دیکھیں گے ـــــ
اور نہ آگ کے شعلوں میں تمھارے راہب میری چیخیں کبھی سن سکیں گے ـــــ"

سعاد نے اپنی آواز بلند کرتے ہوئے کہا ـــــ "تمھاری دھمکیاں یا
موت کا خوف اللہ پر میرا ایمان متزلزل نہیں کر سکتا ـــــ تم مجھ سے یہ اطمینان
نہیں چھین سکتے کہ ابو الحسن آزاد ہو چکا ہے۔"

ڈان لوئی نے غور سے سعاد کی طرف دیکھا تو اس کے چہرے پر اُمید کی
روشنی اور آنکھوں میں ایک غیر معمولی چمک سے مرعوب ہو کر رہ گیا۔

"اِس کو لے جاؤ!" اس نے کہا۔

جب پہرے دار سعاد کو لے کر کمرے سے نکل گئے تو اس نے حارث

سے کہا " اس لڑکی کے متعلق تمھارے آدمیوں کو بہت محتاط رہنا چاہیے۔ ابھی الفجارہ کے کئی علاقوں میں بغاوت فرو نہیں ہوئی اور سپہ سالار اس جگہ بھی اپنے سپاہی بھیجنے سے جھجکتا تھا۔"

حارث نے جواب دیا " جناب! اس علاقے میں کوئی سر نہیں اٹھائے گا۔ آپ مطمئن رہیں۔"

ڈان لوئی نے برہم ہو کر کہا " بے وقوف! میں تمھیں صرف یہ بتا رہا ہوں کہ اگر یہ لڑکی کسی کی غفلت یا سازش کے باعث یہاں سے نکل گئی تو اس علاقے میں بھی آگ بھڑک اُٹھے گی ——— میں ان لوگوں سے بہت ڈرتا ہوں جو موت سے نہیں ڈرتے۔"

حارث نے کہا " جناب! ابھی تک اسے یہ خوش فہمی ہے کہ آپ اسے کچھ نہیں کہیں گے، لیکن وہ اتنی نازک ہے کہ معمولی اذیت بھی برداشت نہیں کر سکے گی۔"

ڈان لوئی نے کہا " اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ تم کسی دقت کے بغیر لڑکی کو گرفتار کر لو گے اور مجھے اتنی آسانی سے سازش کے متعلق معلومات حاصل ہو سکیں گی تو میں سپہ سالار سے مدد لے کر یہاں نہ آتا ——— وہ قلعہ اب حکومت کی ملکیت تھا اور جن سپاہیوں نے اسے آگ لگائی ہے، میں انھیں سخت سزا دلواؤں گا۔"

حارث نے جھجکتے ہوئے کہا " جناب! اگر انھیں لوگوں کے سامنے سزا دی جائے تو عوام پر اس کا بہت اچھا اثر پڑے گا۔ میں نے چند با اثر آدمیوں کو بھیج دیا ہے کہ وہ لوگوں کا جوش ٹھنڈا کریں اور جن لوگوں کے گھر جل گئے ہیں، انھیں یہ سمجھائیں کہ اُن پر یہ مصیبت مصعب کی وجہ سے آئی ہے۔"

" تمھیں اس بات کا کوئی خطرہ تو نہیں کہ وہ اس قلعے پر حملہ کر دیں گے؟"

" جناب! جب بغاوت زوروں پر تھی اور پہاڑوں پر دُور دور تک آگ کے شعلے دکھائی دیتے تھے تو بھی مجھے اس علاقے میں کسی بدامنی کا شبہ نہیں تھا۔ آپ کو یہاں سپاہیوں کے لانے کی ضرورت نہ تھی ——— اس علاقے میں غرناطہ سے آنے والوں کی تعداد کافی ہے اور جن لوگوں سے کسی مزاحمت کا خدشہ ہو سکتا تھا، وہ افریقہ جا چکے ہیں۔ باقی سب زندہ رہنا چاہتے ہیں اور جب کبھی مقامی لوگوں سے سرکشی کا کوئی خدشہ ہوتا ہے تو وہ ان کا جوش ٹھنڈا کر دیتے ہیں، لیکن...!"

"لیکن کیا؟"

" جناب! میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ لوگ اس لڑکی کی بہت عزت کرتے ہیں اور یہ خبر دُور دُور تک پھیلی ہوئی ہے کہ اس کا شوہر شادی کے دن گرفتار ہو گیا تھا ——— میرا مطلب یہ نہیں کہ لوگ اس کی وجہ سے مشتعل ہو جائیں گے، آپ کی موجودگی میں کسی کے مشتعل ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، مگر مجھے چونکہ اس کے بعد بھی یہاں رہنا پڑے گا، اس لیے اس پر یہاں کوئی سختی نہیں ہونی چاہیے۔ میرا خیال ہے کہ اسے نرمی سے سمجھا کر اصطباغ لینے پر آمادہ کیا جا سکتا ہے ——— ایک ایسی لڑکی جس کا کوئی سہارا نہ ہو، زیادہ عرصہ اپنی ضد پر قائم نہیں رہ سکتی ——— میں اپنی بیوی اور بیٹی سے کہوں گا کہ وہ اسے سمجھانے کی کوشش کریں۔"

ڈان لوئی نے کہا " جب تم یہ کہتے ہو کہ اس کا کوئی سہارا نہیں تو تم یہ بھول جاتے ہو کہ ابوالحسن آزاد ہو چکا ہے۔ میں اپنے ساتھ زیادہ فوج اس لیے نہیں لایا کہ یہ جگہ سمندر سے دُور ہے ——— ورنہ میں رات کے وقت آرام کی نیند نہ سو سکتا ——— اس لڑکی کو تہہ خانے کی بجائے کسی کمرے میں بند کرو

اور اسے یہ بتاؤ کہ تم نے اس کے آرام کا خاص خیال رکھنے کا حکم دیا ہے — اپنی بیوی اور بیٹی سے کہو کہ وہ اسے عیسائی بن جانے کے فوائد سمجھائیں اور میں خود بھی اس سے علیحدگی میں بات کروں گا۔"

سعاد کے سپنوں کی تعبیر

ایک ساعت رات گزر چکی تھی اور مصعب کی قیام گاہ میں آگ کے شعلے ابھی تک بلند ہو رہے تھے — قلعے سے باہر بستی کے بعض گھروں میں بھی آگ لگی ہوئی تھی —

ابوالحسن اپنے دل میں ہر لحظہ بڑھتے ہوئے درد کی ٹیسیں محسوس کرتا ہوا کھلے دروازے سے صحن میں داخل ہوا — اسے دس پندرہ انسانوں کی لاشیں دکھائی دیں جنھیں قتل کرنے والے بری طرح مسخ کر گئے تھے — قلعے کے بعض کمروں سے بھی جلتی ہوئی لاشوں کی بو آ رہی تھی۔

ابوالحسن چند ثانیے ساکت و جامد کھڑا رہا۔ بالآخر وہ چلایا "سعاد! سعاد!! سعاد!!!" اور پھر وہ ہمت جس کی بدولت اس نے برسوں اسیری اور غلامی کی صعوبتیں برداشت کی تھیں، یکایک جواب دے گئی اور اس نے سسکیاں لیتے ہوئے کہا "میرے اللہ! میں اپنی موت سے پہلے سعاد کے متعلق جاننا چاہتا ہوں۔ اگر وہ سب شہید ہو چکے ہیں تو مجھے یہ غم بھی برداشت کرنے کی ہمت دے — اگر سعاد زندہ ہے اور نصرانیوں کی قید میں ہے تو مجھے طاقت دے کہ میں اس کے قید خانے کا دروازہ توڑ سکوں — اور اس پر ظلم کرنے

والوں سے انتقام لے سکوں۔"

اور پھر وہ اپنے دل کو تسلیاں دے رہا تھا ——— نہیں! نہیں!! سعاد ——— یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ آگ کے یہ شعلے مجھے اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں کر سکتے ——— مجھے قید سے نکالنے والا تمھیں بھی موت کے مُنہ سے بچا سکتا ہے ——— سعاد! میں ابوالحسن ہوں ——— میں آگیا ہوں..."

اس ماحول میں ابوالحسن کو اپنی آواز بھی اجنبی محسوس ہو رہی تھی۔



باہر ایک گھوڑے کی ٹاپ سُنائی دی اور پھر ایک سوار صحن میں داخل ہوا۔ اس نے آگ کی روشنی میں ابوالحسن کو دیکھ کر گھوڑا روکا ——— ابوالحسن کی مدافعانہ قوت بیدار ہو چکی تھی۔ اس نے اپنی تلوار کھینچ لی۔

سوار گھوڑے سے کود کر چلایا "ابوالحسن! میں ابو یعقوب ہوں"۔ اور بھاگ کر بے اختیار اس سے لپٹ گیا۔

وہ ایک بچے کی طرح رو رہا تھا "ابوالحسن! ابوالحسن!! سعاد کو یہ یقین تھا کہ آپ ضرور آئیں گے ——— وہ ابوعامر کے گھر اسی یقین کے ساتھ گئی تھی ...."

ابوالحسن چلایا "خدا کے لیے مجھے پہلے یہ بتاؤ کہ وہ زندہ ہے یا نہیں؟"

"وہ زندہ ہے ———"

"وہ کہاں ہے؟"

"وہ حارث کے قلعے میں ہے۔ وہ اسے ابوعامر کے گھر سے گرفتار کر کے قلعے میں لے گئے تھے ——— میں نے اپنی آنکھوں سے اُسے اندر جاتے دیکھا

تھا ———

"وہ ابوعامر کے گھر گئی تھی؟"

"ہاں! حارث کی کوئی جاسوسہ یہ پیغام لائی تھی کہ ابوعامر کی بیوی اپنے گھر پہنچ چکی ہے اور وہ کوئی خوش خبری دینا چاہتی ہے سعاد! ——— ان کے گاؤں میں اس یقین کے ساتھ گئی تھی کہ آپ وہاں موجود ہوں گے۔"

ابوالحسن نے پوچھا "سعاد کی خالہ اور خالو بھی قید میں ہیں؟"

"وہ قتل ہو چکے ہیں۔ جو نوکر جانیں بچا کر بھاگ گئے تھے، انھوں نے بتایا ہے کہ ظالموں نے انھیں قتل کر کے آگ کے بھڑکتے ہوئے شعلوں میں پھینک دیا تھا ——— میں اگر کوشش کرتا تو بھی وقت پر یہاں نہیں پہنچ سکتا تھا ——— اور اپنی جان دے کر بھی ان کی کوئی مدد نہیں کر سکتا تھا ——— میں نے بہتر یہی سمجھا کہ علاقے کے لوگوں کو سعاد کی گرفتاری کی اطلاع دے دوں ———

میری کوشش کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ چند سرکردہ آدمی، جن میں سے تین مقامی سرداروں کے بیٹے ہیں، لوگوں کو جمع کرنے میں مصروف ہیں ——— حارث کے چند جاسوس بھی لوگوں کو امن کی تلقین کرنے کے لیے نکلے تھے لیکن لوگوں نے انھیں مار بھگایا ہے ——— دو غدار قتل بھی ہو چکے ہیں ——— رضا کار اس قلعے کے قریب پہاڑی کے قریب جمع ہو رہے ہیں ——— لیکن ابھی یہ فیصلہ نہیں ہوا کہ حملہ کب اور کس طرح کیا جائے ——— انھیں کسی رہنمائی کی ضرورت ہے ——— اس گاؤں کے لوگ خوف سے آس پاس چھپے ہوئے ہیں ——— میں اُنھیں بلانے کے بہانے اس طرف آیا تھا اور میرا دل گواہی دیتا تھا کہ آپ آ چکے ہوں گے۔ سعاد کے خواب کبھی غلط نہیں

ہو سکتے ——— میں پہلے بھی ایک مرتبہ اس جگہ جھانک کر گیا تھا۔"

"ابوالحسن!" قلعے کے دروازے کی طرف سے کسی نے آواز دی۔

"عثمان! میں یہاں ہوں۔" ابوالحسن نے جواب دیا۔

عثمان نے نمودار ہوتے ہی کہا ——— "آپ یہاں کیا کر رہے ہیں! اتنی دیر لگا دی ہمارے ساتھی بہت پریشان ہو رہے ہیں ——— ان کا کوئی پتہ چلا؟"

"ہاں! سعاد دوسرے قلعے میں قید ہے ——— انشاء اللہ صبح سے پہلے ہم اپنی مہم سے فارغ ہو جائیں گے ——— لیکن ہم دیر سے پہنچے ہیں، مصعب اور اس کی بیوی اس آگ میں بھسم ہو چکے ہیں ——— تم صحن میں بکھری ہوئی لاشوں سے ان کی وحشت کا اندازہ لگا سکتے ہو۔"

ابو یعقوب نے کہا "قلعے پر حملہ کرنے سے پہلے ہمیں ان سپاہیوں سے نبٹنا پڑے گا جو باہر پڑاؤ ڈالے ہوئے ہیں۔"

ابوالحسن نے کہا "لیکن ہماری اطلاع یہ تھی کہ ابھی فوج اس علاقے میں نہیں آئی۔"

"میں نے بھی آج ہی قلعے سے باہر اُن کے خیمے دیکھے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ گزشتہ رات ہی کسی وقت یہاں پہنچے ہیں۔"

"ان کی تعداد کیا ہوگی؟"

"یہی کوئی سو کے لگ بھگ ہوں گے اور جو گھوڑے باہر بندھے ہوئے تھے ان کی تعداد تقریباً بیس پچیس ہوگی۔"

"اور قلعے کے اندر؟"

ابو یعقوب نے جواب دیا "قلعے کے اندر حارث کے پچاس ساٹھ ملازم ہیں جس میں بعض سوار ہیں باقی گھریلو ملازم، جن میں سے بعض مسلح ہوتے ہیں

آپ کو کوئی ایسی تدبیر کرنی پڑے گی کہ پڑاؤ اور قلعے پر بیک وقت قبضہ کر لیا جائے ورنہ چند گھنٹوں کے اندر اندر انھیں سینکڑوں سپاہیوں کی کمک مل جائے گی۔"

ابوالحسن نے کہا "تم ہمیں علاقے کے رضا کاروں کے پاس لے چلو، پھر یہ سوچنا ہمارا کام ہوگا کہ ہمیں کیا کرنا ہے۔ انشاء اللہ! یہ حارث کی زندگی کی آخری رات ہوگی۔ ہمارے ساتھ چالیس آدمی ایسے ہیں جن کے سینے میں برسوں سے انتقام کی آگ سلگ رہی ہے

——— ان میں وہ غلام بھی ہیں جنھیں ڈان لوئی نئی دُنیا بھیج رہا تھا اور وہ مورسکو بھی ہیں جن کے اسلاف کی کئی نسلوں نے کلیسا کے مظالم برداشت کیے ہیں اور یہ لوگ دشمن سے لڑتے ہوئے یہ محسوس نہیں کریں گے کہ وہ خود کشی کر رہے ہیں بلکہ انھیں یہ اطمینان ہوگا کہ وہ تنہا نہیں ہیں

پھر جب وہ لڑائی سے فارغ ہو کر ساحل کا رُخ کریں گے تو وہاں ہمارے جہاز موجود ہوں گے اور یہی پیغام میں مقامی رضا کاروں کو دینا چاہتا ہوں کہ جب تک یہاں سے ان کا آخری آدمی نکال نہیں لیا جاتا، ہمارے جنگی جہاز ساحل پر موجود رہیں گے ——— اور ساحل تک پہنچنے کے لیے بھی ہمیں راستے میں کوئی خطرہ نہیں ہوگا۔ ہمارے بقیہ ساتھی ہماری واپسی کے راستے کی حفاظت کے لیے جگہ جگہ موجود ہوں گے۔"

ابو یعقوب نے پُر اُمید ہو کر کہا "اگر یہ بات ہے تو علاقے کا ہر رضا کار آپ کے اشارے پر جان دینے کے لیے تیار ہوگا ——— چلیے!"



حارث ڈان لوئی کے کمرے میں داخل ہوا۔ اُس کی آنکھیں نیند سے

بوجھل تھیں ـــــــ ڈان لوئی کے سامنے ایک تپائی پر شراب کی صراحی کے
ساتھ ایک خالی جام پڑا ہوا تھا اور ایک بھرا ہوا جام اس نے ہونٹوں سے لگا
رکھا تھا۔

"جناب! آپ نے مجھے یاد فرمایا ہے؟"

ڈان لوئی نے خالی جام بھر کر دُوسرے ہاتھ سے اُٹھایا اور حارث کی
طرف بڑھاتے ہوئے کہا "لو! اسے میرے سامنے بیٹھ کر اطمینان سے پیو!"
حارث نے کہا "جناب! میں اس گستاخی کی جرأت نہیں کر سکتا ـــــ"

"کیسی گُستاخی؟ ایک وفادار دوست کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ میرے
ساتھ بیٹھ کر پیئے۔"

"اس عزت افزائی کا شکریہ، لیکن میں ایک دو گھونٹ سے زیادہ نہیں
پیا کرتا۔ آج شام میں نے اپنی ضرورت سے زیادہ پی تھی"

"اس ایک پیالے سے تمھیں کچھ نہیں ہوگا۔ بیٹھ جاؤ!"

حارث نے مؤدبانہ بیٹھ کر پیالہ مُنہ سے لگالیا۔

ڈان لوئی کچھ دیر بغور اس کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر اس نے کہا "حارث!
تمھیں معلوم ہے کہ میں تمھیں بدترین سزا دینے کی نیت سے یہاں آیا تھا، لیکن
تم ہوشیار بھی ہو اور خوش قسمت بھی۔ اگر وہ لڑکی ابوعامر کے گھر جاکر خود ہی ہر جُرم
کا ثبوت مہیا نہ کر دیتی اور تمھارے متعلق ہمارے شبہات دور نہ ہو جاتے تو
اس وقت تم قلعے کے دروازے سے باہر کسی درخت کے ساتھ لٹک رہے
ہوتے ـــــ"

حارث نے لرزتے ہوئے ہاتھ سے پیالہ تپائی پر رکھتے ہوئے کہا
"جناب! خدا مجھے بچانا چاہتا تھا اس لیے میرے ذہن میں ایک تدبیر آگئی

ورنہ میں آپ کی غلط فہمی کبھی دُور نہ کر سکتا۔"

"باہر سے کوئی اطلاع آئی ہے؟"

"جناب! باہر بالکل امن ہے، ورنہ یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ میں سو جاتا۔
اس علاقے کے لوگوں کی امن پسندی کا اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہو سکتا ہے
کہ مصعب اور اس کی بیوی کو قتل کر دیا جاتا ہے، ان کا گھر جلا دیا جاتا ہے اور
کسی کی آواز تک سنائی نہیں دیتی ـــــ جناب! میں نے تو ان ایام میں
بھی کوئی خطرہ محسوس نہیں کیا تھا جب دوسرے علاقوں میں آگ لگی ہوئی تھی۔"
ڈان لوئی نے کہا "میں بھی سونے لگا تھا لیکن پچھلے دنوں کچھ ایسے
واقعات پیش آئے ہیں کہ میری خود اعتمادی کو بہت ٹھیس لگی ہے ـــــ
مجھے یقین ہے کہ ابوالحسن کی وجہ سے میرے قلعے پر حملہ ہوا تھا ـــــ اب
میں یہ سوچتا ہوں کہ یہاں اس کی بیوی میری قید میں ہے۔ فرق صرف یہ ہے
کہ ہم سمندر سے دور ہیں اور ترکوں کے جہاز ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے، لیکن
اس کے باوجود میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ مجھے یہاں آرام کی نیند نصیب نہیں
ہوگی

ـــــ سپہ سالار بھی یہ تسلیم کرتا تھا کہ اس علاقے میں بدامنی کا کوئی خطرہ نہیں
اور شاید اسی لیے وہ اس بات سے خوش نہیں تھا کہ میں راستے کی چوکی سے
سپاہی لے کر یہاں آؤں ـــــ اسے اندیشہ تھا کہ لوگ اس بات
سے مشتعل ہو جائیں گے اور اب، تو ایسے واقعات ہو بھی چکے ہیں جن پر انھیں
اشتعال آسکتا ہے۔ اس لیے میرا ارادہ ہے کہ میں کل ہی یہاں سے روانہ
ہو جاؤں ـــــ"

حارث نے کہا "جناب! اگر لوگوں کو ابوالقاسم یا اس سے تعلق

رکھنے والوں کے ساتھ کوئی دلچسپی ہوتی تو اب تک مجھ پر بھی کئی حملے ہو چکے ہوتے ــــــ لیکن آپ کا فیصلہ بہرحال بہتر ہوگا۔"

"میں اس لڑکی کو اس بات پر رضامند کرنا چاہتا ہوں کہ وہ پُرامن طور پر ہمارے ساتھ روانہ ہو جائے ــــــ کیا تمھاری بیوی اور بیٹی نے اسے سمجھایا ہے کہ اگر وہ کلیسا کی گرفت میں آگئی تو میں اس کی کوئی مدد نہیں کر سکوں گا؟"

"جناب! وہ اس کے ساتھ بہت سر کھپا چکی ہیں، لیکن اسے راہِ راست پر لانے کے لیے وقت کی ضرورت ہے۔"

"اسے یہاں بھیج دو۔ شاید میں اسے سمجھا سکوں۔"

"اس وقت؟"

"ہاں! ابھی۔"

"لیکن وہ سختی کے بغیر یہاں نہیں آئے گی ــــــ"

"اگر تمھارے آدمی اتنے بزدل ہیں تو باہر سے فوج کے سپاہیوں کو بلا لو ــــــ"

"نہیں جناب! میں خود اسے پکڑ کر لے آتا ہوں۔" حارث یہ کہہ کر کمرے سے نکل گیا۔

○

تھوڑی دیر بعد سعاد ڈان لوئی کے کمرے میں داخل ہوئی تو اُس کے دائیں بائیں دو مسلح نوکر تھے اور حارث پیچھے پیچھے آرہا تھا ــــــ اُس نے مڑ کر دیکھتے ہوئے کہا "حارث! تم جانتے ہو کہ میرے ہاتھ خالی ہیں اور تم اتنے بزدل ہو کہ تلواروں سمیت بھی اپنے آپ کو غیر محفوظ سمجھتے ہو ــــــ"

"حارث! تم ان مسلح نوکروں کو لے جاؤ!" ڈان لوئی اس کی طرف متوجہ ہوا "اور اس طرف کسی کو نہ آنے دو!" ــــ اور وہ سب کواڑ بند کر کے چلے گئے۔

ڈان لوئی کی توقع کے خلاف سعاد کے چہرے پر اب بھی کوئی خوف نہ تھا ــــــ وہ اطمینان سے کھڑی اس کی طرف مسلسل دیکھے جا رہی تھی اور ــــــ اس کی آنکھوں سے اضطراب کی بجائے نفرت اور حقارت برس رہی تھی۔

ڈان لوئی نے کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "بیٹھ جاؤ!"

سعاد خاموش رہی۔

ڈان لوئی نے قدرے توقف کے بعد کہا "تمھیں معلوم ہے کہ میں تمھیں ان سپاہیوں کے سپرد کر سکتا ہوں جو قلعے سے باہر شراب سے بدمست ہو کر چیخیں مار رہے ہیں۔ نیچے میرے ذاتی محافظ شاید سو رہے ہیں، لیکن میں انھیں ہر وقت جگا سکتا ہوں ــــــ میں تمھیں انکوئزیشن کے سپرد بھی کر سکتا ہوں۔"

سعاد نے جواب دیا "مجھے معلوم ہے اور میں تم سے کسی بھلائی کی توقع نہیں رکھتی..."

سعاد، ڈان لوئی کے لیے کوئی سخت لفظ استعمال کرنا چاہتی تھی، لیکن اس آخری امید پر اپنا غصہ پی گئی کہ ممکن ہے ابوالحسن اس کی مدد کے لیے آجائے! اور شاید ــــــ اسے یہاں پہنچنے کے لیے چند لمحات یا گھڑیوں کی ہی ضرورت ہو ــــــ

"بیٹھ جاؤ!" ڈان لوئی نے ذرا نرم ہو کر کہا "میں ایک خوبصورت پھول کو مسلنا پسند نہیں کرتا ــــــ میں تم سے اطمینان سے باتیں کرنا

چاہتا ہوں۔"

سعاد جھجکتی ہوئی ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔

ڈان لوئی نے شراب کا ایک جام بھر کر پینے کے بعد کہا "خدا کا شکر ہے کہ اب تمھیں کچھ عقل آ گئی ہے ——— میں تم پر آخری بار یہ حقیقت واضح کرنا چاہتا تھا کہ تم بے بس ہو ——— تم اس قدر بے بس ہو کہ زندگی کے چند سانس لینے کے لیے بھی تم میری مدد کی محتاج ہو۔ تمھیں یہ سوچنا بھی نہیں چاہیے کہ تم میری قید سے بچ کر نکل سکتی ہو۔"

"مجھے معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا یہاں میرا کوئی سہارا نہیں!"

——— سعاد ایک زخمی عقاب کی طرح اپنے گرد و پیش کا جائزہ لے رہی تھی۔

ڈان لوئی کے چہرے پر ایک شیطانی مسکراہٹ نمودار ہوئی اور اُس نے جلدی سے اُٹھ کر دروازے کو اندر سے کنڈی لگا دی اور کرسی پر بیٹھ کر تپائی پر اپنی ٹانگیں رکھتے ہوئے کہنے لگا: "اب یہاں کوئی مخل نہیں ہوگا، تم زیادہ اطمینان سے باتیں کر سکتی ہو ——— میں نے تمھیں یہ اطمینان دلانے کے لیے بلایا تھا کہ میں تمھاری جان بچا سکتا ہوں ——— لیکن یہ تمھارے تعاون کے بغیر ممکن نہیں ——— اگر تم پُرامن رہنے کا وعدہ کرو تو ہم صبح ہوتے ہی یہاں سے روانہ ہو جائیں گے ....

میں قادس یا اشبیلیہ سے روانہ ہونے والے پہلے جہاز پر تمھیں نئی دُنیا روانہ کر دوں گا ——— اور تمھیں زیادہ عرصہ میرا انتظار نہیں کرنا پڑے گا۔ حارث نے تمھیں بتا دیا ہوگا کہ میں کون ہوں اور نئی دُنیا میں تمھیں خوش رکھنے کے لیے کیا کچھ کر سکتا ہوں ——— میں نے تمھیں اس لیے نہیں بلایا کہ مجھے رات گزارنے کے لیے ایک خوبصورت ساتھی کی ضرورت ہے ——— بلکہ

میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ مجھے ساری زندگی تمھاری ضرورت رہے گی۔"

سعاد کی قوتِ برداشت جواب دے چکی تھی۔ اس کا خون کھول رہا تھا اور اس کی نگاہیں کشادہ بستر کے ساتھ دیوار پر مرکوز تھیں جہاں دو طپنچے اور ایک تلوار لٹک رہی تھی ———

ڈان لوئی نے اس کے خوبصورت بالوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا "سعاد!"

——— سعاد تڑپ کر اُٹھی اور بھاگ کر کمرے کے ایک کونے میں پہنچ گئی

ڈان لوئی نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا "مجھے کوئی جلدی نہیں۔ رات کافی طویل ہے اور میں انتظار کر سکتا ہوں۔ میرا خیال تھا کہ میں اتنے لمبے سفر کے بعد یہاں پہنچتے ہی بستر پر گر پڑوں گا، لیکن تمھیں دیکھنے کے بعد مجھے اپنی نیند اور تھکاوٹ کا احساس نہیں رہا ——— تم اپنے معمولی لباس میں بھی ایک شہزادی معلوم ہوتی ہو۔ یہ لوگ اس قابل نہیں ہیں کہ تم ان کے ساتھ رہو ———"

"تمھارا مطلب ہے کہ میں تمھاری کنیز ہوں؟"

"ہاں! لیکن ایک ایسی کنیز جس پر میں دنیا کے خزانے نچھاور کر دوں گا۔ سعاد! اس وقت تم نہیں سمجھ سکتیں، لیکن کسی دن جب تمھیں انکوی زیشن کے اذیت خانوں کے حالات معلوم ہوں گے تو تم اپنی زندگی کے ہر سانس کے ساتھ میرا شکریہ ادا کیا کرو گی" ———

سعاد نے کہا "وہ دن کبھی نہیں آئے گا ——— مجھے یقین ہے کہ تم صبح کی روشنی بھی نہیں دیکھ سکو گے ——— قدرت کی ان دیکھی طاقتیں میری مدد کے لیے آ رہی ہیں ——— سُنو! غور سے سُنو! اگر تمھارے کان بند

نہیں ہو چکے تو تم قلعے سے باہر اپنے سپاہیوں کی چیخ پکار سُن سکتے ہو!"

ڈان لوئی نے بھاگ کر اس کا بازو پکڑتے ہوئے کہا "اب ایسی باتیں تمھیں فائدہ نہیں دیں گی ـــــ مجھے پڑاؤ میں پہرے داروں کا شور یا کسی شرابی کی چیخیں پریشان نہیں کر سکتیں ـــــ"

سعاد نے کہا "اگر تم اپنی موت سے پہلے مر نہیں چکے تو تم قلعے کے اندر بھی پہرے داروں کی چیخیں سُن سکتے ہو!"

ڈان لوئی کو اپنے ہوش و حواس پر شک ہونے لگا اور سعاد کے بازو پر اس کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی ـــــ اسے باہر بھاگتے ہوئے قدموں کی آہٹ محسوس ہوئی۔ کسی نے زور سے دھکا دیا اور حارث کی آواز سُنائی دی "جناب! دروازہ کھولیے۔ لوگوں نے حملہ کر دیا ہے۔"

ڈان لوئی نے سعاد کو دھکا دے کر بستر پر پھینک دیا۔ نیام سے تلوار نکالی ـــــ دروازے کی طرف بڑھا اور کنڈی کھول کر برآمدے میں نکل آیا ـــــ سعاد نے جلدی سے اُٹھ کر دیوار سے لٹکا ہوا ایک طپنچہ چمڑے کی پیٹی سے نکالا اور دیوار سے پیٹھ لگا کر کھڑی ہو گئی۔ بھاری طپنچے والا ہاتھ اُس نے پیچھے کر رکھا تھا۔

برآمدے میں حارث، ڈان لوئی سے کہہ رہا تھا "جناب! میں بھی یہی سمجھا تھا کہ باہر سپاہی بلا وجہ شور مچا رہے ہیں، لیکن اب قلعے پر بھی حملہ ہو چکا ہے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ چند آدمی اندر داخل ہو چکے ہیں۔"

"باہر نکلنے کا دروازہ محفوظ ہے؟" ڈان لوئی کی آواز میں گھبراہٹ تھی۔

"جناب! ابھی تک محفوظ ہے، لیکن جن لوگوں نے باہر پڑاؤ پر حملہ کر دیا ہے، انھیں دروازے پر قبضہ کرنے میں دیر نہیں لگے گی۔ قبائلی ہمیں قتل نہیں

کریں گے۔ ہمیں صرف آپ کی فکر ہے ـــــ آپ کو کسی تاخیر کے بغیر یہاں سے نکل جانا چاہیے ـــــ میں آپ کے لیے عقب سے چھوٹا دروازہ کھلوا دوں گا۔"

"وہ لڑکی میرے ساتھ جائے گی! میرے محافظوں سے کہو کہ وہ گھوڑے خفیہ دروازے کے سامنے لے آئیں۔"

"جناب! وہ اصطبل کی طرف نچلے حصّے پر قبضہ کر چکے ہیں اور آپ کے محافظ بھی اصطبل کے ساتھ ہی ایک کمرے میں آرام کر رہے تھے۔ ان حالات میں آپ سعاد کو زبردستی اپنے ساتھ نہیں لے جا سکتے ـــــ مجھے ڈر ہے کہ آپ کو اپنی جان بچانے کے لیے عقبی دروازے سے پیدل بھاگنا پڑے گا ـــــ!"

"اگر یہ بات ہے تو اس لڑکی کی مدد کے لیے آنے والے صرف اس کی لاش دیکھیں گے ـــــ اس کی جان بچانے کے لیے میں یہ بھولنے کے لیے تیار تھا کہ وہ ابو الحسن کی بیوی ہے، لیکن میں یہ گوارا نہیں کروں گا کہ ابُو الحسن یہاں آئے اور اسے زندہ دیکھے ـــــ اگر وہ یہاں آئے تو اس کو یہ پیغام دے دینا کہ ڈان لوئی نے اپنے ہاتھوں سے تمھاری بیوی کا گلا گھونٹا تھا۔"

ڈان لوئی واپس مُڑا، لیکن کمرے میں داخل ہوتے ہی وہ ایک ناقابلِ یقین صورتِ حال کا سامنا کر رہا تھا ـــــ سعاد دونوں ہاتھوں سے بھاری طپنچہ اس کی طرف سیدھا کیے کھڑی تھی ـــــ ڈان لوئی ٹھٹکا اور چلّایا ـــــ "ٹھہرو! میں قسم کھاتا ہوں ـــــ میں مریم مقدّس کی قسم کھاتا ہوں ـــــ"

طپنچے سے شعلہ نکلا، دھماکا ہوا اور ڈان لوئی گر پڑا ـــــ سعاد نے

بھاگ کر دوسرا طپنچہ نکال لیا اور بلند آواز سے چلائی "حارث! ڈان لوئی مر چکا ہے اور اب میں تمھارا انتظار کر رہی ہوں۔"

حارث اور اس کے تین ساتھیوں کو اپنی جگہ سے ہلنے کی ہمت نہ ہوئی۔

سیڑھیوں سے ابوالحسن کی آواز سنائی دی ـــــــ "سعاد! سعاد!! میں ابوالحسن ہوں ـــــــ میں آگیا ہوں ـــــــ!"

آن کی آن میں پانچ آدمی جن میں سے دو کے ہاتھ میں مشعلیں تھیں، برآمدے میں پہنچ گئے ـــــــ حارث اور اس کے ساتھیوں نے مزاحمت کرنے کی بجائے اپنی تلواریں پھینک دیں۔

"سعاد! سعاد!!" ابوالحسن نے زور سے آواز دی۔

حارث سہمی ہوئی آواز میں بولا "ابوالحسن! سعاد اس کمرے میں ہے۔ وہ زندہ و سلامت ہے۔"

"ان میں سے کسی کو بھاگنے نہ دو!" ابوالحسن یہ کہہ کر کمرے میں داخل ہوا ـــــــ سعاد سربسجود سسکیاں لے رہی تھی۔

ابوالحسن نے جھک کر اُس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا:

"سعاد! تم ٹھیک ہو؟ میں ابوالحسن ہوں سعاد!! تم زخمی ہو؟"

سعاد نے سر اُٹھایا۔ اس کے چہرے پر آنسوؤں میں بھیگی ہوئی مسکراہٹیں رقص کر رہی تھیں:

"ابوالحسن! یہ ڈان لوئی ہے۔" اس نے فرش پر پڑی ہوئی لاش کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

ابوالحسن نے کہا "میں طپنچے کی آواز سُن کر ڈر گیا تھا۔"

"وہ طپنچہ میں نے چلایا تھا۔"

"لیکن تمھارا ایک بہت بڑا دشمن ابھی زندہ ہے۔ میں اسے اپنے ہاتھ سے قتل کروں گا۔" ابوالحسن باہر نکلا اور اس نے حارث کو دیکھ کر تلوار بلند کرتے ہوئے کہا "حارث! تم اس دنیا میں آخری گناہ کر چکے ہو ـــــــ اب موت کے لیے تیار ہو جاؤ! ـــــــ بزدل انسان! اپنی تلوار اُٹھاؤ! ـــــــ"

حارث اس کے پاؤں پر گر پڑا "ابوالحسن! مجھے معاف کر دو!"

ابوالحسن نے پیچھے ہٹ کر تلوار بلند کرتے ہوئے کہا "تم میری توقع سے زیادہ کمینے اور بُزدل ہو ـــــــ"

سعاد نے بھاگ کر پیچھے سے اس کا بازو پکڑتے ہوئے کہا "اسے چھوڑ دیجیے ـــــــ اسے اپنی بیٹی اور بیوی کے لیے زندہ رہنے دیجیے ـــــــ یہ ایک غالب قوم کا غلام تھا۔ اگر اس کی جگہ کوئی اور ہوتا تو وہ بھی شاید یہی کرتا جن لوگوں کی آزادی کی حفاظت ہمارے اسلاف نہ کر سکے، ہم انھیں انسانیت کا درس نہیں دے سکتے ـــــــ اسے چھوڑ دیجیے ابوالحسن! جو لوگ اپنے ہاتھوں سے اپنے اور اپنی آیندہ نسلوں کے لیے چِتا تیار کر چکے ہیں، ہمیں اُن کے خون سے اپنے دامن آلودہ نہیں کرنے چاہئیں ـــــــ"

ابوالحسن اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہوا "عثمان! عبیداللہ!! تم کیا مشورہ دیتے ہو؟"

عبیداللہ نے جواب دیا ـــــــ ہماری بہن درست کہتی ہیں۔ جب ایک انسان کا سارا وجود زہر آلود ہو چکا ہو تو جسم کا ایک عضو کاٹ دینے سے کوئی اثر نہیں ہوتا ـــــــ اگر چند سو یا چند ہزار غداروں کو قتل کر دینے سے وہ اجتماعی عذاب ٹل سکتا، جس کے آثار ہمیں مدتوں سے دِکھائی دے

رہے تھے تو میں آپ سے یہ کہتا کہ اس گھر کا کوئی بچہ اور بوڑھا زندہ نہیں رہنا چاہیے، لیکن ــــ اب اس بدنصیب قوم پر توبہ کے دروازے بند ہو چکے ہیں۔ اب ان لوگوں کی سزا کے لیے قدرت نے زمینس جیسے سفاک منتخب کیے ہیں ــــ اور وہ ان کے لیے جو سزائیں تجویز کریں گے وہ ہمارے تصور میں بھی نہیں آ سکتیں۔"

عثمان نے کہا "یہاں ہمارا کام ختم ہو چکا ہے۔ اب ہمیں کسی تاخیر کے بغیر ساحل پر پہنچنا چاہیے ــــ مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہمیں اپنے ساتھ سینکڑوں آدمیوں کو یہاں سے نکالنا پڑے گا۔"

ڈان کارلو سیڑھیوں سے نمودار ہوا۔ اس کے پیچھے پانچ چھ مقامی مسلمان اور تین مورسکو تھے۔

ایک نوجوان نے کہا "پڑاؤ میں ہمیں مکمل فتح حاصل ہوئی ہے۔ دس پندرہ نصرانی زندہ بچ گئے ہیں۔ کچھ لوگ حملے کے وقت بھاگ کر ادھر اُدھر چھپ گئے تھے۔ ہمارے ساتھی انھیں تلاش کر رہے ہیں۔ انشاء اللہ کوئی زندہ بچ کر نہیں نکل سکے گا ــــ لوگ تمام قیدیوں کو قتل کرنے پر مصر ہیں، لیکن آپ کے ساتھیوں نے روک دیا تھا۔"

ڈان کارلو نے کہا "ہم نے یہ سوچا تھا کہ آپ قیدیوں کو قتل کرنا پسند نہیں کریں گے۔"

ابوالحسن نے کہا "ہم قیدیوں کو ساتھ لے جائیں گے۔"

مقامی نوجوان نے کہا "گھوڑوں کے متعلق ہم نے آپ کی ہدایات پر عمل کیا ہے اور دو چار کے سوا تمام گھوڑے پکڑ لیے ہیں۔"

ابوالحسن نے کہا "جو لوگ ہمارے ساتھ جانا چاہتے ہیں ان سے کہو

کہ وہ قلعے کے دروازے پر جمع ہو جائیں۔ ہم ایک ساعت کے اندر اندر یہاں سے روانہ ہو جائیں گے ــــ اور جو لوگ یہاں رہ جائیں وہ ہمارے شہید ہونے والے ساتھیوں کو دفن کر دیں۔"

سعاد نے ابوالحسن کا بازو پکڑ کر اپنی طرف متوجہ کرتے ہوئے کہا:
"میں نے ابو یعقوب کو نہیں دیکھا ــــ یہ ممکن نہیں تھا کہ وہ زندہ ہوتا اور قلعے پر حملہ کرنے میں سبقت لے جانے کی کوشش نہ کرتا۔"

ابوالحسن نے جواب دیا "سعاد! وہ شہید ہو چکا ہے ــــ تمہاری گرفتاری کے بعد علاقے کے لوگ اس نے جمع کیے تھے ــــ ہماری ملاقات تمہارے جلتے ہوئے قلعے میں ہوئی تھی اور اُس نے ہی مجھے تمہاری خالہ اور خالو کی المناک موت کے واقعات سنائے تھے۔ یہاں میں، عثمان اور وہ ایک ساتھ دیوار پھاند کر اندر داخل ہوئے تھے اور اس نے دروازے پر چار نصرانی سپاہی دیکھتے ہی باقی ساتھیوں کا انتظار کیے بغیر ان پر حملہ کر دیا تھا۔ اُس نے پہلے وار میں ایک آدمی کو ہلاک کر دیا تھا۔ دوسرے آدمی پر بھی اس نے تیزی سے حملہ کیا تھا کہ وہ اُلٹے پاؤں پیچھے بھاگتا ہوا پیٹھ کے بل گر پڑا، لیکن تیسرے آدمی نے عقب سے وار کیا اور اس کا نیزہ ابو یعقوب کی کمر سے آر پار ہو گیا ــــ حملہ کرتے وقت ابو یعقوب کی چیخیں اتنی خوفناک تھیں کہ قلعے کے محافظوں کے دل دہل گئے تھے ــــ

اور باقی تین نصرانی سپاہیوں کو قتل کرنے کے بعد ہم نے حارث کے ملازموں اور پہرے داروں پر چند منٹ کے اندر اندر قابو پا لیا تھا ــــ ہماری فوری کامیابی کی ایک وجہ یہ تھی کہ قلعے کے پہرے داروں میں کچھ لوگوں کو تمہارے ساتھ بھی ہمدردی تھی اور انھوں نے اپنے ساتھیوں کو ہتھیار ڈالنے

کے لیے تیار کر رکھا تھا ——— آٹھ نصرانی ایک کمرے میں سو رہے تھے، اور میں اس شخص کا شکر گزار ہوں جس نے باہر سے ان کے کمرے کی زنجیر لگا دی تھی۔"

عثمان نے کہا "میرے خیال میں اب ہمیں وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے، راستے میں ہمارے ساتھی پریشان ہو رہے ہوں گے" ———

ابوالحسن نے کہا "خواتین، بچوں اور بوڑھوں کو گھوڑوں پر سوار کر دو، جو گھوڑے بچ جائیں گے، وہ راستے میں ہمارے کام آئیں گے۔ قیدیوں کے ہاتھ اچھی طرح باندھ لو اور انھیں فوراً روانہ کر دو.... ———"

تھوڑی دیر بعد ابوالحسن، اُس کے ساتھیوں اور مقامی پناہ گزینوں کا قافلہ جنوب کا رُخ کر رہا تھا۔

○

اگلی شام جنوب مغرب کی طرف قریباً تیس میل دُور ایک تھکا ہارا سپاہی وردی کی بجائے ایک کسان کا لباس پہنے، نصرانی فوج کے کیمپ میں داخل ہوا اور پہرے داروں نے اس کی سرگزشت سُنتے ہی اسے سپہ سالار النجو کے سامنے پیش کر دیا۔ اس کے دائیں بائیں فوج کے چند افسر بیٹھے ہوئے تھے۔

"تم ان سواروں میں سے ہو جو ڈان لوئی کے ساتھ بھیجے گئے تھے؟" النجو نے سوال کیا۔

"جی ہاں!"

"تم ڈان لوئی کو چھوڑ کر کیسے آ گئے؟"

"جناب! میں انھیں چھوڑ کر نہیں آیا۔ وہ قلعے میں آرام فرما رہے تھے اور

ہمارا کیمپ قلعے سے باہر تھا ——— میں نے آپ کو یہ خبر پہنچانی ضروری خیال کی کہ رات کے وقت مقامی لوگوں نے کیمپ پر حملہ کر دیا، اور مجھے معلوم نہیں کہ میرے ساتھیوں میں سے کوئی زندہ بھی بچا ہے یا نہیں۔"

"تم کیسے بچ گئے تھے؟"

"جناب! میں دیہاتی لوگوں کا لباس پہن کر اُن کے ہجوم میں شامل ہو گیا تھا اور پھر موقع ملتے ہی پہاڑ کی طرف نکل گیا تھا۔"

"تم نے یہ سارا راستہ پیدل طے کیا ہے؟"

"جی ہاں! اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔ حملہ کرنے والے ہمارے گھوڑے بھی ساتھ لے گئے تھے۔"

"ڈان لوئی قلعے کے اندر محصور ہے؟"

"جی نہیں! وہ قلعہ بھی فتح کر چکے ہیں۔ اگر ہمیں قلعے کے اندر جگہ ملتی تو یہ حادثہ پیش نہ آتا۔ وہ صرف دس بارہ آدمی قلعے کے اندر گئے تھے۔ اگر وہ قتل نہیں ہوئے تو قید ضرور ہو چکے ہوں گے ——— حملہ کرنے والے اب ساحل کا رُخ کر رہے ہیں اور کچھ مقامی لوگ بھی ان کے ساتھ شامل ہو گئے ہیں۔"

النجو نے اپنے افسروں سے مخاطب ہو کر کہا "اس بے وقوف کا خیال ہے کہ میں اب یہ محاذ چھوڑ کر اُن کا پیچھا کروں ———"

سپاہی نے عاجز ہو کر کہا ——— "جناب! میں نے کچھ نہیں کہا ——— میں تو یہ بتانا چاہتا تھا کہ جو لوگ ساحل کا رُخ کر رہے ہیں وہ تعداد میں بہت ہیں ——— انھیں سمندر عبور کرنے کے لیے کئی جہازوں کی ضرورت ہوگی اور مجھے یقین ہے کہ اگر آپ سواروں کے چند دستے بھیج دیں تو انھیں راستے میں روکا جا سکتا ہے۔ ورنہ ساحل پر وہ یقیناً پکڑے جائیں گے ——— افریقہ

کے ساحل سے جہاز آنے میں کئی دن لگ جائیں گے۔"

النجو نے تلملا کر کہا "بے وقوف! تمھیں یہ معلوم نہیں کہ ان کے جہاز ہمارے ساحل پر موجود ہیں اور ہمارا کچھ علاقہ انھوں نے تباہ کر دیا ہے۔ ہمارے سوار راستے میں ان کا پیچھا کر سکتے ہیں، لیکن اپنے ساحل کے قریب نہیں جا سکتے ——— ڈان لوئی نے مجھ سے کہا تھا کہ جن لوگوں کو وہ گرفتار کرنا چاہتا تھا، انھیں مقامی لوگوں کے سامنے سزا دینے سے بھی کوئی مشتعل نہیں ہوگا۔"

"جناب! ہم نے اُن کے حکم پر ایک قلعے پر حملہ کیا تھا۔ وہاں چند آدمی قتل ہوئے تھے۔ ہمارا بھی ایک آدمی قتل اور ایک زخمی ہوا تھا ——— پھر وہ قلعہ بھی جلا دیا گیا تھا ——— ڈان لوئی جس قلعے میں ٹھہرے تھے، وہاں ایک لڑکی گرفتار کر کے لائی گئی تھی۔"

النجو نے کہا "اس بے وقوف نے اس علاقے کو بھی بلنسیہ سمجھ لیا ہوگا۔ تم کچھ اور کہنا چاہتے ہو؟"

"جناب! اگر اجازت دیں تو میں یہ عرض کروں گا کہ میں بہت بھوکا ہوں اور میرا سر درد سے پھٹ رہا ہے۔"

النجو نے خیمے کے دروازے پر کھڑے ہونے والے پہرے داروں سے مخاطب ہو کر کہا "اس دیوانے کو لے جاؤ اور کھانا کھلا کر سُلا دو۔"

سپاہی ایک پہرے دار کے ساتھ خیمے سے نکل گیا اور النجو دائیں بائیں اپنے افسروں کی طرف دیکھتے ہوئے بولا ——— "سیرا درمیجا اور رندہ کے حالات ہمیں اس بات کی قطعاً اجازت نہیں دیتے کہ ہم دوبارہ الفجارہ میں الجھ جائیں۔ یہ علاقہ جہاں ڈان لوئی نے ہمارے لیے ایک نیا مسئلہ پیدا کیا ہے، انتہائی پُرامن تھا ——— مجھے معلوم نہیں کہ اب وہ کس حال میں ہے۔ اگر حملہ کرنے

والے اسے بھی گرفتار کر کے ساحل کی طرف لے گئے ہیں، تو بھی ہم اس کی کوئی مدد نہیں کر سکتے ——— اگر وہ قتل ہو چکا ہے تو ہم اپنی مہمات سے فارغ ہو کر اس کا سوگ منائیں گے۔ مجھے اس بات کا ہمیشہ افسوس رہے گا کہ جو آدمی بلنسیہ میں اپنے قلعے کی حفاظت نہ کر سکا، میں نے اس علاقے میں اپنے ایک سو جوان اُس کے ساتھ کیوں روانہ کر دیے، لیکن یہ بادشاہ اور ملکہ کا حکم تھا۔"

ایک افسر نے کہا "جناب! یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی کہ اس کے قلعے پر حملہ کرنے والے تو ترکوں کے جنگی جہاز تھے ——— لیکن سینکڑوں میل دور یہاں کیوں آیا تھا؟"

"وہ کہتا تھا کہ میں بعض خطرناک جاسوسوں کو گرفتار کرنے جا رہا ہوں۔ میرا خیال تھا کہ وہ بادشاہ کو اپنی کارگزاری دکھانے کے لیے چند بے گناہ لوگوں کو پکڑ لے گا اور انھیں اذیتیں دے دے کر اپنی مرضی کے مطابق بیانات لے لے گا، لیکن اب میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ شاید جاسوس اس سے زیادہ ہوشیار تھا اور شاید یہ جہاز جو ہمارے جنوبی ساحل پر گولہ باری کر چکے ہیں، وہی ہیں جو ڈان لوئی کے قلعے پر حملہ کر چکے ہیں ——— بہرحال ہمیں بادشاہ کو یہ اطلاع دینی پڑے گی کہ ڈان لوئی اور ہمارے سپاہی جو اس کے ساتھ گئے تھے، لاپتہ ہو چکے ہیں۔"

○

چند دن بعد ایک صُبح سعاد اور ابوالحسن جہاز کے عرشے پر کھڑے طلوعِ آفتاب کا منظر دیکھ رہے تھے ——— ہوا بہت خوشگوار تھی۔ ابوالحسن نے جنوب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "سعاد! اب تم ساحل دیکھ سکتی ہو۔ کل شام کپتان کہتا تھا کہ ہم انشاء اللہ اگلی رات اپنے گھر میں آرام کریں گے ———

اندلس سے روانہ ہونے سے قبل میرے دل میں بار بار یہ خیال آیا کرتا تھا کہ اس بھری پُری دُنیا میں شاید کوئی ایسی جگہ ہو گی جسے میں اپنا گھر کہہ سکوں!"

"اب میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ میں ساحل بربر، مصر، شام، عرب اور ترکی میں ہر جھونپڑے کو اپنا گھر کہہ سکوں گا ——— سعاد! میں نے اپنے آلام و مصائب سے یہ سبق سیکھا ہے کہ وطن صرف میدانوں، پہاڑوں، دریاؤں اور صحراؤں کا مجموعہ ہی نہیں ہوتا بلکہ یہ ایک انسان کے اس مسکن کا نام ہے جہاں آزادی کی ہوائیں چلتی ہیں، جہاں عدل و انصاف کے چشمے اُبلتے ہیں اور جہاں انسانیت ظالموں اور مظلوموں کے گروہوں میں تقسیم نہیں ہوتی۔

سعاد! ہمارے ترک بھائی دنیا کے مشرق و مغرب کے کئی ممالک میں اپنے جھنڈے گاڑ چکے ہیں۔ ان کے گھوڑوں کی ٹاپ دجلہ اور فرات سے ڈینوب کی وادیوں تک سُنائی دیتی ہے اور میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ ان کی فتوحات کے ساتھ عدل و انصاف اور انسانیت کے مسکن کی وسعتوں میں اضافہ ہو رہا ہے ——— اور ہم جس ملک میں بھی ڈیرہ ڈال دیں گے، وہی ہمارا وطن ہو گا وہ اس وقت تک ہمارا وطن رہے گا، جب تک ہم اپنے دین کا پرچم بلند رکھ سکیں گے اور اس پرچم کے سائے تلے کسی طاقتور کو یہ جرأت نہیں ہو گی کہ وہ کسی کمزور کا حق چھین سکے۔

سعاد! اندلس میں ہماری تباہی کی کئی وجوہات بیان کی جائیں گی لیکن میرے نزدیک ہماری آخری شکست اور غلامی کی وجہ یہ ہے کہ اندلس میں ظالم بادشاہ اور تخت و تاج کے بے حیا دعوے دار پیدا ہوتے رہے اور ہم ان کی بد دیانتی اور اُن کا ظلم و وحشت برداشت کرتے رہے ——— پھر باہر سے زیادہ ظالم اور زیادہ عیار لوگ آئے اور انھوں نے ہمارا گلا

دبوچ لیا ——— لیکن ہم اندلس کو بہت دُور چھوڑ آئے ہیں ——— ہمیں اب صرف اپنے حال و مستقبل کے متعلق باتیں کرنی چاہئیں۔ ہمیں یہ بھول جانا چاہیے کہ ہم کبھی اندلس میں رہتے تھے۔"

سعاد نے آنکھوں میں آنسو بھرتے ہوئے کہا ——— "ابوالحسن! اندلس صرف ہمارا وطن ہی نہیں تھا۔ یہ ہماری تاریخ بھی ہے اور اسے بھول جانا ہمارے بس کی بات نہیں ہو گی۔"

ابوالحسن نے گفتگو کا موضوع بدلنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا: "تمھیں معلوم ہے کہ نائب امیر البحر کے گھر ہمارا انتظار ہو رہا ہے ——— ان کی بیوی اور بیٹی تمھیں دیکھ کر کتنی خوش ہوں گی؟"

"انھیں یہ معلوم بھی نہیں ہو گا کہ میں کون ہوں؟"

"لیکن انھیں یہ تو معلوم ہو گا کہ تم ابوالحسن کی بیوی ہو ——— اور اگر یہ معلوم نہ ہو تو بھی وہ تمھیں اپنے گھر میں اجنبیت کا احساس نہیں ہونے دیں گے ——— اب ایسے نیک دل اور فیاض لوگ دنیا سے ختم ہوتے جا رہے ہیں۔ عثمان کہتا تھا کہ سلمان، منصور کو اس مہم پر اپنے ساتھ لانے کے حق میں نہیں تھے ——— لیکن وہ بضد تھا ——— وہ ہمارے اس بیڑے میں سب سے کم عمر افسر ہے اور میرا خیال تھا اسے شاید میرا نام بھی یاد نہ ہو، لیکن اُس نے مجھے دیکھتے ہی پہچان لیا تھا۔"

"منصور، سلمان کا بیٹا ہے؟"

"نہیں، لیکن سلمان اسے ایک بیٹے سے زیادہ عزیز سمجھتا ہے۔ عثمان کہتا تھا کہ اسے اس لیے ترقی نہیں ملی کہ سلمان کی بیٹی سے اس کی شادی ہونے والی ہے ——— بلکہ اس نے امیر البحر کمال رئیس کو اپنی قابلیت سے بہت

متاثر کیا ہے ـــــــ تمھیں معلوم ہے کہ وہ حامد بن زہرا کا نواسہ ہے ؟"

"ہاں ! مجھے آپ نے بتایا تھا۔"

○

سہ پہر کے وقت ان کا جہاز خلیج میں لنگر انداز ہوا۔ ایک گھنٹہ بعد بدریہ اور اس کی بیٹی اسماءٌ، جنھیں جہازوں کی آمد کی اطلاع مل چکی تھی، مکان سے باہر نکل کر سلمان، منصور، ابوالحسن اور سعاد کا انتظار کر رہی تھیں ـــــــ انھوں نے باری باری سعاد کو گلے لگایا۔ پھر بدریہ نے آگے بڑھ کر شفقت سے ابوالحسن کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا "ابوالحسن ! اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ تم بچ کر آگئے ہو۔ ہم صبح و شام تمھاری سلامتی کے لیے دُعائیں کیا کرتی تھیں ـــــــ"

اسماءٌ نے کہا "امّی جان ! میں بھی سعاد کے لیے بہت دُعائیں کیا کرتی تھی۔"

بدریہ کا ننھا بیٹا خالد، دروازے سے نکلا اور سلمان سے لپٹ کر بولا :

"ابا جان ! میں بھی دُعا کیا کرتا تھا۔"

سلمان نے اسے اُٹھا کر پیار کرنے کے بعد ابوالحسن کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے کہا "بیٹا ! تم جانتے ہو یہ کون ہیں ؟"

"ابا جان ! مجھے معلوم ہے۔ یہ وہی ہیں جن کے لیے آپ جنگ لڑنے گئے تھے"

پھر وہ جھجکتا ہوا سعاد کی طرف بڑھا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر بولا "آپ سعاد ہیں نا ؟"

"ہاں!"

"امّی جان اور ابا جان کہا کرتی تھیں کہ تمھاری ایک اور بہن آ رہی ہے۔ آپ ہی میری بہن ہیں نا ؟"

سعاد نے اثبات میں سر ہلایا اور اس کے ساتھ ہی اس کی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز ہو گئیں۔

بدریہ چند ثانیے غور سے سعاد کی طرف دیکھتی رہی پھر اس نے اپنے شوہر کی طرف متوجہ ہو کر کہا "مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ میرے سامنے عاتکہ کھڑی ہے۔"

"مجھے بھی سعاد کو پہلی بار دیکھ کر یہ محسوس ہوا تھا کہ قدرت نے مجھے ماضی کی کوتاہی کی تلافی کا موقع دیا ہے۔" سلمان ابوالحسن کی طرف متوجہ ہوا : "ابوالحسن ! اللہ نے تم پر بہت کرم کیا ہے ـــــــ جب میں غرناطہ سے رخصت ہوا تھا تو کون کہہ سکتا تھا کہ ہماری دوسری ملاقات بلنسیہ کے قریب ہو گی۔"

○

عمارہ اپنے دونوں بچوں کے ساتھ ایک کونے سے نمودار ہوئی اور جھجکتی ہوئی ان کی طرف بڑھی۔ سلمان نے اسے دیکھتے ہی کہا "عمارہ ! ابوعامر تھوڑی دیر تک پہنچ جائے گا۔ وہ عثمان کے ساتھ پچھلے جہاز پر آ رہا ہے۔"

سعاد نے عمارہ کی طرف دیکھا اور آگے بڑھ کر اسے گلے لگاتے ہوئے کہا "عمارہ ! میں تمھاری شکرگزار ہوں۔"

عمارہ بولی "میری بہن ! مجھے ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ میں ایک کنوئیں میں ڈوب رہی تھی۔ آپ نے مجھے ہاتھ سے پکڑ کر باہر کھینچ لیا ہے تاہم جب میں آپ کے شوہر کی سلامتی کے لیے دُعائیں کیا کرتی تھی تو میرے دل میں بار بار یہ خیال آتا تھا کہ کیا وہ ابوعامر کے گناہ معاف کر دیں گے ؟"

سعاد نے جواب دیا "عمارہ ! یہ سوال تم براہِ راست میرے شوہر

سے پوچھ سکتی ہو۔ وہ تمھارے سامنے کھڑا ہے۔"

ابوالحسن بولا "آپ اطمینان رکھیں۔ میں اسے دل سے معاف کرچکا ہوں۔"

عمارہ نے احسانمندی سے باری باری ان سب کی طرف دیکھا اور مڑتے ہوئے کہا "معاف کیجیے! میری وجہ سے آپ کے مہمان باہر کھڑے ہیں۔"

بدریہ نے سعاد کا ہاتھ پکڑ کر صحن کا رُخ کرتے ہوئے کہا "بیٹی! آؤ ——— میں تمھیں دیکھ کر ماضی کی یادوں میں کھو گئی تھی۔ میں یہ محسوس کر رہی تھی کہ عاتکہ اور سعید ایک سپنا تھے اور تم اور ابوالحسن اس کی تعبیر ہو۔"

دُور سے مؤذن کی اذان سُنائی دی۔ سلمان اور منصور وضو کر کے مسجد کی طرف چل دیے ——— بدریہ، سعاد اور اسمأ نے بھی ایک کمرے میں نماز ادا کی اور باہر صحن میں کرسیوں پر بیٹھ گئیں۔



سعاد، بدریہ اور اسماء کو اپنی سرگزشت سُنا رہی تھی۔ ننّھا خالد خاموشی سے اسماء کی گود میں بیٹھا ہوا تھا۔ جب ڈان لوئی کا ذکر آیا تو وہ کچھ دیر پوری توجہ سے سنتا رہا پھر اچانک اسماء کی گود سے اُترا اور سعاد کا ہاتھ پکڑ کر اُسے اپنی طرف متوجہ کرتے ہوئے بولا "آپ فکر نہ کریں! میں بڑا ہو کر آپ کے تمام دشمنوں سے انتقام لوں گا۔ میرا جہاز بہت بڑا ہوگا اور اس کی توپیں قلعے کی توپوں سے بڑی ہوں گی۔"

سعاد نے اسے اُٹھا کر گود میں بٹھاتے ہوئے کہا "جب تم بڑے

ہو کر جہاد پر جایا کرو گے تو ہم سب تمھارے لیے دُعا کیا کریں گی تمھیں معلوم ہے کہ اس وقت اندلس میں تمھاری لاکھوں بہنیں یہ دُعائیں کر رہی ہوں گی کہ ان کا کوئی ننّھا بھائی کسی دن بہت بڑا سپہ سالار بن کر آئے اور وہ اس کے راستے میں پھول نچھاور کریں۔"

چند لمحات کے لیے ماحول پر سنّاٹا چھا گیا۔ وہ معصوم نگاہوں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہی تھیں۔ اچانک خالد نے بدریہ سے مخاطب ہو کر کہا "امّی جان! آپ انھیں بتائیں کہ میں سپہ سالار نہیں بلکہ امیر البحر بننا چاہتا ہوں۔"

اسمأ نے کہا "میرا بھائی دُنیا کا ہر مسئلہ اپنے جہازوں سے حل کرنا چاہتا ہے۔ یہ کوئی ایسی کہانی بھی سُننا پسند نہیں کرتا جس میں جنگی جہازوں اور توپوں کا ذکر نہ ہو ——— یہ اپنی چھوٹی سی توپ رات کے وقت سرہانے رکھ کر سوتا ہے تاکہ اگر خواب میں بھی کوئی دشمن نظر آجائے تو یہ توپ کا رُخ اس طرف پھیر دے ———"

"امّی!" خالد چلّایا "دیکھیے! آپا پھر میرا مذاق اُڑا رہی ہیں۔ میں اپنے تمام کھلونے سمندر میں پھینک دوں گا۔"



منصور، سلمان اور ابوالحسن اندر داخل ہوئے اور اُن کے پاس بیٹھ گئے۔ سلمان نے کہا "بدریہ! ابوالحسن اور سعاد کو یہ احساس نہیں ہونا چاہیے کہ یہ لوگ اس گھر میں اجنبی ہیں۔"

بدریہ نے جواب دیا "ہماری طرف سے ان کی دلجوئی اور تواضع میں

کوئی فروگزاشت نہیں ہوگی ـــــ لیکن ..... کاش! ہم اس دُنیا میں ایک اور غرناطہ تعمیر کر سکتے ـــــ آپ ان لوگوں سے مل چکے ہیں جن کے اسلاف ہم سے دو تین صدیاں قبل طلیطلہ، قرطبہ، اشبیلیہ اور دوسرے شہروں سے ہجرت کر کے افریقہ کے ساحل پر پھیل گئے تھے وہ مقامی آبادی کے اندر جذب ہو چکے ہیں۔ ان کی پشت پناہی کے لیے ترکوں کی ایک عظیم قوت موجود ہے اور وہ ہر خوف سے آزاد ہیں اس کے باوجود وہ اندلس کو بھول نہیں سکتے۔ وہ عمر رسیدہ عورتیں جو کئی پشتوں سے یہاں مقیم ہیں، یہی دُعا کرتی ہیں کہ کاش! وہ موت سے پہلے ایک بار پھر اندلس کی فضاؤں میں سانس لے سکیں۔

ایک نوجوان لڑکی کے اسلاف اڑھائی سو برس قبل قرطبہ سے ہجرت کر چکے تھے لیکن جب وہ قرطبہ کی عظیم مسجد کے متعلق باتیں کر رہی تھی تو مجھے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ وہ بارہا اس مسجد کا طواف کر چکی ہے اور اس کا ایک ایک گوشہ اس کی نگاہوں کے سامنے ہے۔"

ابو الحسن نے کہا "میں بھی یہ محسوس کرتا ہوں کہ آئندہ نسلوں سے دلوں پر مدتوں غرناطہ کے مناظر نقش رہیں گے اور صدیوں کے بعد جب اسلامی سلطنتوں کے سیاح اندلس جایا کریں گے تو ماضی کے ان گنت شہیدوں کی ارواح اُن کا استقبال کیا کریں گی اور وہ ایسا محسوس کیا کریں گے جیسے طارق اور عبدالرحمٰن کے اندلس کی فضائیں ان کے بدن سے لپٹی اور ان کی رُوح میں پیوست ہوتی جا رہی ہیں۔

وقت اگرچہ ہمارے ماضی کی سطوت کی نشانیوں کو ایک ایک کر کے مٹا دے گا، لیکن اُس سرزمین کی دلکشی اور رعنائی جسے شہیدانِ اسلام کے

خون سے آبیاری ہوئی ہے ہمیشہ قائم رہے گی۔ مسلمانوں کی نگاہیں الحمرا کے ایوان دیکھنے اور ان کے کان مسجد قرطبہ میں اذان سننے کے لیے ہمیشہ بے قرار رہیں گے"ـــــ

بدریہ کی آنکھوں میں آنسو چھلک رہے تھے۔

سعاد نے بڑی مشکل سے اپنی سسکیاں ضبط کرتے ہوئے کہا:

"ہم اندلس کی آٹھ سو سال کی داستان اپنی تاریخ سے خارج نہیں کر سکتے۔ اسے بھول جانا کسی کے بس کی بات نہیں ـــــ لیکن اِس گھر میں قدم رکھنے کے بعد میں یہ محسوس کرتی ہوں کہ اللہ نے ہمیں دوزخ کی آگ سے بچانے کے لیے فرشتے بھیج دیے تھے ـــــ انسان کی زندگی میں ایک وقت ایسا بھی آتا ہے جب وہ صرف سانس لینے کے لیے زندہ رہنا چاہتا ہے۔ ہم پر یہ وقت گزر چکا ہے۔ جہاز میں سوار ہونے کے بعد میں اندلس کے حال کے متعلق سوچتی تھی تو مجھے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ مسلمان بتدریج آگ کے الاؤ میں دھکیلے جا رہے ہیں۔ اور جب میں مستقبل کا تصور کرتی تھی تو مجھے ایسا نظر آتا تھا کہ ان گنت کشتیاں شمال سے جنوب کا رُخ کر رہی ہیں اور اُن پر ننگے، بھوکے اور مظلوم انسان سوار ہیں جو کبھی مسلمان تھے اور اندلس کبھی ان کا وطن تھا۔ میں دعا کیا کرتی تھی کہ اللہ ہمارے ترک اور بربر بھائیوں کو یہ توفیق دے کہ وہ آنے والے ادوار میں زیادہ سے زیادہ مظلوموں کو دوزخ کی آگ سے نکال سکیں"ـــــ

وہ چند ثانیے ایک دوسرے کو خاموشی سے دیکھتے رہے بالآخر سلمان نے کہا جس قوم کے اکابر ہلاکت کا راستہ اختیار کر لیتے ہیں اور عوام اتنا بھی نہیں دیکھتے کہ اقتدار کی مسندوں پر قوم کے غدار اور دشمن کے جاسوس براجمان

میں اُسے بیرونی مددگار تباہی سے نہیں بچا سکتے۔ میں نے اپنی آنکھوں سے
غرناطہ کی آزادی کے ٹمٹماتے ہوئے چراغوں کو بجھتے دیکھا تھا ـــــــ میں اس
عظیم انسان کا انجام دیکھ چکا ہوں جو اہلِ غرناطہ کے پاس آخری انتباہ کے لیے
آیا تھا ـــــــ اور اس کے بعد اندلس کے ایک ایک ذرّے سے عشق
رکھنے کے باوجود میں یہ محسوس کرتا تھا کہ اہلِ غرناطہ اپنی تباہی کے راستے
کی آخری منزل میں داخل ہو چکے ہیں ـــــــ

ابوالحسن! میں خاص طور پر تمہیں بتا دینا چاہتا ہوں اب اندلس کی
تاریخ آہستہ آہستہ ہمارے ماضی کی داستان بن جائے گی۔ مستقبل میں
بہت کم مؤرخ ایسے ہوں گے، جو ظلم کی چکی میں پستے ہوئے مسلمانوں کی
چیخ پکار کو کوئی اہمیت دیں گے ـــــــ اور سمندر پار کوئی کلیسا کی آگ میں
بھسم ہونے والوں کی چیخیں بھی نہیں سن سکے گا ـــــــ پھر یہ چیخیں
آہستہ آہستہ خاموش ہو جائیں گی اور ان کی تاریخ کے آخری دَور کے
واقعات افسانے بن جائیں گے ـــــــ ہاں! یہ سرزمین، جہاں ہم نے
پناہ لی ہے، ہمارا حال بھی ہے اور مستقبل بھی ـــــــ ترکوں کی عظیم
سلطنت جو مشرق و مغرب میں پھیلی ہوئی ہے، ایک ایسا حصار ہے جس کی
آہنی دیواریں زمانے کے ہر سیلاب کو روک سکتی ہیں۔ ضرورت اس بات
کی ہے کہ جس طرح مسلمانوں کے خلاف یورپ کی عیسائی سلطنتیں متحد و منظم
ہو رہی ہیں، اسی طرح ہم بھی ایک ہو جائیں ـــــــ اب اگر کوئی معجزہ اُندلس
کے مسلمانوں کو مزید تباہی سے بچا سکتا ہے تو وہ یہی ہو سکتا ہے کہ اندلس کے
واقعات نے پورے عالمِ اسلام کو بیدار کر دیا ہے ـــــــ

سردست ہماری اوّلین ذمہ داری یہ ہے کہ ہم مشرق و مغرب میں کسی

محاذ پر ترکوں کا پرچم سرنگوں نہ ہونے دیں ـــــــ میں یہ چاہتا ہوں کہ
تمہیں اور تمہارے ساتھ آنے والوں کو کسی تاخیر کے بغیر فوج میں شامل
کر دیا جائے اور مجھے یقین ہے کہ چند ہفتے تربیت حاصل کرنے کے بعد
تمہیں کوئی اہم ذمہ داری سونپ دی جائے گی اور پھر تم اور سعادیہ محسوس
کرو گے کہ یہ دنیا بہت وسیع ہے اور ترکوں کی عظیم مملکت میں کئی ممالک
ایسے ہیں جہاں تم اور تمہاری آئندہ نسلیں اس خوف کے بغیر سانس لے
سکیں گی کہ کلیسا کی آگ ان کی بستیوں اور شہروں سے بہت دُور ہے اور
صرف یہی نہیں بلکہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اسپین کے مظلوم مسلمانوں کے
حق میں بھی تمہاری آواز بہت مؤثر ثابت ہوگی۔ ـــــــ

سلمان نمازِ مغرب کی اذان تک بولتا رہا اور ابوالحسن اور سعادیہ
محسوس کر رہے تھے کہ مستقبل کے افق سے تاریکی کے بادل چھٹ
رہے ہیں۔

زمانے کے اندھیرے اور اُجالے

اندلس میں سیرا دریجا اور سیرا رندہ کے مجاہدین لے الفجارہ کے باشندوں کی نسبت زیادہ عزم اور شجاعت کا ثبوت دیا۔ وہ اچانک کسی گھاٹی پر نصرانی لشکر کے اگلے پچھلے یا درمیانی حصے پر حملہ کردیتے اور اسے بھاری نقصان پہنچانے کے بعد چٹانوں کی اوٹ میں غائب ہوجاتے ——— وہ کسی پہاڑی کی چوٹی سے نمودار ہوتے اور نیچے کسی تنگ وادی سے گزرنے والے دشمن پر تیروں اور پتھروں کی بارش شروع کردیتے۔

فرڈی نینڈ کو اپنے نقصانات کی اطلاعات ملتیں تو وہ زیمنیس کو ان ساری مصیبتوں کا ذمہ دار ٹھہراتا، لیکن ملکہ ازابیلا کو اس سنگ دل راہب کے ساتھ غایت درجہ کی عقیدت تھی۔ وہ ہر معاملے میں اس کی طرف داری کرتی اور فرڈی نینڈ خون کے گھونٹ پی کر رہ جاتا ———

غیور قبائل کے مجاہدین چند مہینے انتہائی پامردی سے دشمن کا مقابلہ کرتے رہے۔ بالآخر نصرانی افواج کی بڑھتی ہوئی تعداد، درپے درپے حملوں نے انھیں پسپا ہونے پر مجبور کردیا۔

وہ چاروں اطراف سے سمٹ کر ایک دشوار گزار پہاڑی علاقے میں جمع ہونے لگے اور ایک روز جب النجو کا لشکر غروب آفتاب سے قبل آخری فتح کی امید

پر آگے بڑھا تو اُسے راستے کے تنگ دروں میں ایک غیر متوقع مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔ پھر جوں جوں پہاڑوں کے سائے مشرق کی طرف بھاگ رہے تھے اور تنگ وادیوں میں شام کی سیاہی پھیل رہی تھی، النجو اور اس کے آزمودہ کار سالاروں کی پریشانی اضطراب اور خوف میں تبدیل ہو رہی تھی۔

جب رات ہوگئی تو انھیں چاروں طرف سے اللہ اکبر کے نعرے سُنائی دینے لگے۔ اس کے ساتھ ہی تیروں اور پتھروں کی بارش شروع ہوئی اور وہ یہ محسوس کرنے لگے کہ ان کے خلاف پورا پہاڑ حرکت میں آچکا ہے ——— یہ ایک ایسا علاقہ تھا جس میں رات کے وقت مقامی لوگ بھی بڑی احتیاط سے قدم رکھتے تھے ——— پہاڑ کے دامن کے گھٹا ٹوپ اندھیرے میں کئی مقامات پر جھڑپیں ہوئیں اور کئی جھڑپوں میں نصرانی اپنے ہی آدمیوں کے ہاتھوں مارے گئے۔

غرناطہ میں فرڈی نینڈ باغیوں کے ساتھ اپنے آزمودہ کار جرنیل کی فیصلہ کُن جنگ کی خبر سننے کے لیے اس قدر بے تاب تھا کہ اس نے ساری رات آنکھوں میں کاٹی تھی ——— قاصد کبوتر کے ذریعے اسے فوج کی اگلی چوکی سے گزشتہ دوپہر کے وقت یہ پیغام ملا تھا کہ دشمن ہر محاذ سے پسپا ہو رہا ہے اور ہم شام سے پہلے آپ کو ایک عظیم فتح کی خوش خبری دے سکیں گے اور غروب آفتاب کے قریب اسے جو آخری پیغام ملا تھا، وہ یہ تھا کہ ہمارا لشکر ایک دشوار گزار علاقے میں پیش قدمی کر رہا ہے ——— اس کے بعد اسے کوئی خبر نہ ملی۔

بالآخر اگلی شام ایک افسر اور چند سوار فرڈی نینڈ اور ملکہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انھوں نے اطلاع دی کہ ہم جنگ جیت چکے تھے، لیکن رات کی تاریکی میں دشمن نے اچانک ہمیں، چاروں طرف سے گھیر لیا ——— سپہ سالار

اپنے محافظ دستوں سے کٹ چکا تھا۔ علی الصباح ایک کھڈ میں ہمیں اُس کی لاش ملی تھی ——— ہمارے ایک تہائی سے زیادہ آدمی مارے جا چکے ہیں۔ زخمیوں کو غرناطہ پہنچانے کا اِنتظام کیا جا رہا ہے۔ میدانِ جنگ کے آس پاس دشمن کا کوئی آدمی دکھائی نہیں دیتا اور یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ وہ کس پہاڑ یا وادی میں جمع ہو رہے ہیں۔

کلیسا اور حکومت کے نزدیک یہ حادثہ اتنا بڑا تھا کہ فرڈی نینڈ نے بذاتِ خود میدان میں آنے کا فیصلہ کیا ——— لیکن یہ محسوس کرتے ہوئے کہ اس علاقے کی ہر چٹان اور گھاٹی قبائلی مجاہدین کے لیے ایک قلعے کا کام دیتی ہے اور شکست خوردہ لشکر کی حالت سے تازہ دم سپاہیوں کے حوصلے بھی پست ہو رہے ہیں، اس نے مصالحت کی گفتگو کو جنگ جاری رکھنے پر ترجیح دی۔

سیرا ورمیجا کے اکابر کے ساتھ گفت و شنید کے بعد یہ اعلان ہُوا کہ مسلمان فی کس دس دوکٹ ادا کر کے ہجرت کر سکتے ہیں، ورنہ انھیں عیسائی مذہب اختیار کرنا پڑے گا۔

مسلمان ہجرت کی شرط مان لینے پر مجبور ہو گئے اور فرڈی نینڈ کو پھر سنبھلنے کا موقع مل گیا ———

ایسے خوش نصیب لوگوں کی تعداد بہت کم تھی جو یہ رقم ادا کر سکتے تھے۔ چنانچہ ان کی بیشتر آبادی کو جبراً عیسائی بنا لیا گیا۔ اس کے بعد سیرا رندہ کے مسلمانوں کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہوا ———

کوہستان کی پہلی بغاوت ختم ہو چکی تھی۔ فرڈی نینڈ نے نئے عیسائیوں کی دلجوئی کے لیے ۳۰ جولائی ۱۵۰۰ء کو یہ اعلان کیا کہ وہ اپنے حقوق و فرائض

کے معاملات میں ہر لحاظ سے پُرانے عیسائیوں کے برابر ہیں، لیکن یکم ستمبر ۱۵۰۱ء کو حکومت کی طرف سے یہ اعلان ہوا کہ مورسکو یا نو عیسائی اپنے پاس ہتھیار نہ رکھیں۔ اس حکم کی خلاف ورزی کرنے والوں کو پہلی بار دو ماہ قید کی سزا دی جائے گی اور اس کی جائیداد ضبط کر لی جائے گی۔ دوبارہ جرم کرنے والوں کو موت کی سزا دی جائے گی ———

اب سلطنتِ غرناطہ کے مسلمان یا تو ہجرت کر چکے تھے یا عیسائی ہو گئے تھے اور مورسکو کہلاتے تھے لیکن کچھ ایسے بھی تھے جو پہاڑوں میں روپوش ہو چکے تھے۔

باقی ہسپانیہ کے مسلمانوں کی حالت اہلِ غرناطہ[1] سے کچھ مختلف تھی۔ صدیوں سے قسطلہ کی حدود کے اندر رہنے والے مسلمانوں کے عیسائیوں کے ساتھ معاہدات چلے آتے تھے۔ اُن کے اسلاف نے ہتھیار ڈالنے سے قبل عیسائی حکمرانوں سے اس قسم کی شرائط منوالی تھیں کہ ان کے مذہب میں مداخلت نہیں کی جائے گی ——— لیکن اب انھیں احساس ہو رہا تھا کہ ان کے معاہدوں کی تقدیس ان کے الفاظ یا لکھنے والوں کی قسموں کی وجہ سے قائم نہ تھی بلکہ یہ صرف اُس وقت تک کوئی معنی رکھتے تھے جب تک حکومت کو کلیسا کے راستے میں غرناطہ کی دیوار حائل نظر آتی تھی ———

۱۵۰۲ء میں قسطلہ میں بھی یہ فرمان جاری کیا گیا کہ اپریل تک تمام مسلمان عیسائی ہو جائیں یا ملک چھوڑ دیں ——— پھر اُن کے لیے ہجرت ناممکن بنا دی

---

[1] یہاں اہلِ غرناطہ سے مراد صرف غرناطہ شہر کے باشندے ہی نہیں بلکہ یہ لفظ اندلس کی آخری اسلامی سلطنت کے تمام باشندوں کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔

کی غرض سے یہ حکم بھی جاری کیا گیا کہ وہ مسلمان ملک چھوڑ سکتے ہیں جن کی عمر ۱۴ سال سے زیادہ ہو اور اپنے ساتھ ان عورتوں کو لے جا سکتے ہیں جن کی عمر ۱۲ سال سے زیادہ ہو یعنی چودہ سال سے کم عمر کے لڑکے اور بارہ سال سے کم عمر کی لڑکیاں ہجرت نہیں کر سکتیں کیونکہ کلیسا کا خیال تھا کہ بچوں کو اپنے والدین سے جُدا کر کے انھیں عیسائیت کے سانچے میں ڈھالنا زیادہ آسان ہوگا۔

اس کے علاوہ انھیں یہ حکم بھی دیا گیا تھا کہ وہ اپنے ساتھ سونا اور چاندی نہیں لے جا سکتے اور بسکے کی بندرگاہ کے سوا کسی اور جگہ سے جہاز پر سوار نہیں ہو سکتے۔ اس آخری حکم کی خلاف ورزی کی سزا موت تھی۔

○

الجزائر پہنچنے کے بعد ابوالحسن، سعاد اور اُن کے ساتھی اپنی کتابِ زندگی کا نیا ورق اُلٹ چکے تھے۔

ابوالحسن ترکوں کی بری فوج میں بھرتی ہو کر ساحل کی ایک چوکی کا محافظ بن چکا تھا۔ دو سال کی کارگزاری کے صلے میں اسے ترقی دے کر ایک اہم قلعے کا کمانڈر بنا دیا گیا تھا —— اور اس کی بیوی اور ایک بچہ جو سلمان کے گھر میں رہتے تھے، وہاں منتقل ہو چکے تھے۔

اسمآ اور منصور کی شادی ہو چکی تھی۔ عثمان کو بھی ایک علیحدہ جنگی جہاز کی کمان مل گئی تھی اور وہ اندلس کی ایک مہاجر لڑکی سے شادی کر چکا تھا۔

ڈان کارلو اور دوسرے مورسکو جوانوں کو جو ابوالحسن کے ساتھ آتے تھے، ترکی جہازوں پر ملازمت مل گئی تھی اور ان کے خاندان یونان کے ساحل پر آباد ہو گئے تھے۔

بلنسیہ اور الفجارہ سے آنے والے کاشتکاروں کی اکثریت کو بلغاریہ، رومانیہ اور سرویا کے ممالک میں زمینیں مل گئی تھیں۔

یہ لوگ جنھوں نے اندلس میں تاریک دور کی ابتدا دیکھی تھی، مشرق میں ترکوں کے نیّرِ اقبال کی تابانیاں دیکھ رہے تھے۔

ان میں سے جو معمر تھے اور کھیتی باڑی یا غلہ بانی کے سوا اور کچھ نہیں کر سکتے تھے، وہ اپنی زندگی کے آخری ایام میں مغرب کی سمت اپنے فرزندوں کی پیشقدمی کی داستانیں سُنا کرتے اور جو جوان تھے وہ بلقان کے کوہستانوں اور ہنگری کے میدانوں میں فتوحات کے پرچم گاڑ رہے تھے اور پھر ان کے پوتے اور نواسے ان عساکر کے ساتھ تھے جو سلیمان عالیشان کے عہد میں وی آنا کے دروازوں پر دستک دے رہے تھے ——

اندلس کے مہاجرین جو بربر جہازرانوں[1] کے ساتھ تھے یا ترکی بیڑے میں شامل ہوئے تھے، ان کی اور ان کے بیٹوں اور پوتوں کی کامرانیوں کے تذکرے کے لیے ایک علیحدہ کتاب کی ضرورت ہے۔

امیر البحر کمال رئیس نے اسپین کے کئی ساحلی علاقوں پر حملے کیے اور انھیں تباہ اور ویران کر دیا۔ اس نے ہزاروں پناہ گزینوں کو نکال کر مشرقی بحیرۂ روم کے ممالک میں آباد کیا۔ ساحلِ بربر کے جہاز ران اپنے اپنے طور پر دُور دُور تک حملے کیا کرتے تھے اور بعض اوقات وہ سکاٹ لینڈ کے ساحلی علاقوں پر بھی ٹوٹ پڑتے تھے۔

خیر الدین جسے اہلِ مغرب باربروسا کہتے ہیں، اُن آزاد جہازرانوں میں ایک

---

[1] ساحل بربر کے جہازرانوں کو مغربی مورخ ہمیشہ بحری قزاق کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

تھا جو سمندر کو اپنی سلطنت سمجھتے تھے۔

سلطان سلیم کے آخری ایام میں خیرالدین آزاد جہازرانوں اور بحری قزاقوں کی ایک جماعت کے ساتھ ترکوں کی بحریہ میں شامل ہوگیا اور اسے سلطان کی طرف سے بیلر بیگی کا خطاب اور جھنڈا عطا ہوا۔

امیر البحر کمال رئیس کے بعد خیرالدین ترکی کا عظیم ترین امیر البحر تھا۔ اس نے افریقہ کے ساحل پر چھوٹی چھوٹی خود مختار ریاستیں متحد کر دیں اور ساحلِ بربر کے تمام جہاز ران ترک بحریہ میں شامل کر لیے۔

اس نے فرڈی نینڈ کے نواسے شہنشاہ چارلس پنجم کے مشہور امیر البحر ڈوریا کو ایک عبرت ناک شکست دی اور اس کے ایک کپتان نے جنیوا کے بیڑے کو تباہ کر دیا ——— خیرالدین اب خیرالدین پاشا بن چکا تھا۔ جب وہ شاندار فتوحات کے بعد قسطنطنیہ پہنچا تو سلطان سلیمان عالیشان نے اسے کپتان پاشا کا اعزاز دیا جو ترکی کے بحری بیڑے میں سب سے بڑا اعزاز تھا۔

۱۵۳۴ء کے موسمِ بہار میں اس نے اٹلی کا رُخ کیا اور ریگیو، سلارو، سپرلونگا اور فونڈی پر قبضہ کرنے کے بعد نیپلز کے بیڑے کو تباہ کر دیا کیونکہ اٹلی اور نیپلز کے بیڑے اسپین سے مل کر سابقہ معرکوں میں ترکوں کے خلاف لڑے تھے۔

ان مہموں سے فارغ ہو کر ترکی امیر البحر نے افریقہ کے ساحل پر بحریہ کے لیے ایک مضبوط مرکز کی ضرورت محسوس کرتے ہوئے تیونس پر قبضہ کر لیا اور ان حکمرانوں سے نجات حاصل کر لی جن کی وفاداری مشکوک تھی۔ اس کے بعد اس نے اطمینان سے اسپین کا رُخ کیا اور اسپین کے مشرق کی سمت جزیرہ منورقہ پر قبضہ کر لیا۔

خیرالدین کی بار بار بحیرۂ روم کے عیسائی ممالک کے بیڑوں سے الجھنے کی وجہ یہ بھی تھی کہ وہ جب بھی اسپین کی طرف پیش قدمی کرتا تھا، یورپ اور اس کے حلیفوں کے بیڑے عقب سے حملہ کر دیتے تھے اور خیرالدین کو اُن کی گوشمالی کے لیے اسپین پر چڑھائی کا کام ادھورا چھوڑنا پڑتا تھا۔

اسپین میں اس کی سب سے بڑی کامیابی یہ تھی کہ اس نے ستر ہزار مہاجرین کو وہاں سے نکال کر ساحلِ بربر پر آباد کیا تھا۔

اسپین سے بھاگنے والے مورسکو اپنے ساتھ کئی پادریوں اور عیسائی رؤسا کو بھی پکڑ لاتے تھے جن کے عوض بعض قیدیوں کا تبادلہ کر لیا جاتا تھا۔

خیرالدین کے بعد امیر البحر "تورغت" ترکی کا ایک انتہائی کامیاب جہاز ران تھا جس کے نام سے جنوب مغربی ممالک کی ساحلی آبادیوں کے باشندے لرز اُٹھتے تھے، لیکن بحر و بر میں ترکوں اور ان کے بربر حلیفوں کی عظیم ترین فتوحات سے اندلس کے چند ہزار یا چند لاکھ مسلمانوں کو تو غلامی سے نجات مل گئی، لیکن مجموعی طور پر یہ کامرانیاں اس بدنصیب ملک کے مسلمانوں کی تقدیر نہ بدل سکیں۔



سپین میں جبراً اصطباغ لینے والوں میں سے اکثر ایسے تھے جو آخری وقت تک اپنے آپ کو یہ دھوکا دیتے رہے تھے کہ وہ دل سے مسلمان رہیں گے اور دکھاوے کے لیے نصرانیوں کی مذہبی رسُومات پوری کرتے رہیں گے۔ ان لوگوں کے نام اور لباس بدل دیئے گئے تھے۔ یہ گرجے میں عیسائی پادریوں کے ساتھ عبادت کرتے تھے اور اپنے گھروں میں بند دروازوں کے پیچھے چھپ کر نمازیں ادا کرتے تھے۔ چوری چوری اپنے جانور ذبح کرتے تھے۔ انتہیٰ

شادی کی رسومات گرجے میں ادا کرنا پڑتی تھیں لیکن گھر آ کر وہ اسلامی شریعت کے مطابق نکاح پڑھواتے اور دولھا اور دلہن عربی لباس پہن لیتے تھے لیکن ایسے معاملات میں سخت رازداری برتی جاتی تھی۔

کلیسا کو اس بات کا بہت ملال تھا کہ انھوں نے عیسائی ہو کر اپنا مال و دولت بچا لیا ہے۔ چنانچہ ہزاروں سر منڈے راہب، جن کے لیے بے بس لوگوں سے روپیہ بٹورنا ذریعۂ روزگار بن چکا تھا، صبح شام کسی موٹے شکار کی تلاش میں سرگرداں رہتے تھے۔ کسی مورسکو کے خلاف کوئی تہمت لگانا یا کسی کو دھمکی دے کر اس کے خلاف بیان لینا کچھ مشکل نہ تھا۔ ملزم کی گرفتاری کے ساتھ ہی اس کی دولت ضبط کر لی جاتی تھی، پھر اس پر الزام خواہ کچھ ہو، وہ اور اس کے وارث جائیداد سے ہمیشہ کے لیے محروم ہو جاتے تھے۔

اُس زمانے میں عیسائیوں کے نزدیک غسل کرنا بھی ایک گناہ سمجھا جاتا تھا اس لیے اگر انکوی زیشن کے شعبۂ سُراغ رسانی کو کسی مورسکو کے متعلق یہ شبہ ہو جاتا کہ وہ غسل کرتا ہے، تو وہ اذیت خانے میں پہنچ جاتا۔ مورسکو اس جُرم میں بھی گرفتار کر لیے جاتے تھے کہ وہ گوشت چھیچھڑوں سمیت نہیں کھاتے یعنی چھیچھڑے اتار کر پھینک دیتے ہیں۔ اگر کوئی مردہ جانور کے گوشت سے نفرت کرتا یا مُردہ جانور کو کھانے کی بجائے زمین میں دبا دیتا تو اسے بھی قابلِ سزا سمجھا جاتا۔

لوگوں کے خوف و ہراس کا یہ عالم تھا کہ انھیں ناکردہ گناہوں کی سزا سے بچنے کے لیے بھاری رشوتیں دینا پڑتی تھیں ——— اور یہ رشوتیں صرف انکوی زیشن کے جاسوسوں اور کارندوں تک ہی محدود نہ تھیں بلکہ انھیں اپنے علاقے کے ایک عام شہری سے لے کر بڑے جاگیردار اور حاکم کو خوش رکھنا پڑتا تھا۔

سپین میں کاشتکاری اور گلہ بانی کا بیشتر دارومدار اُن پر تھا۔ وہ جفاکش، محنتی، ہنرمند اور کفایت شعار تھے اور اسپینی عیسائی آقاؤں کے ہاتھوں بار بار لُٹنے کے بعد بھی وہ اپنے پاؤں پر کھڑے ہو جاتے تھے۔

یہ بات کتنی عجیب ہے کہ یہ لوگ جو صدیوں کی حکمرانی اور عیش و آرام کی زندگی کے ایام میں اپنے دین سے بیگانہ ہو گئے ——— جنھوں نے اپنی قدیم اور علاقائی منافرتوں کو اس وقت بھی زندہ رکھا تھا جب کہ دشمن کی تلوار ان کی شاہرگ کے قریب پہنچ چکی تھی، اب اپنی آزادی کھو بیٹھنے، اپنے قومی تشخص سے محروم ہو جانے کے بعد اپنے اسلاف کے دین کی طرف مائل ہو چکے تھے۔

عیسائیت قبول کرنے کے بعد مورسکو کہلانے کی ذلت اور ناکردہ گناہوں کے الزام میں اذیت ناک موت کے خوف نے انھیں یہی راستہ اختیار کرنے پر مجبور کر دیا تھا، دائمی ذلت کے احساس نے ان کے دلوں میں کلیسا اور انکوی زیشن کے خلاف ایک ضد اور ایک مستقل نفرت پیدا کر دی تھی۔

جنوری ۱۵۶۷ء یعنی سقوطِ غرناطہ کے ۷۵ سال بعد ایک ایسا فرمان جاری کیا گیا، جس کا مقصد ہی یہ تھا کہ مورسکو مشتعل ہو جائیں اور حکومت کو ان کے خلاف سختی برتنے اور مزید لوٹ کھسوٹ کا موقع مل جائے۔

فلپ ثانی کے اس فرمان میں مورسکو کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ وہ اپنے نئے لباس مسلمانوں کی طرز پر نہیں سلوا[1] سکتے۔ ان کی عورتوں کو نقاب ڈالنے یا برقع

---

[1] یہ احکام نئے نہیں تھے۔ ۱۵۱۱ء کے بعد کئی موقعوں پر اس قسم کے فرمان جاری ہو چکے تھے، لیکن کسی جگہ سختی سے اُن کا نفاذ نہیں ہوا تھا۔ مورسکو ان احکام سے فرار کا کوئی نہ کوئی راستہ ضرور نکال لیتے تھے۔ مثلاً اپنا عربی لباس تبدیل نہ کرنے کی صورت میں یا اپنے حمام بچانے کے لیے انھیں حکومت کو جرمانہ ادا کرنا پڑتا تھا اور وہ خوشی سے چندہ اکٹھا کر کے حکومت کا گھر پورا کر دیتے تھے ———

اوڑھنے کی ممانعت ہے۔ انھیں شادی بیاہ کی رسُومات اور ضیافتوں میں کلیسا کے احکام پر عمل کرنا ہوگا۔ ان تقریبات کے موقعوں پر اور جمعہ کے دن وہ اپنے گھروں کے دروازے کھلے رکھیں تاکہ پادری جب چاہیں معاینہ کرسکیں۔ بچوں کے نام اسلامی نہیں ہوں گے۔ کسی کو مہندی لگانے کی اجازت نہیں ہوگی۔ تمام حمام مسمار کردیے جائیں۔ کوئی انھیں استعمال نہیں کرسکتا۔

انھیں یہ حکم بھی دیا گیا تھا کہ وہ تین سال کے اندر اندر اسپینی زبان سیکھ لیں، اس کے بعد کسی کو عربی بولنے، لکھنے یا پڑھنے کی اجازت نہیں ہوگی اور عربی میں لکھی ہوئی ہر دستاویز کالعدم سمجھی جائے گی۔

مورسکو اپنی آزادی کھو چکے تھے۔ اپنی جائیدادوں سے محروم ہو چکے تھے۔ ان کی تہذیب مسخ ہو رہی تھی اور اب ان کے لیے وہ زبان بھی ممنوع قرار دی جا رہی تھی جو اپنے ماضی کے ساتھ ان کا واحد رشتہ اور اسلامی دنیا کے ساتھ تعلق قائم رکھنے کا واحد ذریعہ تھی۔



غرناطہ کا فوجی گورنر مارکوئس آف مونڈیجار ایک تجربہ کار سپاہی تھا اور اس نے بغاوت کا خطرہ محسوس کرتے ہوئے کلیسا کے اکابر کو یہ سمجھانے کی کوشش کی تھی کہ وہ اس قسم کے سخت احکامات نافذ کرنے میں جلد بازی سے کام نہ لیں لیکن فلپ ثانی راہبوں کو خوش کرنے پر تلا ہوا تھا۔

یہ فرمان اونٹ کی پیٹھ پر آخری تنکا ثابت ہوا اور وہ معرکہ شروع ہوگیا جسے مغربی مورخ غرناطہ کی دوسری بغاوت کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

۲۳ر دسمبر ۱۵۶۸ء کو غرناطہ پر باغیوں کا حملہ بڑا زوردار تھا لیکن البسین

کی مورسکو آبادی نے ان کا ساتھ نہ دیا اور وہ شہر پر قبضہ نہ کرسکے — تاہم کوہستانی علاقوں میں باغیوں کو غیر معمولی کامیابیاں حاصل ہوئیں۔

باغیوں کی اعانت کے لیے الجزائر کا وائسرائے رضاکاروں کے دستے اور اسلحہ بھیج رہا تھا اور ترکوں کے بربر حلیفوں کی طرف سے بھی انھیں اسلحہ اور گولہ بارود مل رہا تھا — چنانچہ چند ہفتوں کے اندر اندر وہ ہزاروں راہب اور حکومت کی چوکیوں کے محافظ قتل ہو چکے تھے، جس کے اسلاف کلیسا کی آگ کو البجارہ کی وادیوں میں لے گئے تھے —

باغیوں نے غرناطہ کے ایک مورسکو "ڈان ہرنینڈو ڈی کارڈووا" کو اپنا راہنما بنا لیا۔ یہ شخص خلیفہ عبدالرحمٰن کی اولاد میں سے تھا لیکن غرناطہ میں اس کا ماضی ایسا نہیں تھا کہ کوہستانی قبائل کے سنجیدہ لوگ اپنی موت و حیات کی کشمکش میں اسے کسی ذمہ داری کے قابل سمجھتے تاہم اسے ایک اعلیٰ خاندان کا فرد سمجھتے ہوئے باغیوں نے دھوم دھام سے اس کی تاجپوشی کی اور اس کا نام ابنِ امیہ رکھا گیا۔

لیکن اجتماعی بقا کی یہ جنگ کسی بادشاہت کے لیے نہیں لڑی جا رہی تھی اور اس میں حصہ لینے والوں کا جوش اور ولولہ اس کے بلند مقاصد کی تکمیل کی صورت میں ہی جاری رہ سکتا تھا، لیکن ترک اور الجیریا کے رضاکار جو اہلِ اندلس کے جہادِ آزادی میں حصہ لینے آئے تھے، ابنِ امیہ کے ذاتی کردار سے متنفر ہوگئے اور کسی نے اس کا گلا گھونٹ کر مار دیا۔[1]

یہ بغاوت دو سال رہی اور اس کی سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ

---

[1] ایک روایت کے مطابق ابنِ امیہ نے دم توڑتے وقت یہ اعتراف کیا تھا کہ وہ دل سے عیسائی ہے اور صرف اپنے بعض ذاتی دشمنوں سے انتقام لینے کے لیے باغیوں کے ساتھ شامل ہوا تھا۔

باغی اندلس کے کسی ایک حصّے میں کوئی شاندار کامیابی حاصل کرنے کے بعد چند دنوں کے لیے مطمئن ہو جاتے۔ پھر حکومت کی طرف غرناطہ کے مورسکو ایلچی بن کر جاتے تھے اور باغی عام معافی کے اعلان پر ہتھیار پھینک دیتے۔

پھر کسی شہر میں نصرانیوں کا لشکر جمع ہوتا اور مورسکو باغیوں کو یہ حکم دیا جاتا کہ ان کے مرد فوج کی حفاظت میں ایک عارضی مدّت کے لیے فلاں شہر چلے جائیں۔ اس کے بعد ان کی عورتیں اور بچّے ان کے پاس بھیج دیے جائیں گے جب حکومت کو یہ اطمینان ہو جائے گا کہ اب کسی بد امنی کا کوئی خطرہ نہیں تو وہ اطمینان سے اپنے گھروں میں واپس آسکیں گے —— پھر عورتوں اور بچوں کو غلام بنا لیا جاتا تھا اور مویشیوں کی طرح فروخت کیا جاتا تھا

اس ظلم کے خلاف کسی اور علاقے میں انتقام کی آگ بھڑک اُٹھتی تھی —— مونڈیجار ایک تجربہ کار سپاہی تھا اور بلا وجہ کسی پر ظلم کرنا مناسب نہیں سمجھتا تھا۔ اس کی یہ خواہش تھی کہ باغی ہتھیار ڈال دیں اور اُن کے دوبارہ اُٹھنے کا امکان باقی نہ رہے۔

دوسری طرف فلپ ثانی کی حکمتِ عملی پر اُن راہبوں کی خواہشات غالب آچکی تھیں جو اندلس میں مورسکوز کو بھی مسلمانوں کی آخری نِشانی سمجھ کر مٹا دینا چاہتے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ یہ بغاوت سیرا نوادا، رندہ، درمیجا کے کوہستانوں سے لے کر مرسیہ، بیغہ اور وادی آش تک پھیل گئی اور کلیسا کے محافظ اندلس میں ایک خوفناک انقلاب کے آثار دیکھنے لگے۔

لیکن یہ اس لشکر کی جنگ تھی جس کا کوئی مرکز نہ تھا۔ مورسکوز نے قریبًا پون صدی سے کسی باقاعدہ جنگ میں حصّہ نہیں لیا تھا۔ وہ اسلحہ کے اِستعمال سے ناواقف ہو چکے تھے۔ تاہم وہ موت و حیات سے بے پروا ہو کر مختلف

مقامات پر لڑتے رہے۔ اگر کسی مقام پر کوئی منظم مدافعت ہوئی یا نصرانیوں کو پسپا ہونا پڑا تو باغیوں کی یہ کامیابیاں ان ترک اور الجزائری رضاکاروں کی راہنمائی کا نتیجہ تھیں جو جنگوں کا تجربہ رکھتے تھے۔

فلپ نے اپنے نقصانات اور جنگ کی طوالت سے پریشان ہو کر اپنے سوتیلے بھائی ڈان جان آف آسٹریا[1] کو لشکر کی کمان سونپ دی اور اپنی تمام افواج میدانِ جنگ میں جھونک دیں۔

ساحل کی حفاظت کے لیے ڈان جان کو ہسپانیہ کی مدد کے لیے اطالیہ کا بیڑا مل گیا۔ ڈان جان نے بذاتِ خود میدانِ جنگ میں لشکر کی راہنمائی کی اور تھکے ہارے سپاہیوں میں ایک نیا ولولہ پیدا کرنے کے لیے ان کی تنخواہوں میں اضافے کا اعلان کر دیا۔ تاہم ڈان جان کو قدم قدم پر شدید مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا —— اندلس کے مقہور و مجبور انسانوں میں برسوں کے مظالم نے کوئی ایسی قوّت پیدا کر دی تھی جو حکومت اور کلیسا کی توقع کے سراسر خلاف تھی۔ لیکن مورسکوز کا المیہ یہی نہیں تھا کہ وہ پون صدی سے اسلحہ سے محروم چلے آتے تھے اور جنگ کے نئے طریقوں سے اس قدر ناواقف ہو چکے تھے کہ وہ کسی میدان میں اپنی اجتماعی قوّت کا مظاہرہ کرنے سے قاصر رہے —— بلکہ سب سے عظیم المیہ یہ تھا کہ عین اس وقت جبکہ ترکوں کی فوجی مداخلت[2] اس جنگ میں ایک

---

[1] چارلس پنجم کا یہ بیٹا ایک جرمن خاتون باربرا بلوم برگ سے پیدا ہوا تھا۔

[2] اس زمانے میں اسپین میں وینس کا سفیر لیونارڈز ڈونیٹو لکھتا ہے کہ اگر ترک وینس پر حملہ کرنے کی بجائے مورسکوز کی اعانت کے لیے اسپین پر حملہ کر دیتے تو یہ باغی وہاں ایسی آگ لگا دیتے جسے بجھانا ناممکن ہو جاتا۔ جب یہ بغاوت مرسیہ، قتلونیہ، اور ارغون وغیرہ میں پھیل جاتی تو فرانس

(باقی نوٹ اگلے صفحہ پر)

فیصلہ کن عنصر ثابت ہو سکتی تھی، وہ دوسرے محاذوں پر مصروف ہو گئے تھے ——— اور صرف الجزائری اور ترک رضاکاروں کے چند دستے وہاں پہنچ سکے۔

تاہم ساحل بربر کے جہاز ران باقاعدہ انھیں اسلحہ پہنچاتے رہے اور اسپین اور اطالیہ کے بیڑے ان کا راستہ نہ روک سکے۔

مارچ ۱۵۷۱ء یعنی جنگ کے آغاز سے اڑھائی سال بعد باغیوں کا آخری سردار ابو عبداللہ ایک ایسے غدار کے ہاتھوں قتل ہوا جو غرناطہ کے کارڈینل بشپ کے ساتھ اپنے ضمیر کا سودا کر چکا تھا ——— اور چھ ماہ مزید مقابلہ کرنے کے بعد باغیوں کی ہمت جواب دے گئی ——— پھر مغلوب ہونے والے اس تشدد کا سامنا کر رہے تھے جس کی نظیر مغرب کی تاریخ کے کسی اور دور میں نہیں ملتی ———

کوہستانی علاقے میں جو بستی نصرانی فوج کے سامنے آتی، اسے تباہ و برباد کر دیا جاتا تھا۔ جو مرد گرفتار ہوتا تھا، وہ یا تو قتل کر دیا جاتا تھا یا پابہ زنجیر جہازوں پر مشقت کے لیے بھیج دیا جاتا تھا۔ بچوں اور عورتوں کو غلام بنالیا جاتا تھا ———

پہاڑوں کی ایک ایک کھوہ تلاش کی جاتی تھی جو لوگ غاروں سے باہر نکل آتے تھے، انھیں بے دریغ قتل کر دیا جاتا تھا۔ جو اندر رہ جاتے تھے

کے ہیوگو ناٹ فرقہ کے لوگ جو اسپین کے کیتھولک چرچ کے ازلی دشمن تھے، شمال سے پہاڑ عبور کر کے مورسکوز باغیوں کے ساتھ مل جاتے تو پورے اسپین میں تباہی مچا دیتے ——— وینس کے سفیر کی یہ بات اس لیے بھی قابلِ یقین معلوم ہوتی ہے کہ اہلِ فرانس یورپ کی جنگوں میں ترکوں کے طرف دار تھے ——— اگر ترک آسٹریا میں اپنی قوت ضائع کرنے کی بجائے خشکی کے راستے اسپین کا رُخ کرتے تو راستے میں فرانس ان کا حلیف ہوتا اور پھر شاید مغربی دُنیا کی تاریخ اس سے مختلف ہوتی۔

وہ باہر آگ جلا کر ہلاک کر دیے جاتے تھے۔

اس کے بعد صوبہ غرناطہ کی تمام رہی سہی مورسکو آبادی کو وہاں سے نکالنے کی تجویز پر عمل ہوا اور یہ حکم جاری کیا گیا کہ اگر سولہ سال سے زائد عمر کا کوئی مرد غرناطہ سے تیس میل کے دائرے میں دیکھا گیا تو اسے موت کی سزا دی جائے گی اور اگر نو سال سے زائد عمر کی کوئی لڑکی اس رقبے میں پائی گئی تو اسے کنیز بنالیا جائے گا۔ چنانچہ مورسکوز کو بھیڑ بکریوں کی طرح قسطلہ اور دوسرے شمالی علاقوں میں ہانک دیا گیا۔

ان میں سے بے شمار ایسے تھے جو راستوں میں بھوک اور سردی سے ہلاک ہو گئے۔ جو لاوارث بچے وہ اپنے پیچھے چھوڑ آئے تھے انھیں پرانے عیسائیوں کے سپرد کر دیا گیا تھا تاکہ وہ انھیں تعلیم و تربیت سے عیسائی بنا کر ثوابِ آخرت حاصل کریں ——— لیکن اس کا عملی نتیجہ یہ نکلا کہ وہ شہروں کی گلیوں میں بھیک مانگتے پھرتے تھے۔

۱۵۶۸ء کی بغاوت کی ناکامی کے بعد مورسکو جسمانی لحاظ سے مغلوب ہو چکے تھے ——— اس کے بعد کلیسا کے راہبوں کے لشکر اپنی روحانی برتری منوانے کے لیے میدان میں آ چکے تھے ——— اور انکوئی زیشن کی آگ کے شعلے آئے دن بلند ہوتے جا رہے تھے۔

مجرموں کو زندہ جلانے یا دوسری سزائیں دینے کی رسم انتہائی مقدس سمجھی جاتی تھی۔ یہ ایک قومی میلہ ہوتا تھا جس میں بادشاہوں سے لے کر ادنیٰ آدمیوں تک شرکت کرنا کارِ ثواب سمجھتے تھے اور اس کے نظم و ضبط کو بادشاہ ملکہ، امرائے سلطنت، محتسبِ اعظم اور کلیسا کے دوسرے اکابر کی شایانِ شان بنانے کے لیے باقاعدہ مشق کی جاتی تھی۔

مختلف الزامات میں سزا پانے والے ملزموں کو مسلح پہریداروں، انکوی زیشن کے افسروں اور راہبوں کے جلوس میں ایک خاص ترتیب سے نکالا جاتا تھا۔

پھر جس طرح قیصرانِ روم اور ان کے سینٹ کے ممبروں اور مذہبی کاہنوں کے سامنے ان کے معتوب غلاموں کو بھوکے شیروں کے سامنے ڈال دیا جاتا تھا، اسی طرح ہسپانوی شہنشاہ، اس کی رعایا اور مذہبی پیشواؤں کے سامنے بے گناہ[1] انسانوں کو آگ میں جلانے کی رسومات ادا کی جاتی تھیں ـــــ جب آگ کے شعلوں میں کسی بے گناہ کی چیخیں سُنائی دیتی تھیں تو لوگ اس بات پر خوشیاں مناتے تھے کہ انکوی زیشن نے ایک مقدس فریضہ ادا کر دیا ہے۔

اب مسلمانوں کی تاریخ ان بے بس انسانوں کی تاریخ تھی جن کے اسلاف نے اجتماعی ہلاکت کا راستہ اختیار کیا تھا۔ تاہم اس لُٹے ہوئے منتشر قافلے میں کہیں کہیں وہ لوگ بھی دکھائی دیتے ہیں جو تاریک راتوں میں شہابِ ثاقب کی طرح نمودار ہوتے تھے ـــــ جن کی جرأت، تھکے ہارے مسافروں کو ایک نیا عزم سفر عطا کرتی تھی۔

تاریخ کا طالب علم جب ان لوگوں کے عزم و ہمت کی داستانیں پڑھتا ہے جنھوں نے سولھویں صدی کے مختلف ادوار میں ظلم کے خلاف

---

[1] سزا پانے والوں کو سن بینیٹو پہنایا جاتا تھا اور سر پر لمبی مخروطی ٹوپی پہنائی جاتی تھی۔ جلائے جانے والوں کے لباس پر آگ کے شعلوں اور شیطان کی تصویریں بنائی جاتی تھیں۔ راہبوں کی سب سے بڑی کوشش یہ ہوتی تھی کہ جلنے والوں میں سے کوئی کلیسا کے متعلق نازیبا الفاظ نہ کہہ دے۔ اس لیے جن پر سخت کلامی کا شبہ ہوتا تھا، ان کے مُنہ اس طرح کس کر باندھ دیے جاتے تھے کہ ان کے حلق سے کوئی آواز نہ نکل سکے۔

آواز اٹھائی تھی اور اپنی زندگی اور موت سے بے پروا ہو کر کلیسا اور حکومت کا مقابلہ کیا تھا تو اس بات پر تعجب ہوتا ہے کہ ان کے اسلاف کو اس وقت کیا ہو گیا تھا جب غداروں کا ایک گروہ سرزمین اندلس پر ہمیشہ کے لیے ان کی قسمت کا فیصلہ کر رہا تھا۔

سولھویں صدی عیسوی کے ربع آخر اور سترھویں صدی کے ابتدائی چند سالوں کی تاریخ مورسکوز کی مظلومیت اور انکوی زیشن کے ناقابلِ بیان مظالم کی تاریخ ہے۔

اندلس کے مسلمان اپنے ماضی سے کٹ چکے تھے ـــــ حال سے مایوس اور مستقبل سے ناامید ہو چکے تھے۔ لیکن یہ کتنی عجیب بات ہے کہ وہ لوگ جنھوں نے صرف زندہ رہنے کے لیے اصطباغ لیا تھا، ایک صدی گزرنے کے باوجود بھی اپنے سینوں میں اسلام کے لیے ایک تڑپ محسوس کر رہے تھے، چنانچہ اندلس میں مورسکوز کے آخری ایام کی تاریخ ان لوگوں کے تذکرے سے خالی نہیں جو آگ کے سامنے کلمۂ شہادت پڑھتے ہوئے شہید ہوئے تھے:

○

فلپ سوئم کے دور میں حکومت اور کلیسا نے ۱۶۰۹ء میں یہ فیصلہ کیا کہ نئے عیسائیوں یعنی مورسکوز کا کسی بھی حالت میں اسپین کے اندر رہنا خطرناک ہے۔ کیونکہ ایک عام اندازے کے مطابق اس وقت بھی یہ حالت تھی کہ مورسکوز بیرونی حملہ آور کے لیے ایک لاکھ مددگار مہیا کر سکتے تھے ـــــ

سپین کو اب صرف ترکوں یا ساحل افریقہ کے مسلمانوں سے ہی نہیں بلکہ یورپ میں اپنے عیسائی حریفوں بالخصوص فرانس سے بہت خطرہ تھا۔ چنانچہ

موسمِ خزاں ۱۶۰۹ء سے مورسکوز آبادی کو سپین کے مختلف علاقوں سے باری باری ملک بدر کرنے کی ابتدا ہوئی۔ حکومت نے سب سے پہلے بلنسیہ کی طرف توجہ دی جہاں مورسکوز آبادی سب سے زیادہ اور سب سے خطرناک سمجھی جاتی تھی

جب انھیں ہانک کر جہازوں پر سوار کیا جا رہا تھا تو کلیسا کو اس بات پر حیرت تھی کہ وہ آہ و بکا کی بجائے خوشی کے ترانے گا رہے ہیں اور جو تھوڑا بہت اثاثہ اُن کے پاس رہ گیا تھا اسے اس خوشی میں لُٹا رہے ہیں کہ انھیں اپنی ذلت کے مسکن سے آزادی نصیب ہو رہی ہے۔

مورسکوز آبادی کے ایک حصّے نے ملک چھوڑنے سے اِنکار کر دیا اور پہاڑی علاقے میں بغاوت کر دی۔ حکومت کی افواج نے چند خونریز معرکوں کے بعد یہ بغاوت کچل دی جس میں ہزاروں مورسکوز مارے گئے۔

۱۶۱۰ء تک اندلوسیہ، غرناطہ، قسطلہ، ایلشرے ماڈورا اور ارغوان کے صوبے مورسکوز کے وجود سے خالی ہو چکے تھے۔ شمالی علاقوں سے ہزاروں آدمیوں نے کوہِ پیرینیز عبور کیا اور فرانس میں پناہ لی۔ ان میں سے جن کے پاس کچھ وسائل تھے، وہ فرانس سے ہجرت کر کے افریقہ پہنچ گئے اور باقی اِدھر اُدھر منتشر ہو کر بھکاریوں کی زندگی بسر کرتے رہے۔

چند سال ہسپانوی حکومت کی ساری توجہ مورسکوز آبادی کو ملک بدر کرنے پر مرکوز رہی لیکن اس کے باوجود یہ شکایت عام تھی کہ سپین ان کے وجود سے پاک نہیں ہوا ـــــ سپین جیسے ملک میں چند ہزار انسانوں کا پہاڑوں اور غیر آباد علاقوں میں چھپ رہنا مشکل بات نہ تھی۔ پھر بعض مورسکوز ایسے بھی تھے جو ایک راستے ملک سے باہر نکالے جاتے تھے اور دوسرے راستے واپس آجاتے

تھے۔ اس ذلت، رسوائی اور ظلم و تشدد کے باوجود اسپین کے سوا انھیں کوئی اور جائے پناہ نظر نہ آتی تھی۔

۱۶۱۴ء میں غرناطہ کے اسقفِ اعظم نے اعلان کیا کہ اب سپین مورسکوز آبادی کے وجود سے پاک ہو چکا ہے اور ہمیں دینِ مسیحؑ کی اتنی عظیم فتح پر خوشیاں منانی چاہئیں۔

یورپ کے مختلف مؤرخوں کے اندازوں کے مطابق سترھویں صدی کے ابتدائی سالوں میں اندلس سے ملک بدر کیے جانے والے مورسکوز کی آبادی پانچ سے لے کر دس لاکھ تک بیان کی جاتی ہے۔ اور یہ وہ لوگ ہیں جو حکومت کے انتظام میں نکالے گئے تھے۔

ان میں کئی بدنصیب ایسے بھی تھے جنھیں راستے میں ہی قتل کر کے سمندر میں پھینک دیا جاتا تھا۔ جو لوگ پیرینیز عبور کر کے فرانس پہنچ گئے تھے، وہ قتل ہونے سے تو بچ گئے، لیکن ان کی ساری پونجی لوٹ لی گئی تھی۔

جو مورسکو ساحلِ بربر پر اُتارے گئے تھے، وہ اپنے آبائی وطن یعنی ہسپانیہ کی طرح افریقی ممالک میں بھی اپنے آپ کو اجنبی محسوس کرتے تھے ـــــ ابتدا میں مقامی آبادی کی بے توجہی اور بے رُخی سے انھیں کافی مصائب کا سامنا کرنا پڑا لیکن آہستہ آہستہ اُن کے درمیان اسلام کے رشتے زندہ ہوتے گئے اور وہ ایک دوسرے کو بچھڑے ہوئے بھائیوں کی طرح دیکھنے کے عادی ہوتے گئے۔

اہلِ مراکش کا سپین کے ساتھ زیادہ قریبی رشتہ تھا اور مورسکو آبادی کی ایک بڑی تعداد ۱۶۰۸ء میں جلاوطنی کے احکامات جاری ہونے سے بہت پہلے ساحلِ بربر کے جہاز رانوں کی مدد سے وہاں منتقل ہو چکی تھی۔

یہ مہاجر، مقامی آبادی میں جذب ہوچکے تھے اور مورسکو کا لفظ ان کے لیے ایک گالی تھا۔ لیکن ان کی یہ امید مدتوں قائم رہی کہ وہ دوبارہ اندلس جاکر اپنے ویران گھر آباد کریں گے۔ چنانچہ مراکش میں بعض ایسے گھر اب بھی موجود ہیں جہاں دیواروں کے ساتھ اندلس کے ان مکانوں کے تالوں کی کنجیاں ابھی تک لٹک رہی ہیں جہاں صدیوں قبل ان کے اسلاف رہتے تھے ——

اسلامیانِ اندلس کی کتنی داستانیں ہیں جو ان زنگ آلود کنجیوں پر نقش ہیں۔

کسی مؤرخ نے ان بدنصیب لوگوں کے متعلق کچھ نہیں لکھا جنھیں غلام بناکر امریکہ بھیجا گیا تھا، لیکن آج بھی جنوبی امریکہ کے ممالک بالخصوص میکسیکو میں ایسے بے شمار لوگ موجود ہیں جنھیں دیکھ کر یہ محسوس ہوتا ہے کہ ان کی رگوں میں عرب یا بربر خون ہے۔

ہسپانیہ میں مورسکو کلی طور پر ختم نہیں ہوئے تھے —— ہزاروں کمسن بچوں کو ان کے والدین سے چھین لیا گیا تھا۔ ہزاروں عورتیں لونڈیاں بنالی گئی تھیں اور اندلس کے جنوبی علاقوں کے لوگوں میں آج بھی ان لوگوں کے خون کی آمیزش دکھائی دیتی ہے۔



انکوی زیشن کی آگ دو صدیاں اور جلتی رہی اور صرف سپین ہی نہیں بلکہ پورا یورپ اس کی ہولناکیاں دیکھتا رہا۔ کیتھولک چرچ جس قدر یہودیوں اور مسلمانوں کا دشمن تھا، اسی قدر مارٹن لوتھر کے پیروکاروں یا پروٹسٹنٹ فرقہ کے لیے بے رحم تھا۔ سترھویں صدی کے آغاز میں مورسکوز کی طرف سے اطمینان کا سانس لینے کے بعد ہسپانوی حکومت کی ساری توجہ کیتھولک چرچ

کے باغیوں پر مبذول ہوچکی تھی۔

مقصد کسی کی اصلاح نہ تھا بلکہ ان لوگوں کی تسکین کا سامان مہیا کرنا تھا جنھیں ہمیشہ یہ شکایت رہتی تھی کہ اس مہینے زندہ جلائے جانے والوں کی تعداد بہت کم تھی یا کلیسا کے راہب اپنے فرائض سے غافل ہوتے جا رہے ہیں۔

انکوی زیشن کے جو ملازم اس شکایت کو دور کرنے کے لیے پہلے مورسکوز کو اذیتیں دے کر یہ اعتراف کرا دیا کرتے تھے کہ وہ دل سے عیسائی نہیں ہوئے —— اب کیتھولک عیسائیوں کو اذیتیں دے کر یہ بیان لیا کرتے تھے کہ وہ دل سے کیتھولک نہیں ہیں —— عام طور پر مالدار عیسائی جھوٹے الزامات میں پھانسے جاتے تھے۔

کسی پر جادوگری کے شیطانی کاروبار کا الزام لگانے کے لیے صرف ایک دو جھوٹے گواہوں کی ضرورت ہوتی تھی، لیکن یورپ کے بعض ممالک میں انکوی زیشن ان تکلفات سے بھی آزاد ہوگئی تھی۔

راہب ایک ایسی لکڑی جس کے ایک سرے پر دو شاخیں ہوتی تھیں، پکڑ کر گلیوں میں نکلتے تھے۔ دونوں شاخیں ان کے ہاتھوں میں ہوتی تھیں اور بھاری سرا سیدھا آگے رکھا جاتا تھا۔ جس مکان کے سامنے اس لکڑی کا بھاری سرا ذرا جھک جاتا تھا، اس کے مکین جادوگری کے جرم میں گرفتار کرلیے جاتے تھے —— انکوی زیشن کے اذیت خانوں میں ان سے اعترافِ گناہ کروانے کے بعد کئی اور بے گناہوں کے خلاف بیانات لے لیے جاتے تھے۔



اس دہشت و بربریت کی داستانیں بیشمار ہیں جسے اندلس کے کلیسا نے جنم دیا

تھا۔ راہبوں کی یہ تہذیب ایک آگ تھی۔ لوگ تورکیمڈا اور زیمینس جیسے لوگوں کو بھول چکے تھے، لیکن انسانیت کے خرمن میں جو آگ انھوں نے سلگائی تھی، مدتوں جلتی رہی ——— کبھی اس کی ہولناکیاں افریقہ کے تاریک گوشوں میں دیکھی جاتی تھیں جسے فرزندانِ کلیسا غلاموں کی منڈی سمجھتے تھے اور کبھی اس آگ کے شعلوں سے نئی دُنیا کے قدیم باشندوں کی بستیاں بھسم ہوتی تھیں۔

لیکن ہماری یہ داستان اُس عظیم قوم کے آخری سانس کے ساتھ ختم ہو جاتی ہے جس کے اولوالعزم فرزندوں نے طارق بن زیاد کی قیادت میں ہسپانیہ کے ساحل پر قدم رکھا تھا اور ظالموں اور مظلوموں، زیر دستوں اور بالادستوں کی اس زمین میں عدل و مساوات کے پرچم بلند کیے تھے۔ جس نے قرطبہ، اشبیلیہ، طلیطلہ اور غرناطہ میں علم کے خزانے بکھیر دیے تھے ——— جس کی درسگاہیں اہلِ مغرب کے لیے روشنی کے مینار تھیں۔

اس قوم نے صدیوں فتوحات کے پرچم بلند کیے ——— اس پر قدرت کے انعامات کی بارش ہوئی ——— پھر وہ صدیوں انحطاط اور گمراہی کے راستوں پر گامزن رہی ——— اسے بار بار سنبھلنے کا موقع ملا ——— ایسے راہنما پیدا ہوتے رہے جو اسے مستقبل کے خطرات سے آگاہ کرتے تھے، لیکن وہ سلامتی کے راستے سے انحراف کر چکی تھی اور اس کا مٹ جانا ان حالات کا منطقی نتیجہ تھا جو اس نے بذاتِ خود پیدا کیے تھے ——— اس نے ایک ایسے دَور میں بھیڑوں کی زندگی اختیار کی تھی ——— جب اس کے گرد بھیڑیوں کا گھیرا تنگ ہو چکا تھا ——— ان کی موت و حیات کا فیصلہ اُن غداروں کے ہاتھ میں تھا جو ان کی آزادی اور بقا کے بدترین دشمنوں کے آلۂ کار تھے۔

غرناطہ کے سقوط کے ساتھ اسلامیانِ اندلس کی آزادی کا آخری حصار منہدم ہو چکا تھا۔ اس کے بعد قریباً سوا سو سال تک زمانے کی نگاہوں نے انھیں کبھی تڑپتے، کبھی سسکتے اور کبھی آہستہ آہستہ دم توڑتے دیکھا تھا ——— انھوں نے صرف اس زمین پر سانس لینے کے لیے زندگی کی تمام خواہشات ترک کر دی تھیں ——— لیکن ان کی حالت جنگل کے اُن جانوروں کی سی تھی جنھیں بھوکے درندوں نے گھیر لیا ہو ———

قرطبہ کی پرشکوہ مسجد اور غرناطہ میں الحمرا کے عظیم الشان محل آج بھی دُنیا بھر کی سیاحوں کی توجہ کا مرکز ہیں ——— لیکن اندلس کے دوسرے شہروں میں کئی عمارات ایسی ہیں جو تباہ ہو چکی ہیں انھیں دیکھ کر آج بھی ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ان گنت شہیدوں کی ارواح ان کا طواف کرتی ہیں ———

اور اگر ماضی کے یہ نشان ان شہیدوں کی طرف سے ہمیں کوئی پیغام دے سکتے ——— یا اگر کوئی طارقؒ، کوئی عبدالرحمٰن، کوئی موسیٰ بن ابی غسان یا حامد بن زہرا ماضی کے پردوں سے نکل کر چند لمحات کے لیے ہم سے ہمکلام ہو سکے ——— تو شاید وہ نہ صرف پاکستان بلکہ پورے عالمِ اسلام کے لیے تاریخ کا یہ سبق بار بار دہرانے کی ضرورت محسوس کرے۔

"غرناطہ، اندلس کے مسلمانوں کا آخری حصار تھا اور جب ——— اپنی زوال پذیر تاریخ کی آخری دو صدیوں کے دوران تخت و تاج کے جھوٹے دعویداروں اور ملت فروشوں کی پیہم سازشوں کے باعث یہ حصار بھی ٹوٹ چکا تھا تو ہسپانیہ کا کوئی گوشہ ان کے لیے محفوظ نہ تھا

——— بنو احمر کی اس چھوٹی سی سلطنت کا خاتمہ دراصل شمال

کے ان لاکھوں انسانوں کی بھی موت تھی جو ۱۴۹۲ء سے چند صدیاں
قبل آزادی سے محروم ہو چکے تھے اور اس سہارے پر زندگی کے
سانس لے رہے تھے کہ :

—— غرناطہ کی بدولت ان کا قومی تشخص قائم ہے!

—— کسی دن اس سرزمین سے طارق، عبدالرحمٰن اور منصور کی
قوم سے کوئی اولوالعزم مجاہد نمودار ہوگا ——

جب ان پر مصائب کے پہاڑ ٹوٹ پڑیں گے تو افریقہ کے صحرا سے
کوئی یوسف بن تاشفین اسلام کی غیرت کا امین بن کر آئے گا اور
—— وہ یا اُن کی آئندہ نسلیں وادی الکبیر کے کنارے اُس کا
استقبال کریں گی" —— لیکن سقوطِ غرناطہ کے ساتھ ہی اُن کے
مستقبل کے سارے اُفق تاریکیوں میں ڈوب چکے تھے ——

اب ہسپانیہ وہ ملک نہیں تھا جس کے ایک ایک ذرّے پر
ان کے اسلاف کی عظمت کی داستانیں لکھی ہوئی تھیں، وہ وطن بھی نہ
رہا تھا جہاں وہ مغلوب ہونے کے باوجود زندہ رہ سکتے تھے، بلکہ وہ
ایک شکارگاہ بن گئی تھی —— ایک ایسی شکارگاہ جہاں ان سے
جنگل کے بے بس جانوروں کی طرح زندہ رہنے کا حق بھی چھین لیا گیا
تھا —— ایک ایسا قبرستان تھا جس کا تصور کرتے ہوئے ہم آج
بھی اُن انسانوں کی ارواح کی فریادیں سُن سکتے ہیں جن کے اسلاف کے
خون سے تاریخِ اسلام کی ناقابلِ فراموش داستانیں لکھی گئی تھیں اور
جن کے نااہل حکمرانوں، حریص قسمت آزماؤں اور غدّاروں نے اجتماعی
ہلاکت کے اسباب پیدا کر دیے تھے

وہاں ستم رسیدہ انسانیت کی یہ چیخیں مسلسل سُنائی دیتی ہیں کہ :

—— کوئی قوم وطن کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی اور کوئی وطن
اپنے باشندوں کے اتحاد، یقین وایمان، عزم وہمت اور ایثار کے
بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔

اجتماعی بقا کے راستے صرف اجتماعی ضمیر کی روشنی میں
دکھائی دیتے ہیں اور —— کسی گروہ کے لیے اجتماعی گناہوں
کی سزا اس سے زیادہ اور کوئی نہیں ہو سکتی کہ وہ اپنے قومی تشخص
سے محروم ہو جائے ——

اندلس کے مسلمانوں کی یہی بدقسمتی نہ تھی کہ اُنھوں نے
نیک وبد کے پیمانے بدل دیے تھے —— وہ اپنے دین کی
حدود سے باہر نکل آئے تھے جو اندلس میں اُن کی پہلی اور آخری
جائے پناہ تھی

—— انھوں نے اس وقت اپنی قبائلی اور گروہی عصبیتوں کو
زندہ کیا تھا جب —— اپنے اجتماعی بقا کے دشمن کا سامنا
کرنے کے لیے انھیں زیادہ سے زیادہ متحد اور منظم ہونے کی
ضرورت تھی —— بلکہ ان کی بدنصیبی یہ بھی تھی کہ وہ اسی وطن
میں اجنبی بن چکے تھے جہاں ان کے آباد اجداد نے عدل وانصاف
انسانیت وشرافت کے پرچم بلند کیے تھے

—— سقوطِ غرناطہ کے بعد اس بدنصیب قوم کے
اسلامی دنیا سے تمام رشتے کٹ گئے تھے

—— یہاں تک کہ جب انھیں جیتے جی جہنّم کی

آگ میں دھکیلا جا رہا تھا، اس وقت بھی ان کا نوحہ لکھنے والا کوئی موجود نہ تھا!"

"الغیاث"
بی - ۲۳
سٹیلائٹ ٹاؤن، راولپنڈی

نسیم حجازی
۱۲ر جنوری ۱۹۷۸